میراث الأنبیاء

اللہ جل جلالہ

کی توحید کے بیان میں رسائل

رسالہ اول

اصول، قواعد اور مفاہیم توحید پر مشتمل

رسالہ دوم

طاغوت کا انکار نہ کرنے اور اس کے پاس تحاکم (فیصلہ کرانے) کیلیے جانے والے شخص کی شرعی حیثیت کے بیان اور اس سلسلہ میں علماء اسلام کی تشریحات وتوضیحات پر مشتمل

رسالہ سوم

مجلس قانون ساز (برلمان) کیلیے بطور امیدوار کھڑا ہونے اور اس میں جانے والے، اس کی حمایت کرنے، اس کو ووٹ دینے اور اس کو شریعت سازی کا اختیار دینے والے کی شرعی حیثیت پر مشتمل

تالیف

الشیخ أبو عمر

29
15 م
145

Marfat.com

Marfat.com

میراث الأنبیاء

اللہ جل جلالہ

کی توحید کے بیان میں رسائل

رسالہ اول — اصول، قواعد اور مفاہیم توحید پر مشتمل

رسالہ دوم — طاغوت کا انکار نہ کرنے اور اس کے پاس تحاکم (فیصلہ کرانے) کیلئے جانے والے شخص کی شرعی حیثیت کے بیان اور اس سلسلہ میں علماء اسلام کی تشریحات و توضیحات پر مشتمل

رسالہ سوم — مجلس قانون ساز (پرلمان) کیلئے بطور امیدوار کھڑا ہونے اور اس میں جانے والے، اس کی حمایت کرنے، اس کو ووٹ دینے اور اس کو شریعت سازی کا اختیار دینے والے کی شرعی حیثیت پر مشتمل

تالیف

الشیخ أبو عمر

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

البتہ اگر کوئی اس کتاب کو کار خیر اور دعوت وتبلیغ کے پیش نظر طبع کر کے مفت تقسیم کرنا چاہے تو بلا کسی ردوبدل وکمی بیشی کے طبع کرنے کی اجازت ہے

297-43
15901
۱۵۷۵۹

نام کتاب	میراث الانبیاء
مؤلف	الشیخ ابوعمر
نظر ثانی	الشیخ ابوعاصم
طبع ثانی	ذوالقعدہ 1426ھ مطابق دسمبر 2005ء
اشاعت فنڈ	70 روپے
ناشر	الجماعۃ پبلیکیشنز

Al-Jam'ah Publications
P.O.Box 520, Slough
SL1 2FH - UNITED KINGDOM
www.unifiedummah.com
www.muslimsunite.com

Marfat.com

فهرست

مقدمہ	2
ایک وضاحت	6
رسالہ اول	
توحید کے معنی اور یہ کہ یہی سب سے بڑا عدل ہے	8
شرک کے معنی اور یہ کہ یہ سب سے بڑا ظلم ہے	9
توحید کی شرائط	11
شرط کے معنی	11
شرط اول : علم	11
اس شرط کے بارے میں علماء کی شرح	12
شرط دوم : یقین	13
شرط سوم : قبول	14
شرط چہارم : اطاعت وفرمانبرداری	14
شرط پنجم : سچائی	15
شرط ششم : اخلاص	15
شرط ہفتم : محبت	16
توحید کے ارکان	18
رکن کے معنی	18
رکن اور شرط میں فرق	18
رکن اول : طاغوت کا انکار	19
طاغوت کے معنی کا بیان	19

Marfat.com

فہرست

رؤوس الطّواغیت (بڑے بڑے طاغوت، طواغیت کے سرغنے)	21
طاغوت کا انکار اور اس سے اجتناب کیسے کیا جائے	23
رکن ثانی : اللہ واحد پر ایمان لانا	27
اللہ واحد پر ایمان کے معنی واقسام	27
بندہ مُوحّد کس طرح بنتا ہے	29
امر اول : اللہ عزوجل کے حق کی معرفت	29
امر ثانی : اپنے اعتقاد، قول اور عمل سے اللہ تعالیٰ کو واحد ماننا	31
کفر بالطاغوت کے لوازمات	31
توحید کے نواقض	34
ناقض کے معنی	34
نواقض توحید کی اقسام	34
توحید اور لا إله إلا الله کے معنی کے بیان میں نفع بخش کلمات	40
لا إله إلا الله قول بھی ہے اور عمل بھی	43
مسلم اور مشرک میں امتیازی فرق	48
دین اسلام کی اصل اور بنیاد	50
رسالہ دوم	
تحاکم إلی طاغوت ہی طاغوت پر ایمان ہے	55
اس سلسلہ میں پچیس علماء اسلام کی تشریحات وتوضیحات	60
امام ابن حزمؒ	60
شیخ الاسلام امام ابن تیمیةؒ	62

Marfat.com

فهرست

امام ابن قیم الجوزیةؒ	64
امام ابن کثیرؒ	66
شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور قانون کے پاس فیصلے کے لیے جانا کفر ہے، اس پر اجماع	67
اس اجماع پر وارد شبہات کا ازالہ	67
مفتی شیخ عبد الرحمن بن حسن آل شیخؒ	70
علامہ شیخ محمد جمال الدین القاسمیؒ	71
علامہ شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخؒ	71
شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن آل شیخؒ	71
علامہ شیخ حمد بن عتیقؒ	71
علامہ شیخ حمد بن ناصرؒ آل معمر	71
علامہ شیخ سلیمان بن سمحانؒ	72
علامہ شیخ عبد الرحمن السعدیؒ ، علامہ شیخ محمد بن ابراهیمؒ	73
شیخ عبد اللہ بن حمیدؒ ، شیخ عبد اللطیف بن ابراهیمؒ	73
شیخ عبد العزیز الشتریؒ ، شیخ عبد اللطیف بن محمدؒ	73
شیخ عبد اللہ بن عقیلؒ ، شیخ عبد العزیز بن رشیدؒ	73
شیخ محمد بن عودہؒ ، شیخ محمد بن مهیزعؒ	74
علامہ شیخ محمد امین الشنقیطیؒ	75
شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن قاسمؒ	76
شیخ احمد شاکرؒ ، شیخ حمود بن عبداللہ التویجریؒ	77

Marfat.com

فهرست

تاتاریوں کے الیاسق کے ساتھ سلف نے کیا سلوک کیا؟	78
تحاکم إلی الطاغوت کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات	80
پہلا شبہ : اگر ایسا نہ کریں تو حق ضائع ہو جائے گا	80
نام کی تبدیلی سے اشیاء کی حقیقت نہیں بدلتی	80
حلف الفضول سے غلط استدلال کا جواب	81
دوسرا شبہ : تحاکم إلی الطاغوت کا خودساختہ مطلب	83
اس شبہ کے متعدد جواب	83
بعض اوقات انسان بلاارادہ و بلاقصد اسلام سے خارج ہو جاتا ہے	85
اس سلسلہ میں امام ابن تیمیہ، امام طبریؒ، امام ابن حجرؒ،	85
امام ابن قدامہؒ، امام محمدؒ اور امام صنعانیؒ کی تشریحات	86
شرک کرنے والے کا کوئی عذر قبول نہیں	87
تیسرا شبہ : تحاکم إلی الطاغوت شرک اصغر ہے	88
چوتھا شبہ : امام ابن تیمیہؒ کے قول سے استدلال	89
پانچواں شبہ : تحاکم إلی الطاغوت کفر نہیں	91
چھٹا شبہ : تحاکم إلی الطاغوت اس دور کی مجبوری ہے	92
اضطرار اور اکراہ کا مطلب اور ان دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت	94
اکراہ کی صورتیں	94
دارالاسلام اور دارالکفر کی وضاحت	100
دارالکفر سے ہجرت کا وجوب	100
قاضی شرعی نہ ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے	103

Marfat.com

فہرست

اقوام متحدہ کو حَکَم بنانا اور اس کا ممبر بننا	105
رسالہ سوم	
مجالس تشریعیة (اسمبلی، پارلیمنٹ) وغیرہ میں دخول کی شرعی حیثیت	111
ردِّ اجمالی	111
تحلیل، تحریم اور تشریع کے معنی	112
ردِّ تفصیلی	114
مجالس تشریعیة میں دخول کی حرمت اور اس کے شرک ہونے کے دلائل	114
مجالس تشریعیة میں دخول کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات	120
پہلا شبہ : قصہ نجاشیؓ سے استدلال	120
قیاس کے صحیح ہونے کی شرائط	122
اس قیاس کے فوارق	123
دوسرا شبہ : قصہ سیدنا یوسف علیہ السلام سے استدلال	128
اس قیاس کے فوارق	128
تیسرا شبہ : مجالس تشریعیة میں بر بناء مصلحت دخول	132
چوتھا شبہ : طاغوتی آئین کے احترام کا حلف اٹھانا، قسم کھانا	134
پانچواں شبہ : ممبران اسمبلی، قانون ساز نہیں	136
چھٹا شبہ : توحید ربوبیت، اعتقاد و اقرار کا نام ہے کہ جس کے یہ ممبران اسمبلی حامل ہیں	139
شرک فی الربوبیت کی اقسام	140
شریعت سازی کی چند مثالیں	144
مباهلہ کا چیلنج	159

Marfat.com

Marfat.com

ميراث الانبياء

المقدمة

Marfat.com

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الحمد لله ، نحمده ونستعينه ونستغفره ، ونعوذبالله من شرور أنفسنا ، ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادي له ،وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له ، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله .

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسلِمُونَ [آل عمران: ۱۰۲]

يٰأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنهَا زَوجَهَا وَ بَثَّ مِنهُمَا رِجَالًا كَثِيراً وَنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِى تَسَآءَلُونَ بِهِ وَالأَرحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيكُم رَقِيباً [النسآء : ۱]

يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَولًا سَدِيداً ۝ يُصلِح لَكُم أَعمَالَكُم وَيَغفِر لَكُم ذُنُوبَكُم وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَد فَازَ فَوزًا عَظِيماً [الأحزاب : ۷۰،۷۱]

أما بعد :

یہ تین رسائل کہ جن میں امر توحید کا بیان اور اس کو اپنانے کی ترغیب جبکہ موجودہ دور میں شرک کی مروج مختلف صورتوں کی وضاحت اور ان سے بچاؤ کی تدابیر بیان کی گئی ہیں ۔ یہ رسائل ہم ان طالبان علم ومتلاشیان حق کیلئے پیش کر رہے ہیں کہ جو اپنے دین وتوحید کو ہر قسم کے جدید وقدیم شرک سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ اس زمانے میں شرک کی بعض ایسی صورتیں وجود میں آچکی ہیں کہ جو اکثر لوگوں سے مخفی ہیں، جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے مگر جن پر اللہ نے رحم کیا اور اس سے انہیں نجات دی۔

اس موضوع کو ہم نے شرح وبسط کے ساتھ " میراث الأنبیاء " کے نام سے کئی رسائل میں بیان کیا ہے کیونکہ انبیاء کرام سے امتوں کو جو کچھ وراثت میں ملا ہے اس میں سب سے بڑی اور اہم چیز توحید اللہ عزوجل ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ﴿اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو﴾ [النحل: ٣٦]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنبِيَاءِ، وَإِنَّ الأَنبِيَاءَ لَم يُورِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً، [إِنَّمَا: ت] وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ [أَخَذَ بِهِ: ت] أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ" [صحيح سنن أبي داود: ٢/ ٦٩٤، صحيح سنن الترمذي: ٢/ ٣٤٢] علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء نے اپنی میراث میں دینار و درہم نہیں بلکہ علم چھوڑا ہے/انبیاء نے کسی کو اپنا وارث، دینار و درہم کا نہیں بلکہ علم کا بنایا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا، اسے (میراث انبیاء کا) بہت وافر، بہت بڑا حصہ مل گیا۔

انبیاء سے ملنے والے علوم میں، سب سے بڑا اور اہم علم، علم توحید ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خلق کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ﴾ [الذاريات: ٥٦] ﴿میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے خلق کیا ہے﴾۔

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾ [محمد: ١٩] ﴿جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں پس اپنی، مومن مردوں اور عورتوں کی خطاؤں کی معافی مانگتے رہو، اللہ تمہاری آمد و رفت (سرگرمیوں) اور ٹھکانوں کو جانتا ہے﴾

لا إله إلا الله کے علم سے اس کی شروط، ارکان، نواقض اور لوازمات مراد ہیں اور یہ سب باتیں ہم نے اس سلسلہ کے پہلے رسالہ میں بیان کر دی ہیں کہ جہاں ہم نے توحید کے معنی، اس کی شروط، ارکان، نواقض، اصول وقواعد کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

دوسرے رسالہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص طاغوت سے تحاکم (فیصلہ) کرواتا ہے تو وہ طاغوت کا کفر (انکار) کرنے والا نہیں۔ یہاں طاغوت سے فیصلہ کروانے والوں سے وہ لوگ مراد نہیں کہ جو طاغوت ہی کو اپنا حاکم مانتے ہیں بلکہ یہاں پر وہ لوگ مراد ہیں کہ جو دعویٰ تو کتاب اللہ پر ایمان لانے کا کرتے ہیں لیکن بوقت تنازعہ، تحاکم (فیصلے) کے لیے طاغوت کے پاس جاتے ہیں۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ اس زمانے میں کچھ لوگ مال، منصب یا کسی اور ذاتی مفاد کے حصول کی

Marfat.com

خاطر طاغوت سے تحاکم (فیصلے) کرواتے ہیں، یہ لوگ نہیں جانتے کہ ان امور کی وجہ سے تو کسی انسان کا جہاد سے پیچھے رہ جانا بھی جائز نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ٢٤]

﴿ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان (رشتہ دار) اور وہ مال جو تم نے کمایا، وہ تجارت جس کی کساد بازاری (ماند پڑنے) کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جو تمہیں پسند ہیں اگر تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے اور اللہ بدعہدوں (نافرمانوں) کو بامراد نہیں کرتا۔

جب ان آٹھ امور کی وجہ سے جہاد سے پیچھے نہیں رہا جا سکتا، جہاد ترک نہیں کیا جا سکتا تو کیا ان کے لیے طاغوت سے تحاکم کرایا جا سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنے والا شخص معذور ہوگا؟ کیا اس کا عذر قبول کیا جائے گا؟

کیا اس شخص کا معاملہ زیادہ شدید ہے کہ جو ان آٹھ امور کی خاطر توحید چھوڑ کر شرک اختیار کرتا ہے یا اس شخص کا کہ جو ان آٹھ امور کی خاطر جہاد ترک کرتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ تارک توحید کا معاملہ تارک جہاد سے زیادہ شدید ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان آٹھ امور کی وجہ سے تارک جہاد کا عذر قبول نہیں کرتا تو تارک توحید ان امور کی وجہ سے کیسے اپنا عذر پیش کر سکے گا؟

یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے عذر قبول نہیں کرے گا سوائے مکرھین کے قول کفر کے کہ جنہوں نے انتہائی مجبوری واکراہ کی حالت میں کوئی کفریہ بات کہی۔ مکرہ یعنی انتہائی مجبوری واکراہ کی حالت میں مبتلا شخص وہ کچھ کر سکتا ہے کہ جو کچھ عمار بن یاسرؓ نے کیا تھا۔ یہ استثنائی صورت ہے، اسے ''رخصت'' کہا جاتا ہے، حالت اکراہ میں اسے اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی ''عزیمت'' اختیار کرنا افضل ہے (یعنی کسی حالت میں بھی کفر نہ کرے) جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی تبیین کر دی ہے کہ یہ آٹھ امور کفار کے ساتھ موالات کیلئے عذر نہیں بن سکتے تو کسی مسلم کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے باپ، بھائی، اولاد، ملک وجائیداد، مال، تجارت، رشتہ داروں اور بیویوں وغیرہ

Marfat.com

کو پہنچنے والے نقصان کے خوف سے کفار کے ساتھ موالات کرے، اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں مخلوق کیلئے عذر کا باب بند کر دیا ہے لہٰذا اس میں عذر قبول نہیں کیا جائے گا۔

جب یہ آٹھ امور ترک جہاد کیلئے عذر نہیں بن سکتے کہ جو فرض کفایہ ہے تو مشرکین سے ترک عداوت ومقاطعہ اور طاغوت سے تحاکم کیلئے کس طرح عذر بن سکتے ہیں؟

یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کیلئے ان آٹھوں کو قربان کر دیا جائے لیکن مشرکین کے ساتھ عداوت ومقاطعہ کو ترک نہ کیا جائے۔

تیسرا رسالہ کہ جو "میراث الانبیاء" کے اس سلسلہ میں ہم نے پیش کیا ہے کہ اس میں ان لوگوں پر رد ہے کہ جو برلمان اور مجالس تشریعیہ (پارلیمنٹس، اسمبلیوں، آئین سازی، دستور سازی اور قانون سازی کے اداروں) میں دخول کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس میں اس بات کا بھی بیان ووضاحت ہے کہ جو لوگ ان اداروں کے ممبر ہیں یا اس کیلئے بطور امیدوار کھڑے ہوتے ہیں، جو ان کی حمایت کرتے اور انہیں ووٹ دیتے ہیں، وہ سب شرک اکبر میں مبتلا ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء الحسنیٰ اور صفات العلیٰ کے ساتھ یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں شرک کی تمام اقسام سے محفوظ رکھے، ہمیں ہر قسم کے ظاہر ومخفی فتنوں سے نجات دے، ہمارے عقیدے، قول اور عمل کو صحیح ودرست رکھے اور ہمیں ہر قسم کے کفر وگمراہی سے بچائے، بے شک وہ اس پر قادر ہے۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً

الشيخ أبو عمر

Marfat.com

ایک وضاحت

فرامین باری تعالیٰ:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ اللہ نے گواہی دی اس بات کی کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، فرشتے اور اہل علم بھی یہی گواہی دیتے ہیں [آل عمران:۱۸]،

﴿فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ تو اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے [النحل: ۴۳]

﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ اور اگر یہ اس کو رسول اور اپنے اولوالامر کے سامنے پیش کرتے تو جو لوگ ان میں سے بات کی تہہ کو پہنچنے والے ہیں وہ اس کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے [النسآء: ۸۳]، اور

فرامین رسول اللہ ﷺ:

"مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْراً يُفَقِّهْهُ فِى الدِّين" اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے [رواہ البخاری]

"وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ" علماء انبیاء کے وارث ہیں [رواه أبو داود]،

"إذا مَاتَ الإنسانُ انْقَطَعَ عَنهُ عَمَلُهُ إلّا مِن ثَلاثَةٍ : ....، أو عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ" جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے: ....، یا ایسا علم کہ جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں [رواہ مسلم]

"اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوساً جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوا بِغَيْرِ عِلْم ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا" لوگ جہلا کو پیشوا (سردار) بنالیں گے، پھر ان سے سوال کئے جائیں گے تو وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے [رواہ البخاری و مسلم]

وغیرہ کی روشنی میں، اس کتاب میں آیات واحادیث کے ذیل میں علماء کی تشریحات، توضیحات، تفسیرات اور تحقیقات وغیرہ نقل کی گئی ہیں کیونکہ علماء حصول علم کا ایک ذریعہ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حجت ودلیل صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات ہی ہے۔

أبو عاصم

Marfat.com

Marfat.com

میراث الانبیاء

الرسالۃ الأولی

(رسالہ اول)

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الرسالة الأولى

الحمد لله رب العالمين والصلاة و السلام على المبعوث رحمة للعالمين نبينا محمدو على آله و صحبه أجمعين .أما بعد:

میرے مسلم بھائی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، جان لو کہ توحید اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے اور یہی وہ مقصود اصلی ہے کہ جس کے لیے اس نے انہیں خلق کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ﴿میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لئے خلق کیا کہ وہ میری عبادت کریں﴾ [الذاريات:٥٦]

اہل علم نے اسکا مطلب یہ لیا ہے کہ جن چیزوں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن سے اس نے روکا ہے، ان امور میں اللہ کی یکتائی کو ملحوظ رکھیں۔ پس توحید ہی سب سے بڑا انصاف ہے، سو جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو واحد جانا بلاشبہ اس نے ہر چیز کو اسکا مناسب مقام دیا اور اللہ کی عبادت کو وہ درجہ دیا کہ جس کی وہ مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ﴿اللہ نے گواہی دی اس بات کی کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی یہی گواہی دی، اور وہ عدل و قسط کو قائم رکھنے والا ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے﴾ [آل عمران:١٨]

توحید: یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کو اس کے افعال ربوبیت، اس کے اسماء، اس کی صفات اور اسکی عبادت میں واحد و یکتا تسلیم کرے۔

شرک: یہ سب سے بڑا ظلم ہے، سو جس نے اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کیا تو گویا اس نے کسی چیز کو اس کے مناسب مقام کی بجائے غیر مناسب مقام دے دیا اور عبادت اس کیلئے کی کہ جو اس کا مستحق و حقدار نہیں تو اس طرح اس نے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لقمان کی نصیحت کا ذکر فرمایا: ﴿ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ"

Marfat.com

عَـظِـيْـم" ﴾ جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا بلاشبہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے ﴾ [لقمان:۱۳]

امام محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے عظمت اور جلال کا جو ذکر کیا ہے کہ وہ قیامت کے دن اس اس طرح کرے گا تو یہ صرف ان امور کا ذکر ہے کہ جو عقل میں آسکنے والے ہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال انسانی عقل واحاطہ سے باہر ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ: ''ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ کی ہتھیلی میں اس طرح ہونگی کہ جیسے تم میں سے کسی کی ہتھیلی میں رائی کا دانہ ہو''، سو اس سے اللہ کی عظمت وجلال میں سے بعض کا اظہار سمجھ میں آسکتا ہے تو ایسی عظمت وجلال والی ہستی کے رتبے میں کسی مخلوق کو کس طرح سے شریک کیا جاسکتا ہے کہ جو خود اپنی ذات کے لئے بھی نفع اور نقصان کی مالک نہیں۔ ایسا کرنا سب سے بڑا ظلم اور بدترین جہالت ہے جیسا کہ اللہ کے نیک بندے نے اپنے بیٹے کو کہا ﴿ يٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْم" عَظِيْم" ﴾ ﴿ اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا، بیشک شرک سب سے بڑا ظلم ہے ﴾ [تاریخ نجد: ص:۵۸۳]

شرک: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال ربوبیت یا اس کے اسماء وصفات یا اسکی عبادت میں اس کی مخلوق کو اس کے ساتھ شریک کرنا۔

لہٰذا توحید کا تعلق علم کے ساتھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ فَـاعْـلَـمْ اَنَّـهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَـغْـفِـرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ﴾ ﴿ جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں اپنے گناہوں کی بخشش اسی سے مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہوں کی بھی، اللہ تعالیٰ تمہارے پھرنے کی جگہ اور تمہارے ٹھکانوں سے خوب واقف ہے ﴾ [محمد:۱۹]

جبکہ شرک کا تعلق جہالت کے ساتھ ہے، شرک جہالت کی پیداوار اور جاہلوں کا شیوہ ہے جیسا کہ اللہ کریم کا ارشاد ہے ﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّیْ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجَاهِلُوْنَ ﴾ ﴿ اے جاہلو تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کروں ﴾ [الزمر:۶۴]

لہٰذا اے مسلم بھائی تمہارے لئے لازم ہے کہ تم اس توحید کا علم حاصل کرو کہ جس کا جاننا اللہ نے تم پر فرض کیا ہے۔ اس توحید کی شرائط وارکان کو جانو اور اس کو ناقص کرنے والی، ختم کرنے والی چیزوں کو بھی معلوم کرو اور توحید کے اس علم کے تقاضوں کو پورا کرو، اللہ کریم تمہاری توحید کی حفاظت فرمائے۔

Marfat.com

امام محمد بن عبدالوھابؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تم پر رحم فرمائے اس بات کو خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ لاإله إلا الله کی شہادت کی معرفت وہ فرض ہے کہ جو نماز اور روزے کے فرائض سے بھی مقدم ہے۔ پس بندے کے لئے صوم وصلوٰۃ کی معرفت معلوم کرنے سے پہلے توحید کے معنی کا حقیقی مفہوم معلوم کرنا زیادہ اہم ہے۔ شرک اور ایمان بالطاغوت کی حرمت، ماؤں اور پھوپھیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی حرمت سے زیادہ بڑھ کر ہے، ایمان باللہ کے عظیم ترین مراتب میں سے اس بات کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الہٰ نہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اس بات کی شہادت دے کہ الوہیت کُل کی کُل اللہ کے لئے ہے، اس میں کسی نبی، فرشتہ یا کسی ولی کے لئے ذرہ برابر بھی حصہ نہیں بلکہ یہ بندوں پر صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے ..... اور کفر بالطاغوت کا معنی یہ ہے کہ تو ہر اس چیز سے کنارہ کش ہو جا کہ جس کے متعلق مشرکین کوئی شرکیہ عقیدہ رکھتے ہوں اور ہر اس شخص سے براءت وبیزاری کر کہ جو کسی غیر اللہ کے متعلق کوئی اعتقاد وعقیدہ رکھتا ہو خواہ وہ جن ہو یا انسان یا کوئی درخت ہو یا پتھر وغیرہ۔ تیری شہادت ان کے متعلق کفر اور گمراہی کی ہو اور یہ عقیدہ تیری ناراضگی اور غیض وغضب کا سبب بن جائے خواہ اس عقیدہ میں ملوث تیرا باپ ہو یا بھائی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا لیکن قبروں پر بننے والی عمارات وقبوں اور وہاں پر ہونے والے شرک وکفر پر کوئی اعتراض نہیں کرتا یا ان کو روکنے یا منع کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا یا انہیں برا بھی نہیں سمجھتا، تو یہ شخص اپنے قول لا الـه الا اللّٰه میں جھوٹا ہے۔ یہ شخص نہ تو اللہ پر ایمان لایا اور نہ اس نے طاغوت کا انکار کیا۔ یہ وہ بات ہے جو بڑی تحقیق اور دین اسلام کی حقیقت معلوم کرنے اور نبی ﷺ کی رسالت کے مقاصد کو جاننے کیلئے بھر پور جدوجہد کا مطالبہ کرتی ہے، اس کے لیے ان مباحث وتحقیقات میں بھی غوطہ زن ہونے کی ضرورت ہے کہ جو علماء نے آیت ﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِاسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ ﴿پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو مضبوطی سے تھام لیا﴾ [البقرہ:۲۵٦] کے بارے میں کی ہیں لہٰذا ہر مسلم کو چاہیئے کہ اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کرے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو توحید کی حقیقت کے متعلق بتائی اور اللہ کے رسول نے اپنی امت کو اس کی تعلیم دی اور جس کسی نے توحید کی حقیقت کو ماننے سے انکار کیا تو اس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی، اس شخص نے دین کے مقابلے میں دنیا کو اختیار کیا، اللہ تعالیٰ ہرگز اس کی نادانی کا عذر قبول نہ کرے گا''۔

[مجموعة الفتاوى والرسائل والأجوبة _ خمسون رسالة فى التوحيد: ص۱۳۵]

شروط التوحید

یہ لا إلہ إلا اللہ کی شروط ہیں

شرط کا مطلب: یہ ہے کہ اگر وہ نہ پائی جائے تو مشروط بھی باقی نہ رہے اور یہ ضروری نہیں کہ جب بھی شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے ، اسکا وجود کسی چیز کے خارج میں ہوتا ہے اور اس کی ابتداء سے پہلے ہوتا ہے لہٰذا شرط ، مشروط سے مقدم ہوتی ہے یعنی مشروط سے پہلے شرط کا ہونا لازمی ہے۔

اے مسلم بھائی توحید کی شرائط کا جاننا بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ہر مسلم کے لئے لازم ہے کہ ان شروط کو معلوم کرے اور ان پر عمل کرے، اس لئے کہ شرائط توحید کی نفی سے اصل ایمان واسلام کی نفی ہو جاتی ہے، مثلاً نماز کی صحت اسکی شروط میں پائی جاتی ہے، کوئی ایک شرط جیسے قبلے کی طرف رخ کرنا یا ستر چھپانا وغیرہ غائب ہو جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔ شرائط توحید سات ہیں:

(شرط اول) علم: جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ﴿ جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے ﴾ [محمد: ١٩] یہ اس لئے ہے کہ اس بات سے جہالت ولاعلمی کہ اللہ واحد ہی عبادت کا تنہا مستحق ہے، بندے کے اسلام قبول کرنے کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ لہٰذا کسی شخص کے قبول اسلام کے لیے علم کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ (مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ) (جو شخص فوت ہو گیا اور وہ جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا) [مسلم]

علامہ الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخؒ فرماتے ہیں: ''اہل السنۃ والجماعۃ کے علماء نے لا إلٰہ إلا للہ کے معانی، اس کے منافی اور اس کو ثابت کرنے والے امور ذکر کیے ہیں، جو کہ علم یقینی ہیں اور انکی معرفت کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے، اس میں وارد نفی واثبات کے علم کے ساتھ۔ الوزیر ابوالمظفر نے الافصاح میں کہا ہے کہ: شہادۃ ان لا إلٰہ إلا اللہ کا تقاضہ یہ ہے کہ شہادت دینے والا لا إلٰہ إلا اللہ کا پورا علم بھی رکھتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (فاعلم انہ لا إلٰہ إلا اللہ) کا تقاضہ ہے کہ الوہیت صرف اللہ کیلئے واجب ہے اور کوئی غیر اس کا مستحق نہیں۔ اس کلمہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ کلمہ کفر بالطاغوت اور ایمان باللہ پر مشتمل ہے، سو

Marfat.com

جب تو نے غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کر دی اور اللہ کے لئے الوہیت ثابت کر دی تو تم ان لوگوں میں سے ہو گئے کہ جنہوں نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آئے'' [الدرر السنية :۲/۲۱۶]۔

الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمان ابابطینؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ یہ لوگوں کے لئے پیغام ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے ڈرائے جائیں اور جان لیں کہ وہ یکتا الہٰ ہے تاکہ عقل والے سوچ و بچار کریں [ابراھیم :۵۲] اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ الہٰ واحد کا صرف زبان سے اقرار کریں بلکہ ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الزخرف:۸۶] یعنی وہ اپنے دلوں کی گہرائیوں سے کہیں اور اس کا زبان سے اقرار کریں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" جو اس حالت میں مرا کہ وہ جانتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

علماء کرام نے مذکورہ بالا آیت اور اس قسم کی دیگر آیات سے استدلال کیا ہے کہ انسان پر اللہ تعالی کی معرفت واجب ہے اور یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ **لا إله إلا الله** کے معنی کا جاننا سب سے اہم فریضہ ہے اور اس کے معانی سے لاعلمی سب سے بڑی جہالت ہے۔ جب اس کے معانی کا علم سب سے بڑا فریضہ ہے تو اس کے معانی سے لاعلم رہنا سب سے بڑی اور قبیح ترین جہالت ہے۔

تعجب ہے کہ: بعض لوگ کسی شخص سے **لا إله إلا الله** کے معنی میں نفی و اثبات کو سنتے ہیں تو اس پر عیب لگاتے ہیں اور کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم اس نفی اور اثبات کے چکر میں نہیں پڑتے۔

پس ایسے شخص کو کہا جائے گا کہ: تو، توحید کی معرفت کا مکلّف ہے، اس ذات الٰہی کی توحید کا کہ جس نے تمام جن و انس کو توحید کی معرفت کے لئے پیدا کیا، اور تمام رسولوں کو اس کی طرف دعوت دینے کیلئے ہی بھیجا، نہ صرف یہ بلکہ تو، توحید کی ضد یعنی شرک کی معرفت حاصل کرنیکا بھی مکلّف ہے۔ شرک وہ بلا ہے جسے اللہ تعالی معاف نہیں فرمائیں گے اور اس معاملے میں لاعلمی کا عذر نا قابل قبول ہوگا اور اس میں کسی شخص کی تقلید کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ یہی اصل اصول ہے۔ سو جو شخص معروف کو نہیں جانتا اور منکر کا انکار نہیں کرتا، پس وہ ہلاک ہو گیا خاص کر وہ معروف جس کا نام توحید ہے اور وہ منکر جس کا نام شرک ہے'' [الدرر السنية :۱۲/۵۸]۔

الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن ال الشیخؒ فرماتے ہیں: ''انہوں نے کہا

Marfat.com

(یعنی محمد بن عبدالوہاب نے): مجرد لفظ شہادت کا ادا کر کے زبان سے، اس کے معنی کا علم حاصل کئے بغیر اور اس کے تقاضہ پر عمل کئے بغیر کوئی شخص مسلم نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ابن آدم پر ایک حجت ہے، برخلاف اس شخص کے کہ جس نے یہ کہا کہ ایمان محض اقرار کا نام ہے جیسا کہ کرامیہ کا مذہب ہے یا مجرد تصدیق کا نام ہے جیسے جہمیہ کا عقیدہ ہے۔

اللہ تعالی نے ان منافقین کو جھوٹا کہا کہ جنہوں نے آپ کے پاس آ کر آپ کی رسالت کی شہادت دی بلکہ اللہ تعالی نے انکی اس زبانی شہادت کو ان کے جھوٹا ہونیکی دلیل بنایا، اس کے باوجود کہ انہوں نے بڑے بھرپور طریقے اور بڑی تاکید کے ساتھ لفظ شہادت کو ادا کیا۔ ارشاد باری تعالی ہے ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ﴾ ﴿منافقین آپ کے پاس آ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تو جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں لیکن اللہ یہ شہادت دیتا کہ بے شک یہ منافقین جھوٹے ہیں﴾ [المنافقون:۱]۔

منافقین نے حرف إِنَّ اور ل تاکید لگا کر اپنی شہادت کا دعوی پکا کیا، پھر اللہ تعالی نے ان کو جھوٹا بتلایا اور اللہ نے ان کی شہادت کی تکذیب میں ٹھیک اسی طرح کے تاکیدی حروف استعمال کئے کہ جیسے انہوں نے استعمال کئے تھے بلکہ ان کو منافقین کے زمرے میں کھڑا کر کے مزید ان کی مذمت کی، پس اس سے معلوم ہوا کہ ایمان جس چیز کا نام ہے اس میں سچائی اور عمل کا شامل ہونا لازم ہے لہذا جس شخص نے لا إلـه إلا اللّـه کی شہادت دی اور عبادت غیر اللہ کی تو اس کی شہادت کا کوئی وزن نہیں خواہ وہ نماز پڑھتا ہو، زکوۃ دیتا ہو، حج کرتا ہو اور اسلام کے دیگر ارکان میں سے کچھ بھی کرتا ہو، ایسے لوگوں کے لئے اللہ کا ارشاد ہے کہ جو بعض چیزوں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں فرمایا: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَبِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ﴾ ﴿کیا تم کتاب اللہ کے بعض حصوں کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو﴾ [البقرة:۸۵] [الدرر السنية :۱۲/۵۳۵]۔

(شرط دوم) یقین: اور وہ اس طرح کہ علم توحید اور لا إلـه إلا اللّـه کے معنی کی معرفت کے بعد لازم ہے کہ وہ اس پر پختہ ایمان رکھے اور ان تمام چیزوں کا یقین کرے کہ جو عبادت میں اللہ کی یکتائی پر دلالت کرتی ہیں اور کبھی بھی ان میں شک نہ لائے۔ ارشاد ربانی ہے کہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾ ﴿حقیقی مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے کبھی شک نہ

Marfat.com

کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی سچے لوگ ہیں﴾ [الحجرات: ۱۵]۔

مسلم کی روایت کردہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے لا إلہ إلا اللّٰہ کی شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور بغیر شک کئے اللہ تعالیٰ سے جا ملا تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

(شرط سوم) القبول: ایمان کے سلسلہ میں تیسری شرط قبول ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ علم توحید اور لا إلہ إلا اللّٰہ کے معنی معلوم کرنے اور پورے یقین کے بعد ضروری ہے کہ وہ شہادت کو دل سے قبول کرے اور عبادت میں سے کسی بھی چیز کو رد نہ کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴾ ﴿وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ﴾ ﴿جب ان سے لا إلہ إلا اللّٰہ کے قبول کرنے کو کہا جاتا ہے تو وہ تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہم ایک شاعر پاگل کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں﴾ [الصافات: ۳۶]۔

(شرط چہارم) اطاعت وفرمانبرداری: جس کا مطلب یہ ہے کہ توحید اور لا إلٰہ إلا اللّٰہ جان لینے اور اس کے تیقن اور اسے قبول کر لینے کے بعد ضروری ہے کہ تقاضہ توحید کو عملی جامہ پہنایا جائے اور یہ اس طرح سے ہے کہ ہر طاغوت کا انکار اور اس سے براءت و بیزاری کرے اور اللہ واحد پر ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ ﴿تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات میں آپ کو حکم تسلیم نہ کر لیں پھر آپ کے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی ہچکچاہٹ بھی محسوس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کو خوشدلی سے تسلیم کر لیں﴾ [النساء: ۶۵]۔

- تیسری اور چوتھی شرط کے درمیان فرق یہ ہے کہ تیسری شرط کا مطلب الوہیت خالص کو قبول کرنا ہے اور چوتھی کا مطلب اپنے افعال میں تقاضہ الوہیت کو نافذ کرنا ہے۔

علامہ عبدالرحمن بن حسن آل شیخؒ فرماتے ہیں: ''اسلام مجرد دعوی کا نام نہیں ہے اور نہ یہ محض قول و قرار کا نام ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ: توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری و اطاعت اس طرح سے کی جائے کہ جس میں عاجزی بھی ہو، اللہ کی ربوبیت کا یقین بھی ہو اور اس کے سوا تمام معبودان سے عملی طور پر کٹ

Marfat.com

جانا بھی ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ﴿پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو مضبوطی سے تھام لیا﴾ [البقرۃ:۲۵۶] دوسرے مقام پر فرمایا ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿حکم تو بس اللہ ہی کا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی محکم دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے﴾ [یوسف:۴۰]

[الدرر السنية : كتاب التوحيد :۲/۲۶۴]

(شرط پنجم) سچائی: کہ علم توحید، لا إلٰه إلا اللّٰه کے معانی، اس پر یقین، اس کی قبولیت اور اسے تسلیم کر لینے کے بعد ضروری ہے کہ کلمے کا قائل سچا بھی ہو، صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی نے سچے دل سے شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا''، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس کسی نے صدق دل سے لا الہ الا اللّٰہ کہا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا''، اسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔

لیکن جس کسی نے یہ کلمہ محض زبان سے کہا اور دل سے اس کے معنی کا انکار کیا، سو یہ کلمہ اسے نجات نہ دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿إذا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكَاذِبُوْنَ﴾ ﴿جب آپ کے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن اللہ گواہ ہے کہ بلاشبہ منافقین (اپنے دعوی شہادت میں) جھوٹے ہیں﴾ [المنافقون:۱] اور اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا بتلایا ﴿لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے لیکن درحقیقت یہ مومن نہیں ہیں﴾ [البقرۃ:۸]۔

(شرط ششم) اخلاص: توحید کے علم کے بعد لا إلٰه إلا اللّٰه کے معنی، اس کے تیقن، اس کی قبولیت، اس کے عملی نفاذ اور صدق کے بعد لازم ہے کہ کلمے کا قائل مخلص بھی ہو۔ اخلاص کا معنی یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ یکتا کی ہو اور اس میں کسی غیر کا شائبہ تک نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ﴾ ﴿انہیں حکم دیا گیا ہے کہ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں﴾

Marfat.com

[البینۃ:۵] اسی طرح اخلاص یہ ہے کہ یہ کلمہ کہتے وقت کسی کا لحاظ نہ کیا جائے جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''فان اللّٰہ حرّم علی النار من قال لا اله الا اللّٰہ یبتغی بذلك وجه اللّٰہ '' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جو محض اللہ کی رضا کی خاطر یہ کلمہ کہتا ہے [البخاری و مسلم]، آپ ﷺ کا دوسرا ارشاد ہے کہ: ''اسعد الناس بشفاعتی یوم القیامة من قال لا اله الا اللّٰہ خالصاً مخلصاً من قلبه '' قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے والا سب سے زیادہ وہ خوش بخت ہوگا جس نے مخلص ہو کر اپنے دل سے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کا اقرار کیا'' [البخاری]-

(شرط ہفتم) محبت: مذکورہ چھ شرائط کے بعد ساتویں شرط یہ ہے کہ وہ شخص اس کلمے کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے محبت کرے اور اس محبت کا اقرار زبان سے بھی کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴾ (اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں اور ظالم لوگ جب اللہ کا عذاب دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے کہ ساری طاقت تو بلاشبہ اللہ کی ہے اور اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ﴾ [البقرۃ:۱۶۵]

علامہ شیخ سلیمان بن سحمان ؒ کہتے ہیں: ''اس سلسلے میں کلام کرنے سے پہلے اس میں پیش آنے والے سوالات اور جوابات کا ذکر کرنا بہت ضروری ہے۔ لا إلٰہ إلا اللّٰہ کا معنی اور اس سلسلے میں علماء کرام اور جو کچھ ہمارے شیخ عبدالرحمان بن حسن ؒ، مفتی النجد، نے کہا ہے کہ وہ شرائط جن کے بغیر کسی شخص کا اسلام صحیح نہیں ہو سکتا، وہ علم، عمل اور اعتقاد ہے اور اسلام کو خراب کرنے والی دس چیزیں ہیں جن کا شیخ محمد بن عبدالوہاب نے ذکر کیا ہے، یہ وہ اصل اصول ہیں جن سے دیگر مسائل اور احکام کا استنباط ہوتا ہے'' [الدرر السنیة :۳۴۹/۲]-

علامہ الشیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ ؒ کہتے ہیں: ''ہمیں خوشی ہوئی جو آپ لوگوں کی اکثریت نے جہالت کو پہچان لیا ہے، وہ اگرچہ الفاظ میں کلمہ کا ذکر تو کرتے ہیں لیکن اس کے حقیقی معنی کے منکر ہیں۔ میں چھ یا سات امور کی طرف تنبیہ کرتا ہوں جن کے جمع کئے بغیر اور ان کے تقاضے کے مطابق عمل کئے بغیر کوئی انسان کفر اور نفاق سے نہیں بچ سکتا، لازم ہے کہ دل اور زبان میں کلی مطابقت ہو، علم، عمل اور اعتقاد بھی ہو، خلوص

Marfat.com

نیت سے اسے قبول کرے، محبت اور اطاعت بھی ہو، ضروری ہے کہ جہالت کے خلاف اسے علم حاصل ہو، شرک کے خلاف اس کے پاس اخلاص ہو، جھوٹ کے خلاف اس کے پاس سچائی ہو، شک کے برعکس اس کے پاس یقین ہو ، بخلاف مشرکین کے کہ ان کے پاس سچائی کی بجائے جھوٹ ہوتا ہے جبکہ ایک منافق کلمہ کا اقرار تو کرتا ہے لیکن اسکے تقاضے میں شک کرتا ہے۔ نفرت کی بجائے اس کے دل میں محبت ہو اور انکار کی بجائے اسے قبول کرے بخلاف منافق کے جو اس کا معنی تو جانتا ہے مگر اسے قبول نہیں کرتا جس طرح کہ مشرکین کا وطیرہ ہے۔ اسی طرح انقیاد و اطاعت بھی ضروری ہے جو اس شرک کے خلاف ہو جو اس کے تقاضوں، لوازمات، اور حقوق کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ یہ تمام چیزیں اسلام اور ایمان کی صحت کے لئے ضروری ہیں۔ سو جس شخص نے میرے ذکر کردہ امور کو جانا، ان پر عمل کیا اور لا الہ الا اللہ کا معنی جاننے کے لئے اپنی ہمت خرچ کی اسے اپنے دین میں بصیرت حاصل ہوگئی، اسے حق و باطل میں امتیاز بھی حاصل ہو گیا، اسے ہدایت اور استقامت بھی نصیب ہوگئی اور توفیق کا دار و مدار تو اللہ پر ہی ہے"۔

[الدرر السنية :۲/۲۵۵]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ارکان التوحید

یہ لا إلٰہ إلا اللہ کے ارکان ہیں

رکن کا مطلب: یہ ہے کہ جس کے عدم سے کسی شیء کا عدم لازم آتا ہو مگر رکن کے وجود سے کسی شیء کا وجود ضروری نہیں۔

رکن اور شرط میں فرق: یہ ہے کہ رکن کسی شیء کے اندر ہوتا ہے اور اس پر اس شیء کی صحت کا دارومدار ہوتا ہے، کوئی بھی شیء اس کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتی جبکہ شرط کسی شیء کے باہر ہوتی ہے اور اس پر اس شیء کی قبولیت کا دارومدار ہوتا ہے، کوئی بھی شیء اس کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔

رکن کی تعریف کے بعد سمجھ لو کہ توحید، جو کہ اللہ نے تم پر فرض کی ہے، اس کے اسی طرح سے ارکان ہیں کہ جس طرح سے نماز کے ارکان کہ جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی، مثلاً: تکبیر تحریمہ، رکوع، سجود، آخری تشہد وغیرہ۔ ان ارکان میں سے کوئی بھی رکن بندے سے رہ جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے، اسی طرح ارکان توحید میں سے بھی اگر کوئی رکن بندے سے رہ جائے تو وہ موحد نہیں رہتا اور فقط لا إلٰہ إلا اللہ کا زبانی اقرار اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا،

توحید کے دو بنیادی رکن ہیں:

رکن اوّل: الکفر بالطاغوت (طاغوت کا انکار کرنا)

رکن ثانی: الإیمان باللہ وحدہ (اللہ واحد پر ایمان لانا)

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ قد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾ [البقرۃ:۲۵۶]۔ العروۃ الوثقی: کلمہ لا إلا إلا اللہ ہے اور یہی کلمہ توحید ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا کہ: "من قال لا إلٰہ إلا اللہ وکَفَرَ بما یُعْبَدُ مِن دُونِ اللہ حَرُمَ مَالُہُ ودَمُہُ وحِسَابُہُ علی اللہ" جس نے لا إلٰہ إلا اللہ کا اقرار کیا اور اللہ کے علاوہ جن جن کی عبادت کی جاتی ہے ان سب کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون حرام ہے اور اس کا حساب اللہ کے حوالے ہے [صحیح مسلم]۔

Marfat.com

رکن اوّل: طاغوت کا انکار کرنا

ایک انسان جب تک طاغوت کا انکار نہ کرے تب تک موحد نہیں بن سکتا اور جب تک وہ طاغوت کی حقیقت کو معلوم نہ کر لے تب تک وہ طاغوت کا انکار نہیں کر سکتا۔

لغوی معنی: لغت میں طاغوت طغیان سے مشتق ہے اور طغیان کا معنی حد سے گزرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴾ ﴿جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا﴾ [الحاقۃ:١١] یعنی جب پانی زیادہ ہو گیا اور معمول کی حد سے گزر گیا۔

شرعی تعریف: شریعت کی رو سے ہر وہ چیز جو اپنی مقررہ حد سے بڑھ جائے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کسی حق کو غصب کر کے اپنے لئے منسوب کر لے اور اپنے آپ کو اللہ کے مقابلے میں کھڑا کر لے کہ جو حقوق اللہ کے لئے خاص ہیں وہ ان کا مالک بن جائے، اسے طاغوت کہتے ہیں۔ اس مختصری وضاحت کے بعد طاغوت کا معنی یہ ہوا کہ مندرجہ ذیل تین امور میں سے کسی ایک کو اپنے لئے خاص کر لے:

١۔ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے کسی ایک کو اپنے لئے خاص کر لے، مثلاً: خلق، رزق یا قانون سازی، پس جو ایسا کرے تو وہ طاغوت ہے۔

٢۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایک کو اپنے لئے خاص کر لے، مثلاً: علم غیب، سو ایسا کرنے والا بھی طاغوت ہے۔

٣۔ عبادات میں سے کسی ایک عبادت کو اپنے لئے خاص کر لے، مثلاً: دعاء، نذر، جانور کی قربانی یا تحاکم وغیرہ، چاہے وہ ان کا اقرار کرے یا سکوت و عدم انکار کی روش اختیار کرے وہ طاغوت ہی ہے، جب تک کہ وہ ان چیزوں سے سچی توبہ نہ کر لے، ان کو چھوڑ نہ دے، ان سے براءت و بیزاری نہ کرے وہ طاغوت ہی کہلائے گا۔

پس ان تین مذکورہ امور میں سے کسی ایک کو، جس کسی نے بھی اپنے اختیار اور تصرف میں لیا وہ طاغوت اور اللہ تعالیٰ کا شریک بن گیا۔

امام مالک نے طاغوت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ: اللہ کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ

Marfat.com

طاغوت ہے [تفسیر ابن کثیر: سورۃ النساء:۵۱، سورۃ البقرۃ:۲۵۶]۔

طاغوت کی یہ ایک عام جید تعریف ہے، یعنی اللہ کے سوا جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ طاغوت ہی ہے جیسے اصنام، قبور، پتھر، درخت اور جمادات وغیرہ میں سے اوثان اور انہیں میں وہ احکام بھی ہیں کہ جنہیں اللہ کے حکم کے مقابلے میں نافذ کیا جاتا ہے اور انہیں میں وہ فیصلے بھی ہیں کہ جنہیں اللہ کے فیصلوں کے مقابلے میں لوگوں پر لاگو کیا جاتا ہے، انہیں میں سے شیطان ہے اور انہیں میں سے جادو ہے، انہیں میں سے وہ کاہن ہیں جو لوگوں کو علم غیب کی باتیں بتاتے ہیں، انہیں میں سے وہ لوگ ہیں جو اپنی عبادت کرا کے خوش ہوتے ہیں اور انہیں میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو تحلیل، تحریم اور شریعت سازی کے مقام پر فائز کر لیا ہے، سو یہ سب کے سب طاغوت ہیں جن کا انکار کرنا لازم ہے، ان سے اور ان کے پجاریوں سے الگ ہونا اور ان سے براءت و بیزاری کرنا لازمی ہے۔

علامہ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطینؒ فرماتے ہیں: ''ان سب کے خیالات اور رائے کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ طاغوت کا نام ہر اس چیز پر صادق آتا ہے کہ جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور ہر اس شخص پر صادق آتا ہے کہ جو گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی باطل کی طرف بلاتا ہے اور یہ لفظ اس شخص پر بھی صادق آتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف لوگوں میں جاہلیت کے حکم جاری کرے، اسی طرح یہ لفظ کاہن، جادوگر، بتوں کے محافظ و نگران اور ان کی عبادت کی طرف بلانے والوں، قبور و مزارات کے مجاوروں اور ان کی عبادت کے لئے لوگوں کو بلانے والوں پر بھی صادق آتا ہے'' [مجموعۃ التوحید:۱/۱۷۳]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

رؤوس الطّواغیت

طواغیت کے سرغنے

امام محمد بن عبدالوهابؒ فرماتے ہیں: طواغیت بہت سے ہیں مگران کے سرغنے پانچ ہیں:

پہلا: شیطان ہے کہ جولوگوں کوغیراللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہےاوراس پردلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴾ ﴿اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہدنہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، یہ تمہارا کھلا دشمن ہے﴾ [یٰسٓ:٦٠]۔

دوسرا: ظالم حکمران ہے کہ جواللہ تعالیٰ کے واضح احکامات کوتبدیل کرتا ہےاوراس پردلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ﴾ ﴿کیا تو نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جودعوی تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس پرایمان لائے کہ جوتجھ پرنازل کیا گیااوراس پربھی جوتجھ سے پہلے نازل کیا گیالیکن چاہتے یہ ہیں کہ طاغوت کوفیصل بنالیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ طاغوت کاانکارکریں﴾[النساء:٦٠]

تیسرا: وہ ہے کہ جواللہ کے نازل کردہ احکام کوچھوڑ کرمخلوق کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق فیصلے کرتا ہے، اس پردلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴾ ﴿اور جولوگ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلے نہ کریں تووہ کافرہیں﴾ [المائدۃ:٤٤] شیخ کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ قاضی یاجج ہے کہ جوایسے قوانین کولاگوکرتا ہے کہ جواللہ کے احکامات کوتبدیل ومتغیرکردیتے ہیں۔

چوتھا: وہ ہے کہ جواللہ کے سواعلم غیب کادعوی کرتا ہےاوراس پردلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿عٰلِمُ الۡغَيۡبِ فَلَا يُظۡهِرُ عَلٰى غَيۡبِهٖۤ اَحَدًا ﴾ ﴿(اللہ) غیب کا جاننے والا ہےاوراپنے غیب پرکسی کومطلع نہیں کرتا﴾ [الجن:٢٦]۔

Marfat.com

پانچواں: وہ ہے کہ جسکی اللہ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اس پر خوش ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ﴾ ﴿اوران میں سے جو کوئی کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں پس اس کی سزا جہنم ہے اسی طرح ہم ظالموں کو سزا دیا کرتے ہیں﴾ [الانبیاء:۲۹] [مجموعة التوحيد : الرسالة الأولى :۱/۱۵]۔

شیخ آیت: ﴿ولا يشرك بعبادة ربه احدا﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت کا مفہوم صرف وہی شخص جان سکتا ہے کہ جو توحید ربوبیت اور توحید الوہیت میں امتیاز کرسکتا ہو، اس کے علاوہ وہ لوگوں کی بھیڑ چال کے عقائد کو بھی اچھی طرح سے جانتا ہو۔ ان میں وہ طواغیت بھی ہیں کہ جو توحید ربوبیت میں اللہ سے جھگڑتے ہیں اور ان کا شرک ایسا ہے کہ جس تک مشرکین عرب بھی نہیں پہنچ سکے تھے اور پھر ان طواغیت کے پیروکار ہیں کہ جو ان کی تصدیق وحمایت کرتے ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں کہ جو تشکیک کے مرض میں مبتلا ہیں، نہ تو اللہ کے نازل کردہ احکام کو جانتے ہیں اور نہ اللہ کے آخری نبی کے دین اور نصاریٰ کے دین میں امتیاز کرسکتے ہیں''۔

[تاریخ نجد: ص۵۰۶]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

١٢٥٢٥٩

Marfat.com

طاغوت کا انکار کیسے کیا جائے

طاغوت کا انکار کرنے کے لئے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے:

اول: طاغوت کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ ﴿یہی برحق ہے اور اللہ کے سوا یہ جن کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے بلاشبہ اللہ بلند و بڑائی والا ہے﴾ [الحج:۶۲]۔

دوم: طاغوت کی عبادت کا ترک اور اس سے اجتناب کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ﴿اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (اس دعوت کے ساتھ) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو﴾ [النحل:۳۶] اور فرمایا ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾ ﴿بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرو﴾ [الحج:۳۰]۔

میرے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح راستے کی ہدایت دے، طاغوت اور بتوں کی عبادت: ان کے پاس فیصلے کے لیے جانا، ان سے مدد طلب کرنا، ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرنا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۵۶ کی تفسیر میں کہا ہے کہ: ''اہل جاہلیت کا شرک یہی تھا''۔

حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''طاغوت یا شیطان اس میں ہر وہ برائی شامل ہے جس میں اہل جاہلیت غرق تھے، اس میں بتوں کی عبادت، ان کو حکم، فیصل بنانا اور ان سے مدد مانگنا بھی شامل ہے''۔

میرے مسلم بھائی طاغوت کی ترک کرنے، چھوڑ دینے کی تین قسمیں ہیں:

اول: اعتقاداً ترک کرنا

دوم: قولاً ترک کرنا

سوم: فعلاً ترک کرنا

Marfat.com

جب تک کوئی مسلم ان تینوں طریقوں سے طاغوت کو ترک نہیں کرے گا تو وہ طاغوت سے اجتناب کرنے والا شمار نہیں ہوگا، اس لئے کہ کچھ لوگ قول اور فعل سے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں مگر عقیدہ میں نہیں، سو ایسے لوگ منافق ہیں۔ کچھ لوگ عقیدۃً تو ترک کر دیتے ہیں مگر زبان سے اظہار نہیں کرتے سو یہ وہ لوگ ہیں جو بتوں اور طاغوت کو قابل احترام جانتے ہیں۔ بعض وہ لوگ ہیں جو عقیدہ نہ رکھنے کے باوجود عملی طور پر ان کو نہیں چھوڑتے، یہ وہ لوگ ہیں جو طاغوت کو سجدہ بھی کرتے ہیں، نذر نیاز بھی چڑھاتے ہیں، ان کو حکم بھی مانتے ہیں اور اپنے صحیح العقیدہ ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ جب تک کوئی شخص ان تمام اقسام کو چھوڑ نہ دے تب تک وہ طاغوت سے اجتناب کرنے والا نہیں ہوسکتا۔

علامہ الشیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخؒ اپنی کتاب (تیسیر العزیز الحمید : ص۴۱۹) پر اللہ کے ارشاد ﴿ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں، ... الخ ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ کر طاغوت سے تحاکم کو ترک کرنا، فرائض میں سے ہے اور ان طواغیت کے پاس تحاکم کے لیے جانے والا مومن تو کیا مسلم بھی نہیں ہوسکتا''۔

یہاں یہ تنبیہ کرنا بھی مناسب ہے کہ اللہ نے ان طاغوتوں کا انکار کرنے اور ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا حاکمیت جو صرف اللہ کا حق ہے ان طواغیت کو کیسے دیا جاسکتا ہے سو اگر ان طاغوتوں میں سے کسی کو بھی مدد کے لئے پکارا جاتا ہے تو اس کو مدد کے لئے نہیں پکارا جائے گا، اگر کسی کے لئے ذبیحہ کیا جاتا ہے اور اس کا قرب تلاش کیا جاتا ہے تو اس کیلئے ذبیحہ نہ کیا جائے گا، اگر کسی کو حکم بنایا جاتا ہے تو اسے حَکَم نہ بنایا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃؒ فرماتے ہیں: ''اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر جس کسی بھی حاکم کے پاس فیصلہ لے جایا جائے گا وہی طاغوت ہے'' [مجموع الفتاویٰ :۲۰۱/۲۸]۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''ہر قوم کا طاغوت وہ شخص ہے کہ جو کتاب وسنت کی بجائے کسی اور قانون سے ان کے درمیان فیصلے کرے'' [اعلام الوقعین:۴۰/۱]۔

Marfat.com

سوم: عداوت، دشمنی:

اللہ تعالی نے سیدنا ابراہیم کے وہ الفاظ بیان کیے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ﴾ ﴿اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ﴾ ﴿فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ﴿کیا تمہیں معلوم ہے کہ جنکی تم پوجا کرتے ہو﴾ ﴿تم اور تمہارے پہلے اباؤاجداد﴾ ﴿سو یہ تمام میرے دشمن ہیں سوائے رب العالمین کے﴾ [الشعراء:۷۷]۔

چہارم: بغض (ناراضگی رکھنا):

اللہ کریم کا ارشاد ہے ﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ﴾ ﴿بلاشبہ تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان تمام چیزوں سے بیزار ہیں کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، ہم تمہارا انکار کرتے ہیں، ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے کھلی دشمنی اور بغض واضح ہو چکا یہاں تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ﴾ [الممتحنۃ:۴]۔

الدرر السنیۃ میں علماء دعوت نجدیہ کے علماء نے اللہ کے ارشاد ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ﴿بیشک ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو﴾ [النحل:۳۶] کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ: یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی انسان متبع ہو کر محبت کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کرتا ہے لیکن نہ تو مشرکوں کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اور نہ ہی ان سے عداوت رکھتا ہے تو ایسے شخص نے طاغوت کا انکار نہیں کیا اور جس نے طاغوت سے اجتناب نہیں کیا تو ایسا شخص اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ یہ کافر ہے اگرچہ یہ شخص اس امت میں سب سے زیادہ عبادت گذار، شب بیدار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو، اسکی تمام عبادت ایسی ہی ہے جیسے کسی نے غسلِ جنابت کے بغیر نماز پڑھی یا شدید گرمی میں روزہ رکھ کر بدکاری کا ارتکاب کیا۔

پنجم: تکفیر: یعنی طاغوت کا انکار کرنا اور اس کا بھی جو اس کی عبادت اور اس سے محبت کرتا ہے اور ہر

Marfat.com

اس شخص کا انکار کرنا کہ جو ملت کفر کے عقائد و تہذیب کا پرچار کرتا ہے اور اسکی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے اللہ نے ابن آدم پر جو پہلی چیز فرض کی ہے وہ طاغوت کا انکار ہے اور اسکی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ﴿اور بے شک ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو﴾ [النحل:۳۶]۔

طاغوت کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے عقیدے کو باطل سمجھا جائے، اسے چھوڑا جائے، اس سے بغض رکھا جائے، طاغوت کے پجاریوں سے تعلق ختم کیا جائے اور ان سے کھلی عداوت کا اظہار کیا جائے۔

امام صاحب مزید فرماتے ہیں کہ: ''یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ کوئی انسان اس وقت تک مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ طاغوت کا انکار نہ کر دے اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے پس اس نے نہ ٹوٹنے والے کڑے کو مضبوطی سے تھام لیا'' [البقرۃ:۲۵۶]۔

[مجموعة التوحيد : الرسالة الأولى :ص۱۴،۱۵]

مزید فرماتے ہیں: ''میرے مسلم بھائی اپنے دین کی اصل، جڑ کے ساتھ چمٹ جاؤ، جسکا اول، آخر اور بنیاد، لا إلٰه إلا الله کی شہادت ہے۔ اس کے معانی کو پہچانو! اس سے محبت کرو اور جو لوگ اس سے محبت رکھتے ہیں ان سے محبت کرو، انہیں اپنا بھائی بند بناؤ اگر چہ وہ کتنے دور ہی کیوں نہ ہوں۔ طواغیت کا انکار کرو، ان سے عداوت کا اظہار کرو اور جو ان سے محبت کرتے ہیں ان سے بغض رکھو اور ان سے بھی جو طاغوت کی وکالت کرتے ہیں اور ان کا انکار نہیں کرتے یا جو یہ کہتے ہیں کہ: اللہ نے ہمیں طواغیت کے انکار کا مکلف نہیں بنایا، تو یہ جھوٹے ہیں اور اللہ پر افترٰی باندھ رہے ہیں، بیشک اللہ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم طواغیت کا انکار کریں لہٰذا ایسے لوگوں سے اعلان برأت کرو خواہ وہ تمہارے بھائی اور تمہاری اولاد ہی کیوں نہ ہوں۔ ان باتوں کو مضبوطی سے تھام لو تا کہ جب تم اپنے رب سے ملو تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر رہے ہو۔ اللہ ہمیں ایسی حالت میں موت دے کہ ہم مسلم ہوں اور ہمیں صالحین کے ساتھ ملا دے'' [مجموعة التوحيد : الرسالة الخامسة:ص۱۴۱]۔

Marfat.com

رکن ثانی: اللہ واحد پر ایمان لانا

ارکان توحید میں دوسرا رکن اللہ اکیلے پر ایمان لانا ہے۔ ایمان باللہ یہ ہے کہ تو اللہ عز وجل پر اس طرح سے ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ کو اسکے تمام افعال ربوبیت، اسکے اسماء اور صفات میں اسے تنہا اور یکتا سمجھے اور جملہ عبادات اسی کے لئے خاص کردے۔ ایمان باللہ کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانا: جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مخصوص افعال ربوبیت جیسے خلق، رزق اور شریعت سازی وغیرہ ایسے افعال میں اللہ تعالیٰ پر اس طرح سے ایمان لایا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی چیز کسی غیر کے لئے منسوب نہ کی جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَىْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ﴿اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں خلق کیا پھر تمہیں رزق عطاء کیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے وضع کردہ شریکوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکے، اسکی ذات پاک اور بلند تر ہے اس شرک سے جو تم کرتے ہو﴾ [الروم:۴۰]۔

دوسری قسم: اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اسکی صفات پر ایمان لانا: وہ یہ ہے کہ جو اسماء اور صفات، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ثابت کئے اور جنہیں نبی ﷺ نے ثابت کیا، ان پر بغیر کسی کمی، بیشی، تحریف، تکییف، تعطیل اور تمثیل کے ایمان لایا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَىْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ ﴿اسکی مثل کوئی شئے نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے﴾ [الشوریٰ:۱۱] ان اسماء اور صفات پر اس طرح سے ایمان لایا جائے کہ صرف وہی اکیلا و یکتا ہی ان سے موسوم اور موصوف ہے اور ان میں کوئی بھی دوسری چیز اس کی شریک نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ﴿کہہ دیجئے کہ آسمانوں اور زمین پر رہنے والا کوئی بھی شخص اللہ کے سوا غیب کو نہیں جانتا﴾۔

[النمل:٦٥]

Marfat.com

تیسری قسم: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان لانا: وہ یہ ہے کہ اس بات کا اقرار ویقین کہ ایک اکیلا اللہ ہی الہٰ اور معبود ہے اور جتنی بھی عبادات ہیں جیسے: دعاء، رکوع، سجود اور نذر و نیاز وغیرہ، صرف اسی کا حق ہیں۔ یہ تمام عبادات صرف اس اکیلے کے لیے کرنا اوران میں سے کوئی بھی عمل کسی اور کے لیے نہ کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿واعبُدُوااللّٰہ ولا تُشرِکوا بِہِ شَیئًا﴾ [النسآء:۳۶]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

بندہ مُوحّد کس طرح بنتا ہے؟

میرے بھائی جان لو کہ کوئی بھی بندہ دو چیزوں کے بغیر اللہ عزوجل کے لئے موحد نہیں ہوسکتا۔

امر اول: اللہ کے حق کو پہچاننا اور اسی کے لئے اس کو ثابت کرنا اور کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کرنا اللہ کے لئے مخصوص حقوق تین ہیں:

پہلا حق: وہ افعالِ ربوبیت ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہیں اور اس میں کسی دوسرے کو شریک کرنا کسی بھی انسان کے لئے جائز نہیں، نہ کسی فرشتے کے لئے اور نہ کسی نبی مرسل کے لئے۔ ان خاص افعال میں سے پہلا حق یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ ہی ہے کہ جو عدم سے وجود میں لاتا ہے، عدم سے روزی فراہم کرتا ہے، زندہ کرتا ہے، مارتا ہے، نفع پہنچاتا ہے، ضرر بھی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہی ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، کائنات میں تصرف کرتا ہے، قانون سازی اور احکام کا اجراء کرتا ہے اور یہ کہ کائنات کی ہر چیز اسی کے قبضے میں ہے۔

دوسرا حق: وہ اسماء وصفات ہیں کہ جن سے ذات باری تعالیٰ متصف ہے اور ان میں کوئی بھی دوسرا اس کا شریک نہیں، کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کوئی بھی چیز کسی اور کیلئے مانے چاہے وہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا کوئی نبی مرسل۔ وہ اسماء جو ذات باری تعالی کے لئے مخصوص ہیں، مثلاً: اللہ، الاحد، الصمد، الرحمٰن اور القدوس وغیرہ، البتہ الکریم، الرحیم اور الملک وغیرہ ایسے نام ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان مشترک ہیں۔ وہ صفات کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں، جیسے: صفت کمال قدرت یعنی اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور کمال علم یعنی اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے، انہی صفات میں سے اللہ کے عالم الغیب ہونے کی صفت ہے اور انہی صفات میں سے کمال سماعت کی صفت ہے یعنی وہ ہر قریب وبعید کی سنتا ہے، اسی طرح کی دیگر صفاتِ کمال کہ جو اس کیلئے خاص ہیں اور جن میں کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہوسکتا۔

تیسرا حق: یہ ہے کہ اللہ کے لئے عبادت کو خاص کرنا، یہ بندوں پر اللہ کا حق ہے، اس لئے کہ اس نے انسانوں کو تخلیق کیا، وہی ان کو روزی پہنچاتا ہے، وہی ان کو مارتا ہے اور وہی ان کو زندہ کرے گا، ارشاد باری تعالی ہے

Marfat.com

﴿اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ هَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾ ﴿اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمہیں تخلیق کیا پھر تمہیں رزق عطاء کیا پھر تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو اس میں سے کچھ بھی کر سکے، اللہ کی ذات پاک اور بلند ہے اس شرک سے جو یہ کرر ہے ہیں﴾ [الروم:۴۰]۔

اور ارشاد گرامی ہے ﴿یَا اَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ﴿الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ، وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو چھت اور آسمانوں سے مینہ برسایا جس کے ذریعہ تمہارے لئے پھلوں سے رزق مہیا کیا سو تم اللہ کے لئے شریک مت ٹھہراؤ جبکہ تم جانتے بھی ہو کہ اس کا کوئی شریک ہو ہی نہیں سکتا﴾ [البقرۃ:۲۱،۲۲]۔

﴿و فی الصحیحین عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال: کنت ردیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حمار، فقال: یا معاذ أتدری ما حق اللّٰہ علی عبادہ وما حق العباد علی اللّٰہ؟ قال اللّٰہ و رسوله اعلم، قال: "حق اللّٰہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا به شیئا، وحق العباد علی اللّٰہ ان لا یعذب من لا یشرک به شیئا"، قال یا رسول اللّٰہ افلا أبشّر الناس قال: لا تبشرهم فیتکلوا﴾ صحیحین میں معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ: میں ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر بیٹھا ہوا تھا انہوں نے فرمایا: اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں، پھر آپ نے فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اسکی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے کہ جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا یہ خوشخبری میں لوگوں تک پہنچا دوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں لوگ اس پر بھروسہ کرلیں گے اور عمل سے رک جائیں گے۔

عبادت کی وہ قسمیں جو خالصۃً اللہ کے لئے ہیں ان میں سے دعا، رکوع، سجدہ، محبت، تعظیم، خوف، امید، رجوع، رغبت، ڈر، خشوع، خشیت، توکل، استغاثہ، مدد مانگنا، پناہ طلب کرنا، نذر، ذبیحہ، طواف اور تحاکم وغیرہ ہیں، یہ

Marfat.com

عبادات صرف اللہ عزوجل کے لیے کی جائیں گی اور جو ان میں سے کوئی ایک بھی کسی اور کیلئے کرے وہ مشرک وکافر شمار ہوگا چاہے وہ نماز پڑھے، روزے رکھے، حج کرے اور دعوی کرے کہ وہ مسلم ہے۔

امر ثانی: اپنے عقیدے، قول اور عمل سے اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا مان کر اس کی عبادت کرے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسکی توحید دو بنیادی ارکان پر مشتمل ہے:

اول: طاغوت کا انکار

دوم: اللہ ایک، اکیلے اور یکتا پر ایمان لانا

الکفر بالطاغوت: یہ ارکان توحید میں سے پہلا رکن ہے اور یہ رکن اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا کہ جب تک کہ اعتقاداً، قولاً اور عملاً اس کا انکار نہ کیا جائے اور جب بندہ ان تینوں طریقوں سے طاغوت کا انکار کرے گا تو تب ہی وہ طاغوت کا منکر سمجھا جائے گا اور اگر ان میں سے کسی ایک چیز کی بھی کمی ہوگی تو اسے منکر بالطاغوت نہ کہا جائیگا۔ اس کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ﴿اور بے شک ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو﴾ [النحل: ۳۶]

اسکی مثال: اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ ہی شارع ہے اور وہ شخص اس بات کا زبان سے اظہار بھی کرے لیکن اس کے بعد کوئی کافرانہ فعل کرے یعنی کوئی ایسا فعل کرے کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس نے شریعت سازی (قانون سازی) کا اختیار کسی اور کو دے کر اسے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریعت ساز مان لیا، تو گویا اس نے اللہ کے حق شریعت میں اپنے نفس کو بھی شامل کر لیا کہ جو اللہ کے سوا کسی کا بھی حق نہیں چنانچہ اس شخص نے عملی اعتبار سے اللہ کی ربوبیت میں شرک کیا۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تجھ پر رحم فرمائے جان لو کہ اللہ کا دین انسان کے دل میں (پختہ) عقیدہ، محبت اور عداوت کے توازن کے ساتھ جاں گزیں ہونا چاہیے، زبان اس کا اعلان کرے، کفر کا انکار کرے، اعضاء عملی طور پر اسکی صداقت ثابت کریں، ارکان اسلام کی بجا آوری عمل میں لائیں اور کفر کے تمام افعال کو ترک کر دیا جائے، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ادھوری رہ گئی تو اس کا مرتکب شخص کافر اور مرتد ہوگیا۔

[الدرر السنية: كتاب حكم المرتد: ص ٨/٨٧]

Marfat.com

الایمان باللہ وحدہ: یہ ارکان توحید میں سے دوسرا رکن ہے اور یہ رکن اس وقت درست ہوگا کہ جب انسان اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کی عبادت، اعتقاد، اقرار اور عمل کے ساتھ کرے تو جب بندہ اپنے رب پر اعتقاداً، قولاً اور فعلاً ایمان لے آئے تو تب وہ مؤمن باللہ شمار ہوگا اور اگر ان تین لازمی امور میں سے کوئی ایک بھی کم ہوا تو وہ مؤمن باللہ شمار نہ ہوگا۔ اس بارے میں امام آجری نے اپنی کتاب الشریعہ میں ایک باب باندھا ہے کہ: ''ایمان دل کی تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرنے کا نام ہے لہٰذا کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا کہ جب تک اس میں یہ تینوں خصلتیں جمع نہ ہوجائیں''۔

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں کہ: ''امت میں اس بات پر تو کوئی اختلاف ہی نہیں ہے کہ توحید کے لئے ضروری ہے کہ وہ دل سے ہو، جس کا نام علم ہے اور زبان سے ہو، جس کا نام اقرار ہے اور عمل سے ہو، جس کا مطلب اوامر ونواہی کا نفاذ ہے۔ پس اگر ان میں سے کسی ایک چیز کی بھی کمی ہوئی تو وہ آدمی مسلم نہ ہوگا، اگر وہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور عمل نہیں کرتا تو وہ کافر ہے اور اسی طرح کا سرکش ہے جیسے فرعون اور ابلیس اور اگر وہ ظاہری طور پر تو توحید پر عمل کرتا ہے اور دل میں عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ منافق خالص اور کافر سے بدتر ہے''۔

[الدرر السنیة: ۲/۱۲۴]

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطینؒ فرماتے ہیں: ''جب کوئی مسلم اس کلمہ کی شان جلیلہ اور حدود وقیود کو پہچان لے تو اس کیلئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اس کے دل میں اس کا اعتقاد ہو، زبان پر اس کا اقرار ہو اور اس کے ارکان پر اس کا عمل بھی ہو اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی رہ گئی تو وہ آدمی مسلم نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص مسلم بن جائے اور ارکان اسلام کا عامل بھی ہو اور پھر اس سے کوئی ایسا قول، فعل یا اعتقاد سرزد ہوجائے جو اس کے منافی ہو تو اس کا ایمان اسکو کوئی فائدہ نہ دے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں معذرت خواہی کرنے والوں کے متعلق فرمایا ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ﴾ ﴿تم عذر نہ بناؤ بلاشبہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا﴾ [التوبۃ:٦٦] اسی طرح دوسروں کے بارے میں فرمایا ﴿وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ﴾ ﴿بلاشبہ انہوں نے کلمہ کفر کہا اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا﴾ [التوبۃ:۷۴]۔

[مجموعة التوحيد : الرسالة الثامنة: أسباب نجاة السؤول من السيف المسلول للشيخ عبدالله أبابطين]

علامہ **الشیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخؒ** فرماتے ہیں: ''مرتد کے بارے میں فقہا نے

Marfat.com

کہا ہے کہ انسان ایک بات سے جسے وہ کہتا ہے یا ایک عمل سے جسے وہ کرتا ہے کافر ہو جاتا ہے، اگر چہ وہ لا إلٰہ إلا اللّٰہ و أن محمدالرسول اللہ کی شہادت بھی دیتا ہو، نماز بھی پڑھتا ہو، روزہ بھی رکھتا ہو اور صدقہ بھی کرتا ہو، سو یہ شخص مرتد ہو جائے گا اور اس کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اس کے اس قول یا عمل کی وجہ سے اور خاص کر اگر وہ اسی حالت میں مرگیا تو اسکے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اس کے برعکس اگر اس نے موت سے پہلے توبہ کرلی تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے'' [الدرر السنیة: ۵۸۶/۱]۔

علامه سلیمان بن سحمانؒ فرماتے ہیں کہ: ''لا إله إلا الله کی گواہی میں ضروری ہے کہ دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل ہو، اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی کمی ہو تو آدمی مسلم نہیں رہتا۔ اگر کوئی شخص مسلم ہو، ارکان پر عمل کرتا ہو اور پھر اس سے کوئی ایسا عمل، قول یا اعتقاد سرزد ہو جائے کہ جو اس اقرار کے منافی ہو تو اسے صرف لا إلٰہ إلا اللّٰہ کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دے گا، کتاب وسنت میں اس بارے میں بہت دلائل ہیں'' [الدرر السنیة: ۳۵۰/۲]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ثالثاً : نواقض التوحید
وھی نواقض لا إلٰہ إلا اللّٰہ
عقیدہ توحید کو باطل کرنے والے امور

توحید کے ناقض کی تعریف: ناقض وہ ہے کہ جس کے وجود سے کسی دوسری چیز کا وجود باقی نہیں رہتا یعنی ناقض وہ چیز ہے کہ جو کسی چیز کو خراب کردے اور اس کے وجود کو نیست و نابود کردے۔ پس ضروری ہے کہ اے مسلم بھائی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جب کوئی نمازی کسی ناقض نماز کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے، جیسے کوئی نمازی نماز میں قہقہہ لگائے یا نماز میں کچھ کھا پی لے وغیرہ، تو یہ تمام چیزیں نماز کو باطل کرنے والی ہیں۔ اسی طرح توحید کے بھی کچھ نواقض ہیں، جب کوئی بندہ ان نواقض کا ارتکاب کرتا ہے تو اسکی توحید باطل ہو جاتی ہے اور وہ مشرک و کافر بن جاتا ہے۔

نواقض التوحید مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الشرک باللہ تعالیٰ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ﴿اور بلاشبہ تیری طرف اور تجھ سے پہلے انبیاء کی طرف وحی کی گئی کہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے تمام عمل ضائع ہو جائیں گے اور تو یقیناً خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا﴾ [الزمر: ۶۵]۔

(۲) الواسطہ بین العبد و بین اللہ: جو شخص اللہ اور بندے کے درمیان کسی اور کو واسطہ تسلیم کرے ان سے شفاعت طلب کرے اور ان پر توکل کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ﴿اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ

Marfat.com

انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہیں﴾ [یونس:۱۸] یہ ان لوگوں کا حال ہے کہ جو اولیاء اور صالحین کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں پر مختلف قسم کی عبادات از قسم دعا، نذر، نیاز، ذبیحہ، استغاثہ اور ان کی قبروں کے گرد طواف کرنا، وغیرہ کرتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ عنقریب اللہ کے ہاں ان کی شفاعت کریں گے۔

(۳) جو شخص مشرکین کو کافر نہ کہے یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے مسلک کو صحیح مانے ایسا شخص کافر ہے: شک سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلم، کسی ایسے شخص کے کفر میں شک کرے کہ جس کے کفر پر امت کا اجماع ہے، جیسا کہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین وغیرہ۔ اس سلسلہ میں زمانہ جاہلیت کے مشرکین، جنہوں نے اپنے مشرک ہونے کی خود شہادت دی اور اس زمانے کے مشرکین کہ جو ایمان اور اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص حق کو غیروں کے لئے روا رکھتے ہیں، کوئی فرق نہیں۔

امام شوکانی ؒ فرماتے ہیں: ''شرک یہی نہیں کہ بعض ناموں کا بعض مسمیات پر اطلاق کر دیا جائے بلکہ شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کے لئے وہ کچھ کیا جائے کہ جو اللہ کے لئے خاص ہے خواہ اسے جاہلیت کے رکھے ہوئے ناموں میں سے کوئی نام دے دیا جائے یا کوئی اور نام، اس تبدیلی اسم کا کوئی اعتبار نہیں'' [الدرر النضید: ص۱۸]۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سے کسی چیز کا مذاق اڑانے والا، ثواب یا عذاب کی تحقیر کرنے والا بھی کافر ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿قُلْ اَبِاللّٰہِ وَآیَاتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ﴾ ﴿لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ﴾ ﴿کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ اور اسکی آیات اور اسکے رسول کا مذاق اڑاتے ہو۔ عذر نہ بناؤ بلاشبہ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا﴾ [التوبۃ:۶۶]

(۵) السحر (جادو): یعنی دو افراد مثلاً: میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا یا ان میں نفرت پیدا کرنا یا دو افراد کے درمیان محبت پیدا کرنے والے جادو وغیرہ، شرک میں سے ہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کو نفع ونقصان کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اور اللہ کے علاوہ کسی اور سے نفع ونقصان کی توقع رکھنا کفر وشرک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا یُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰی یَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ﴾ ﴿وہ دونوں کسی کو سکھانے سے پہلے کہہ دیتے تھے کہ ہم تو آزمائش بنا کر بھیجے گئے ہیں پس تم کفر نہ کرو﴾ [البقرۃ:۱۰۲]۔

Marfat.com

(۶) مومنین کے خلاف مشرکین کا ساتھ دینا، انکی نصرت کرنا اور ان سے تعاون کرنا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَنۡ يَتَوَلَّهُم مِّنكُمۡ فَإِنَّهُۥ مِنۡهُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست رکھے تو وہ انہیں میں سے ہے بلاشبہ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا [المائدہ:۵۱]۔

(۷) کسی بت، مجسمے، غیر شرعی وضعی قوانین یا طواغیت کی قسم کھانا یا ان کا احترام کرنا: امام محمد بن عبدالوہابؒ اپنے رسالہ کشف الشبہات میں فرماتے ہیں: ''پس جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ کچھ منافقین، جنہوں نے غزوہ روم میں نبی ﷺ کے ساتھ جہاد کیا تھا، وہ اس بناء پر کافر و مرتد ہو گئے کہ انہوں نے استہزاء کا ایک کلمہ کہہ دیا تھا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو کفر کا کلمہ کہے یا مال کے نقصان کے خوف یا طلب جاہ یا کسی کی دلجوئی کی خاطر کفر کا ارتکاب کرے تو اس شخص کا جرم، مذاقاً کلمہ کہنے والے سے بہت بڑا ہے''۔

فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کا دین دل میں اعتقاد و محبت، زبان سے اقرار، کفر سے انکار و بغض، اعضاء سے ارکان اسلام پر عمل اور کفریہ اعمال کے ترک کا نام ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی کم ہو تو آدمی کافر وہ مرتد بن جاتا ہے'' [الدرر السنية :۸/۸۷]۔

(۸) محبت اور چاہت میں کوئی بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے: ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''سب سے بڑا گناہ اللہ کے نزدیک شرک ہے اور شرک اصل یہ ہے کہ محبت اور چاہت میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادٗا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبّٗا لِّلَّهِ﴾ ﴿اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے اور ایمان والے تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں﴾ [البقرة:۱۶۵] [الجواب الكافی]۔

(۹) طاغوت کی فوج اور پولیس میں ملازمت، ان سے محبت اور ان کی نصرت کرنا ان کی طاقت اور تعداد بڑھانا، ان کے ساتھ مل کر قتال کرنا، یہ سب طاغوت سے ولاء و دوستی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلۡيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوۡلِيَآءَ

Marfat.com

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُم فَاِنَّهُ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ﴿اے ایمان والو! یہود و نصاری کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست بناتا ہے تو پھر وہ انہی میں سے ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا﴾ [المائدة : ٥١]، یہ حکم ان کے بارے میں ہے کہ جو یہود و نصاری سے دوستی کرتے ہیں، تو جو طاغوت سے دوستی کرے تو اس کا کیا حال ہوگا؟

ارشاد ہوتا ہے کہ: ﴿وَلَو كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُم اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيراً مِّنْهُم فَاسِقُونَ﴾ ﴿اور اگر یہ اللہ پر، نبی پر اور جو کچھ اس پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے ہوتے تو کبھی بھی ان سے دوستی نہ کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر فاسق (نافرمان، اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے) ہیں﴾ [المائدة :٨١]۔

یہ چیز بنیادی توحید "الکفر بالطاغوت والایمان باللّٰہ" کے خلاف ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:
﴿فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا﴾ ﴿سو جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا تو اس نے ایک مضبوط کڑا تھام لیا کہ جو ٹوٹنے والا نہیں﴾ [البقرہ:٢٥٦]۔

اور فرمایا کہ: ﴿اَلَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِی سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا اَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ ﴿جو ایمان والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں جب کہ کافر، طاغوت کی راہ میں قتال کرتے ہیں تو شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقیناً شیطان کی چالیں نہایت کمزور ہیں﴾ [النساء :٧٦]۔

اسی طرح وہ شخص بھی اس حکم میں داخل ہے کہ جو طاغوت سے بغض و نفرت رکھنے کے باوجود اس کی فوج (پولیس وغیرہ) میں شامل ہے، کیونکہ اس کا ظاہری عمل، طاغوت کے ساتھ ولاء کو ظاہر کر رہا ہے جبکہ اس کے دل کا حال اللہ عزوجل کے حوالے ہے، جیسا کہ عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا تھا کہ: ''رسول اللہ ﷺ کے عہد میں وحی کے ذریعے لوگوں کا مواخذہ ہوتا تھا، اب وحی تو منقطع ہوگئی لہٰذا ہم تمہارے ظاہری اعمال کی بنیاد پر تمہارا مواخذہ کریں گے تو جس کا ظاہر اچھا ہوگا ہم اسے امن دیں گے (اس پر بھروسہ کریں گے) اور اسے اپنا مقرب بنائیں گے، اس کے دل کے حال سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہوگا، اسکی پوشیدہ باتوں کا حساب اللہ لے گا، اور جس کی برائی ہم پر ظاہر

Marfat.com

ہوگی تو ہم اس کو امن نہیں دیں گے (اس پر بھروسہ نہیں کریں گے)، نہ اس کی تصدیق کریں گے (نہ اس کو سچا جانیں گے) اگر چہ وہ کہے کہ میرا باطن/میری نیت اچھی ہے'' [صحیح البخاری کتاب الشهادات]۔

جو شخص بھی طاغوت کے ساتھ ولاء رکھتا ہے وہ کفر اکبر کا مرتکب ہو گیا کیونکہ اس نے کفر بالطاغوت نہیں کیا، کفر بالطاغوت کے پانچ ارکان ہیں:

(۱) اسکے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا، (۲) اسے ترک کرنا اور اس سے اجتناب کرنا، (۳) اس سے بغض رکھنا، (۴) اس سے دشمنی کرنا، (۵) اس کا انکار کرنا، اسکی تکفیر کرنا۔

دشمنی، عمل ظاہر ہے اور بغض، عمل قلب وعمل باطن، پس جو طاغوت کے باطل ہونے کا عقیدہ اور اس سے بغض رکھے لیکن نہ اس سے دشمنی کرے اور نہ ہی اجتناب بلکہ اس کے عمل سے طاغوت کے ساتھ ولاء ظاہر ہو مثلاً: طاغوت کی فوج (پولیس وغیرہ) کے ساتھ تعاون ونصرت، تو ایسی صورت میں اس کا طاغوت سے بغض وانکار اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا کیونکہ اس سے ان پانچ ارکان میں سے ایک رکن چھوٹ گیا اور وہ ہے: طاغوت کے ساتھ عداوت ودشمنی۔

طاغوت سے دشمنی وعداوت کا لازمی تقاضہ اس کا ترک، اس سے اجتناب، اسکی فوج میں عدم دخول وشرکت اور اس کی طاقت اور کثرت بڑھانے سے بچنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر میں کفار کی طرف سے کراہت وناپسندیدگی کی حالت میں شرکت کرنے والے مسلمین کہ جن میں ان کے چچا عباسؓ بھی شامل تھے، کے ساتھ کفار والا معاملہ کیا اور ان کی کراہت کے عذر کو قبول نہیں کیا تو جو لوگ دنیاوی فوائد اور طلبِ جاہ ومال کی خاطر طاغوت کی فوج (پولیس وغیرہ) میں شامل ہو کر اس کی کثرت، قوت، طاقت اور شان وشوکت کا سبب بنتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟ کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی ولاء، دوستی، محبت اور تعاون ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ﴿ ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنيَا عَلَى الآخِرَةِ وَأَنَّ اللَّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴾ ﴿یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے دی ہے تو بلا شبہ اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا﴾ [النحل :۱۰۷]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: مسلمین میں سے بعض لوگ مشرکین کے ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ کے مقابلے پر مشرکین کی جماعت کی تکثیر کا سبب بنے ہوئے تھے۔ تیر لگنے یا تلوار کی ضرب سے قتل بھی ہو جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلاَئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا

Marfat.com

کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الاَرضِ قَالُوا اَلَم تَکُن اَرضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَا جِرُوا فِیھَا فَاُولٰئِکَ مَاْوٰھُم جَھَنَّمُ وَسَآءَ تُ مَصِیْراً ﴾[النساء : ۹۷] ﴿جب فرشتے ایسے لوگوں کو وفات دیتے ہیں کہ جو اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے تو وہ جواب دیتے تھے کہ ہم زمین میں کمزور اور بے بس تھے۔ فرشتے کہیں گے کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، سو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے﴾[صحیح البخاری کتاب التفسیر]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

نفع بخش کلمات

امام محمد بن عبدالوہاب ؒ معنی توحید اور معنی لا إلٰہ إلا اللّٰہ کے بیان میں فرماتے ہیں: ''اللہ آپ پر رحم فرمائے جان لو کہ لا إلٰہ إلا اللّٰہ سب سے بلند ترین کلمہ ہے اور سب سے زیادہ محترم ہے۔ جس نے اسے مضبوطی سے تھام لیا، وہ سلامت رہا اور جو اس کے ساتھ چمٹ گیا وہ محفوظ ہو گیا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جس نے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کہا اور ان چیزوں کے ساتھ کفر کیا کہ جنکی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے تو اس کا مال اور خون حرام ہو گیا'' [رواہ مسلم] ، یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ لا إلٰہ إلا اللّٰہ کو لفظاً و معناً سمجھا جائے، لیکن لوگ اس میں تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہیں:

ایک فرقہ: وہ ہے کہ جس نے اس کا اقرار کیا اور اس کا حق ادا کر دیا، انہوں نے اسکے معنی کو جانا اور اس پر عمل کیا اور اس کلمہ کے جو نواقض تھے ان سے اجتناب کیا۔

دوسرا فرقہ: وہ ہے کہ جس نے ظاہری طور پر اس کلمے کا اقرار کیا، قول کے ساتھ اپنے ظواہر کو مزین کیا اور اپنے کفر اور شک کو باطن میں چھپائے رکھا۔

تیسرا فرقہ: وہ ہے کہ جس نے اس کلمہ کا ظاہراً تو اقرار کیا لیکن اس کے معانی پر عمل کرنے کی بجائے اس کے نواقض پر عمل کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی تگ و دو دنیا میں ہی ضائع ہو گئی اور خیال یہ کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کر رہے ہیں۔

پہلا فرقہ ہی ناجیہ ہے اور یہی حقیقی مومن ہیں اور دوسرا گروہ منافقین کا اور تیسرا گروہ مشرکین کا ہے۔ سو لا إلٰہ إلا اللّٰہ ایک قلعہ ہے کہ جس کے مقابلے پر ان لوگوں نے جھوٹ کا منجنیق نصب کر دیا اور تخریب کے پتھر اس پر پھینکے، سو دشمن اس میں گھس گیا، جس نے ان سے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کا معنی چھین لیا اور ظاہری صورت سمیت ان کو چھوڑ دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں، تمہارے جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے''، یہ وہ گروہ ہے کہ جس نے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کا معنی سلب کر لیا اور زبانی چرچا اور

Marfat.com

حروف کا ورد باقی رہا۔ انہوں نے قلعہ کا ذکر تو کیا لیکن اس کا دفاع نہ کیا۔ پس جس طرح آگ کا محض ذکر کرنا کسی چیز کو جلاتا نہیں، پانی کے ذکر سے کوئی ڈوبتا نہیں، روٹی کے ذکر سے بھوک مٹتی نہیں اور محض تلوار کا ذکر کسی کو کاٹتا نہیں پس ٹھیک اسی طرح کسی قلعہ کا ذکر کر دینا اس کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

محض قول ایک چھلکا ہے اور معنی مغز، قول ایک سیپ ہے اور معنی موتی، لہٰذا مغز کے بغیر چھلکا اور موتی کے بغیر صرف سیپ بیکار ہے، لا إلٰه إلا الله اپنے معنی کے ساتھ روح کی طرح ہے اور روح کے بغیر جسم بیکار ہے، پس اسی طرح معنی سمجھے بغیر لا إلٰه إلا الله کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اہل علم نے اس کلمہ کو ظاہری الفاظ اور معنی کے ساتھ قبول کیا، اپنے ظاہر کو کلمہ کے ظاہری الفاظ کے ساتھ مزین کیا اور اپنے باطن کو اس کے معنی کے ساتھ زینت بخشی جسکی بناء پر ان کے لئے شہادت کی تصدیق نازل ہوئی۔ ارشاد ربانی ہے ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ﴿اللہ نے شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی یہی گواہی دی اور وہ عدل وانصاف کو قائم رکھنے والا ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے﴾ [آل عمران:۱۸]۔

رستہ سے بھٹک جانے والے لوگوں نے اس کلمہ کے الفاظ کو تو لے لیا لیکن معنی کو چھوڑ دیا، ظاہری اقرار سے اپنے ظاہر کو تو مزین کر لیا لیکن باطن میں کفر کو جگہ دے دی، صرف اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوق پر اعتقاد رکھا کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی نفع۔ ان کے دل سیاہ اور تاریک ہیں، ان کو اللہ نے قوت فیصلہ سے محروم کر دیا جسکی بنا پر وہ حق وباطل میں امتیاز کرنے سے قاصر ہیں، قیامت کے دن یہ لوگ اپنے کفر کی تاریکی میں غلطاں ہونگے ﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ﴾ ﴿اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا یہ دیکھ نہیں سکتے﴾ [البقرة:۱۷]۔

سو جس شخص نے لا إلٰه إلا الله کہا لیکن وہ اپنی خواہش کا پجاری ہے اور اس کا معبود درہم و دینار ہیں، قیامت کے دن ایسے لوگ اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ ﴿اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ﴾ ﴿کیا تم نے اس شخص کو دیکھا کہ جس نے اپنی خواہش کو الٰہ بنا رکھا ہے﴾ [الجاثية:۲۳]، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: ''تعس عبدالدینار، و عبدالدرهم، وعبدالخمیصة، ان اعطیٰ رضی و ان لم یعط سخط'' برا ہو جو دینار و درہم اور اپنے پیٹ کا بندہ بن گیا اگر اسے کچھ دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض

Marfat.com

ہوتا ہے [البخاری]۔

جب تو نے لا إلٰہ إلا اللّٰہ کہا، تو اگر اس کا ٹھکانہ صرف تیری زبان ہے تو اس کا تجھے پھل نہ ملے گا تو منافق ہے، اور اگر اس کا ٹھکانہ تیرا دل بھی ہے تو تو مومن ہے۔ دل میں تصدیق کئے بغیر، محض زبانی قول سے، کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ یہی کلمہ قیامت کے دن تیرے خلاف اعلان کرے گا (اے اللہ میں اس شخص کی صحبت میں اتنے سال رہا لیکن نہ ہی اس نے میرا حقیقی اقرار کیا اور نہ ہی میری حرمت وعظمت کا کما حقہ لحاظ کیا) بیشک یہی کلمہ تیرے حق میں شہادت دے گا یا تیرے خلاف گواہی دے گا، پس عالم فاضل کے حق میں احترام کی گواہی دے گا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کر دے گا اور حق سے روگردانی کرنے والوں کے لئے یہ ان کے جرائم کی شہادت دے گا یہاں تک کہ ان کو آگ میں دھکیل دے گا ﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ﴾ ﴿ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا﴾ [الشوریٰ: ۷]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

لا إلٰہ إلا اللّٰہ خوش بختی کا درخت ہے

اگر تو نے اسے مرکز تصدیق میں لگایا، اخلاص کا پانی پلایا اور عمل صالح سے اسے پروان چڑھایا تو اسکی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی، اس کے ڈنٹھل توانا اور اس کے پتے سبز ہو جائیں گے، اس کے پھل بھرپور ہوں گے اور ان کی غذائیت دوگنی تگنی ہو جائے گی ﴿ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ﴾ ﴿ ہر وقت اپنے پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے ﴾ [ابراھیم:۲۵]۔

اگر تو نے یہ درخت انکار و گمراہی کی زمین میں لگایا، ریا اور نفاق کا پانی دیا، برے اعمال اور قبیح باتوں سے اسے پروان چڑھایا، عذرداری کا اس پر خول چڑھایا اور اس کو بے پروائی کی ہوا دیتا رہا تو اس کے پھل بکھر جائیں گے، پتے جھڑ جائیں گے، ڈنٹھل ٹوٹ جائیں گے، جڑیں اکھڑ جائیں گی اور اس پر گندی گھٹائیں چھا جائیں گی کہ جو اسے بری طرح ریزہ ریزہ کر دیں گی ﴿ وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ﴾ اور ہم ان کے ہر اس عمل کی طرف، جو انہوں نے کیا ہوگا، بڑھیں گے اور اس کو پراگندہ غبار بنا دیں گے [الفرقان:۲۳]۔

پس جب کوئی مسلم اس حقیقت سے آگاہی حاصل کر لے تو لامحالہ وہ اسلام کے بقیہ ارکان کی تکمیل کرے گا جیسا کہ صحیحین میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا کہ جو اسکی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی انکار کرے تو اللہ تمام کائنات سے بے نیاز ہے''۔

وصلی اللہ علی محمد و آلہ و صحبہ وسلم [الدرر السنية :۱۱۲/۲]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

لا إلٰہ إلا اللّٰہ

قول بھی ہے اور عمل بھی

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے بلاشبہ اللہ نے تجھے اپنی عبادت کے لئے تخلیق کیا ہے اور تجھ پر اپنی اطاعت فرض کی ہے اور اسکی عبادت میں سے سب سے بڑا فرض لا إلٰہ إلا اللّٰہ کو علمی، قولی اور عملی طور پر پہچاننا ہے اور اس سلسلے میں اللہ کا ارشاد گرامی واضح ہے ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ﴿اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو﴾ [آل عمران:۱۰۳]،

دوسرا ارشاد ہے کہ ﴿شَرَعَ لَکُم مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ﴾ ﴿اس نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے کہ جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی اور جسکی وحی ہم نے تمہاری طرف کی اور جسکی وصیت ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی کی کہ دین کو قائم کرو اور اس میں فرقہ بندی نہ کرو﴾ [الشوریٰ:۱۳]

جان لو کہ اللہ نے اپنے بندوں کو جو وصیت کی ہے وہ کلمہ توحید ہے کہ جو کفر اور اسلام کے فرق کو واضح کرتا ہے پس اسی سلسلے میں لوگ متفرق ہو گئے جہالت کی وجہ سے یا بغض وعناد کی وجہ سے اس سلسلہ میں اللہ کا جامع ارشاد ہے ﴿اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ﴾ ﴿یہ کہ دین کو قائم کرو اور تفرقہ میں نہ پڑو﴾ اور ارشاد گرامی ہے ﴿قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ ﴿کہہ دیجئے یہی میرا راستہ ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں بصیرت کے ساتھ، میں بھی اور میری اتباع کرنے والے بھی، اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں﴾ [یوسف:۱۰۸]۔

پس ہر شخص پر واجب ہے کہ جب وہ توحید کو پہچان لے تو زبان سے اس کا اقرار کرے، اپنے دل میں اسے جگہ دے، اس سے محبت کرے، اپنے ہاتھ اور زبان سے اس کی مدد کرے، اس سے محبت کرنے والوں اور اسکی

Marfat.com

نصرت کرنے والوں کی بھی نصرت کرے اور جب وہ شرک کو پہچان لے تو دل میں شرک کیلئے نفرت اور بغض پیدا کر لے اور زبان سے اس کا اقرار کرے (ایسا کرنے سے) وہ شخص اس گروہ میں داخل ہوگیا کہ جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ ﴿اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو﴾ [آل عمران:۱۰۳]۔

ہم کہتے ہیں کہ اس بارے میں تو امت میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ توحید کا مسکن دل ہے، جس کا نام علم ہے اور زبان سے اقرار ہے اور وہ قول ہے اور عمل ہے جو اوامر ونواہی کی تنفیذ کرتا ہے پس ان میں سے کسی چیز میں بھی کوتاہی ہوئی تو وہ مسلم نہ ہوگا، اگر اس نے توحید کا اقرار تو کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو یہ کافر وسرکش ہے جیسا کہ فرعون اور ابلیس کا کفر تھا اور اگر وہ ظاہری طور پر توحید پر عمل کا اظہار تو کرتا ہے مگر باطن میں اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو یہ منافق خالص ہے اور کافر سے بھی بدتر ہے۔

شیخؒ فرماتے ہیں کہ: توحید کی دو قسمیں ہیں: (۱) توحید ربوبیت، (۲) توحید الوہیت

توحید ربوبیت کا اقرار کافر اور مسلم دونوں کرتے ہیں البتہ توحید الوہیت کفر اور اسلام میں فرق کرتی ہے پس ہر مسلم کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں کے فرق کو سمجھے اور یہ معلوم کرے کہ کفار بھی اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ ہی خالق رازق اور مدبر ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ان سے پوچھو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ تمہاری بصارت اور سماعت کا مالک کون ہے؟ زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے؟ اور کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ: اللہ، تو ان سے کہو کہ تم اس اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ [یونس:۳۱]۔

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ ﴿اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا؟ سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا؟ تو یہ (کافر) کہیں گے کہ اللہ نے، تو پھر یہ کہاں بھکے چلے جارہے ہیں﴾ [العنکبوت:۶۱]۔

پس جب یہ بات واضح ہوگئی کہ کفار بھی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں تو تیرا یہ کہنا کہ نہ تو کوئی اللہ کے سوا تخلیق کرتا ہے اور نہ کوئی رزق دیتا ہے اور نہ کوئی تدبیر کرتا ہے، تمہیں مسلم نہیں بنا سکتا، یہ اسی وقت مفید ہوگا کہ جب

Marfat.com

تو لا إلٰہ إلا اللّٰہ کے اقرار اور اس کے معنی کے ساتھ عمل کرے، مذکورہ تمام اسماء میں سے ہر ایک اپنا خاص معنی رکھتا ہے۔ جب تو کہتا ہے کہ اللہ خالق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے تمام مخلوق کو عدم سے وجود دیا اور جب تو کہتا ہے کہ وہ رازق ہے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ جب اس نے مخلوق کو تخلیق کیا تو اس کے لئے رزق کا انتظام بھی کیا اور مدبر کا مطلب یہ ہے کہ وہی ہے کہ اس کی تدبیر لے کر فرشتے آسمان سے اترتے ہیں اور اسی کی تدبیر لے کر آسمان پر واپس چلے جاتے ہیں، وہ اللہ ہی اپنی تدبیر کے مطابق بادلوں اور ہواؤں کو چلاتا ہے، پس یہ تمام ایسی چیزیں ہیں کہ جو توحید ربوبیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور کفار بھی ان کے معترف ہیں۔

جبکہ توحید الوہیت تو تیرا یہ قول: (لا إلٰــہ إلا الـلّٰــہ) ہے، اس میں نفی و اثبات شامل ہے، ہر قسم کی الوہیت کی نفی کرنی ہے اور الوہیت کو صرف اللہ کے لئے ثابت کرنا ہے،..... اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس نے غیر اللہ کے لئے نذر کی یا اس کیلئے ذبح کیا تو گویا اس نے غیر اللہ کی عبادت کی اور اسی طرح غیر اللہ سے دعا مانگنے والا بھی مشرک ٹھہریگا،..... ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِيْنَ ﴾ ﴿اور اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پس اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو ظالموں میں سے ہو گیا﴾ [یونس:۱۰۶]۔

اسی طرح جس شخص نے اپنے اور اللہ کے درمیان کسی کو ''واسطہ'' بنا لیا اور اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا کہ وہ مجھے اللہ کے قریب کر دے گا تو بے شک اس شخص نے، اس ''واسطے'' کی عبادت کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق فرمایا کہ: ﴿ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ أَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ [یونس: ۱۸] ﴿یہ اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں کہ جو نہ تو ان کو نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی نفع اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، کہہ دو کہ کیا تم اللہ کو ایک ایسی بات کی خبر دے رہے ہو کہ جس کا خود اس کو بھی علم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور بلند ہے اس شرک سے جو یہ کر رہے ہیں﴾

﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ

Marfat.com

﴾[الزمر:۳] ﴿خبردار رہو کہ اللہ ہی کیلئے ہے دین خالص اور جولوگ اللہ کے سوا دوسروں کو اولیاء (کارساز) بناتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت تو صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب تر پہنچادیں ۔ بے شک اللہ ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ جس میں یہ اختلاف کررہے ہیں ، بلاشبہ اللہ اس کو ہدایت نہیں دیتا کہ جو جھوٹا اور کافر ہو﴾

[مجموعة الفتاوى والرسائل والأجوبة : خمسون رسالة فى التوحيد :للإمام محمد بن عبدالوهاب: ص١٣٩ بتصرف ، وانظر أيضاً الدرر السنية :١٢٤/٢]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

مسلم اور مشرک میں امتیازی فرق

امام محمد بن عبدالوہابؒ فرماتے ہیں کہ: ''مجھ سے بعض دوستوں نے مطالبہ کیا کہ وہ چار مسائل قلمبند کردوں کہ جن کی بنا پر کسی مسلم اور مشرک میں امتیاز کیا جا سکے، چنانچہ وہ مسائل یہ ہیں:

(۱) جس نے ہمیں خلق کیا اور ہماری صورتیں بنائیں تو اس نے ہمیں بے کار نہیں چھوڑا بلکہ ہماری طرف رسول بھیجا کہ جس کے پاس ہمارے رب کی طرف سے کتاب بھی تھی، تو جس نے اس کی اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے اس کی نافرمانی کی وہ جہنم میں گیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إنا أرسلنا إليكم رسولاً شاهداً عليكم كما أرسلنا إلى فرعون رسولاً﴾ [المزمل: ۱۵] ﴿ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا تم پر گواہ بنا کر جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا﴾

(۲) اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مخلوق کو اس لئے خلق کیا کہ وہ صرف اس اکیلے کی عبادت کریں اس کیلئے دین کو خالص رکھتے ہوئے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ [الذاریات: ۵۶] ﴿میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے خلق کیا ہے﴾ ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكاة وذلك دين القيمة﴾ [البینۃ: ۵] ﴿ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کیلئے دین کو خالص رکھتے ہوئے یکسو ہو کر، صلاۃ قائم کریں، زکاۃ ادا کریں اور یہی دین قیم ہے﴾

(۳) جب شرک کسی کی عبادت میں داخل ہو جائے تو عبادت باطل ہو جاتی ہے اور قبول نہیں ہوتی، ہر گناہ کی معافی کی اُمید رکھی جا سکتی ہے سوائے شرک کے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ولقد أوحي إليك وإلى الذين من قبلك لئن أشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين﴾ [الزمر: ۶۵] ﴿تمہاری طرف اور تم سے پہلوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے﴾

﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد

Marfat.com

ا فترىٰ إثماً عَظِيماً﴾[النسآء:۴۸] ﴿اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کو چاہتا ہے معاف کردیتا ہے تو جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ کیا﴾

﴿إِنَّهُ مَن يُشرِكْ بِاللّٰهِ فَقَد حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِ الجَنَّةَ وَمَأوَاهُ النَّارَ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِن أَنصَارٍ﴾[المآئدة:۷۲] ﴿بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس پر اللہ نے جنت حرام کردی، اسکا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں﴾

(۴) اگر کسی آدمی کا عمل صحیح ہو لیکن خالص نہیں تو قبول نہیں ہوگا اور اگر خالص ہو لیکن صحیح نہیں تو پھر بھی قبول نہیں ہوگا، کیونکہ عمل کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ خالص وصحیح ہو شریعت محمدی ﷺ کے مطابق۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء، عبّاد اور قرّاء کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالأَخسَرِينَ أَعْمَالًا﴾ ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنعاً﴾ ﴿کہہ دیجئے کیا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر نہ دوں کہ جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والے ہیں، وہ لوگ کہ جنکی کوششیں دنیا ہی میں ضائع ہوگئیں اور وہ گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کر رہے ہیں﴾ [الکھف:۱۰۳،۱۰۴] اور فرمایا ﴿وُجُوهٌ يَومَئِذٍ خَاشِعَةٌ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ٥ تَصلىٰ نَاراً حَامِيَةً﴾ ﴿کتنے ہی چہرے اس دن وحشت زدہ ہونگے، یہ عمل کرنے والے اور بہت زیادہ محنت کرنے والے تھے، وہ دہکتی آگ میں داخل ہونگے﴾[الغاشية:۲۔۴]

یہ آیات اہل کتاب کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ آیات ہر اس شخص کے لئے ہیں کہ جس نے علم عمل اور قرأت کے لئے بھرپور کوشش کی لیکن اس کا عمل شریعت محمدی کے مطابق نہیں تو وہ بھی عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں شامل ہوگا خواہ وہ کتنا ہی ذہین وفطین اور زہد واخلاق والا ہو لیکن یہ چیزیں کسی کی بھی سعادت کا موجب اور عذاب سے نجات کا سبب نہیں بن سکتیں الّا یہ کہ وہ شخص کتاب وسنت کا متبع ہو جائے۔

[مجموعة الفتاوىٰ والرسائل والأجوبة : خمسون رسالة في التوحيد : ص۳۲]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دین اسلام کی اصل اور بنیاد

شیخؒ فرماتے ہیں کہ دین اسلام کی اصل اور بنیاد دو چیزیں ہیں:

اول: اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کا حکم اور اسکی ترغیب دینا، اسکے عامل سے موالات اور اس کے تارک کی تکفیر کرنا۔

دوم: اللہ کی عبادت میں شرک سے ڈرانا اور اس میں شدت برتنا۔ شرک کرنے والوں سے علیحدگی اختیار کرنا، ان سے عداوت رکھنا اور ان کی تکفیر کرنا۔

ان دونوں امور کے مخالفین کی کئی اقسام ہیں، سب سے زیادہ سخت مخالفین وہ ہیں کہ جو تمام امور میں مخالفت کرتے ہیں اور پھر درجہ بدرجہ، مثلاً:

(۱) بعض ایسے ہیں کہ جو اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں لیکن نہ تو شرک کا انکار کرتے ہیں، نہ شرک سے روکتے ہیں اور نہ مشرکین سے دشمنی کرتے ہیں۔

(۲) بعض ایسے ہیں کہ جو مشرکین سے عداوت تو رکھتے ہیں مگر ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

(۳) بعض ایسے ہیں کہ جو نہ توحید سے محبت رکھتے ہیں اور نہ بغض۔

(۴) بعض ایسے ہیں جو ان کی تکفیر تو کرتے ہیں لیکن اس تردد میں بھی مبتلا ہیں کہ یہ صالحین کو گالی دینا ہے۔

(۵) بعض ایسے ہیں کہ جو نہ شرک سے محبت رکھتے ہیں اور نہ بغض۔

(۶) بعض ایسے ہیں کہ جو نہ شرک کو جانتے ہیں اور نہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۷) بعض ایسے ہیں کہ جو نہ توحید کو پہچانتے ہیں اور نہ اسکا انکار کرتے ہیں۔

(۸) بعض ایسے ہیں کہ، جو سب سے زیادہ خطرناک ہیں، جنہوں نے توحید پر عمل تو کیا لیکن اس کی قدر نہ پہچانی اور نہ توحید چھوڑنے والوں سے بغض رکھا اور نہ انکی تکفیر کی۔

Marfat.com

(۹) بعض ایسے ہیں کہ جنہوں نے شرک کو چھوڑ دیا اور اسے ناپسند بھی کیا لیکن نہ اس کے خطرناک ہونے کا اندازہ لگایا اور نہ اہل شرک سے بیزار ہوئے اور نہ ہی انکی تکفیر کی۔

یہ سب وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس چیز کی مخالفت کی کہ جسے انبیاء، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے لے کر آئے تھے [مجموعة الفتاویٰ والرسائل والأجوبة :ص۱۲۶]۔

الشیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخ ؒ نے ان نکات کی نفیس شرح کی ہے، لہٰذا اسکا مطالعہ کرنا چاہیے [مجموعة التوحید : الرسالة اولیٰ:ص۴۷]۔

شیخ مزید فرماتے ہیں کہ: ''جس پر اللہ نے اسلام کے ذریعے احسان کیا اور اس نے یہ جان لیا اللہ کہ سوا کوئی الٰہ نہیں، تو وہ یہ گمان نہ کرے کہ اگر میں یہ کہوں کہ: ''صرف یہ بات حق ہے اور اس کے سوا دوسری چیزوں کو چھوڑتا ہوں، لیکن میں مشرکین سے کوئی تعرض نہیں کروں گا اور نہ ہی ان کے خلاف کچھ کہوں گا''، تو یہ بات کہہ کر تو یہ نہ سمجھ کہ تجھے اسلام میں داخل ہونا حاصل ہو گیا بلکہ ضروری ہے کہ تو ان مشرکین سے بغض رکھے اور ان سے بھی بغض رکھے جو ان سے محبت رکھتے ہیں جیسا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں نے کہا تھا: ﴿إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ ﴿ہم تم سے اور ان تمام سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بری ہیں ہم تمہارا انکار کرتے ہیں ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض شروع ہو گیا یہاں تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان لے آؤ﴾ [الممتحنة:۴]، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ﴿سو جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط کڑے کو تھام لیا﴾ [البقرة:۲۵۶]، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ﴿اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول (اس دعوت کے ساتھ) بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو﴾ [النحل:۳۶]۔

اگر کوئی انسان یہ کہے کہ میں نبی ﷺ کی اتباع کرتا ہوں، وہ حق پر ہیں لیکن لات وعزیٰ سے کوئی نفرت نہیں رکھتا اور نہ ہی ابوجہل اور اس جیسے دوسروں سے کوئی پرکاش رکھتا تو اس شخص کا بھی اسلام صحیح نہ ہوگا''۔

[مجموعة الفتاویٰ والرسائل والأجوبة :ص۱۲۶]

Marfat.com

میراث الانبیاء

الرسالة الثانیة

(رسالہ دوم)

Marfat.com

Marfat.com

الرسالة الثانية

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ،أما بعد :

تاریخ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ جب تا تاری یاسق کے مطابق حکومت کررہے تھے تو اس وقت بھی امت مسلمہ اللہ عزوجل کی شریعت کے مطابق تحکم کررہی تھی۔اس دور کے مسلمین نے ہمارے لئے توحید پر ثابت قدم رہنے کی عمدہ مثالیں چھوڑی ہیں، وہ اس طرح کہ علماء اسلام نے تا تاریوں کی بنائی ہوئی شریعت کو ان مختلف طریقوں سے بے اثر بنا کر چھوڑا:

(۱) اس شریعت کے بنانے اور نافذ کرنے والوں کو کافر قرار دے دیا۔

(۲) اس شریعت کے پاس اپنے فیصلے لے کر نہیں گئے۔

(۳) ان کی شریعت کو نہ پڑھا اور نہ اس پر عمل کیا، اپنے فیصلوں اور دیگر معاملات میں، جیسا کہ فتاویٰ ابن تیمیہؒ، ابن کثیرؒ کی البدایہ والنہایہ اور تفسیر قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔

اس طرح ان علماء نے اس خود ساختہ شریعت کے اثرات کو زائل کیا اور اسے ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ان حق پرست علماء نے اس پرخطر دور میں ان ظالموں کی شریعت کو نہیں اپنایا بلکہ اسلامی شریعت پر کاربند رہے مگر انتہائی افسوس کی بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں طاغوتی خود ساختہ قوانین کی حکمرانی ہے۔اگرچہ کچھ دینی جماعتیں اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کررہی ہیں مگر انہی جماعتوں کے کچھ افراد ان طاغوتی قوانین کو پڑھتے ہیں، لاء کالجز میں داخلہ لیتے ہیں، وہاں کی ڈگریاں حاصل کر کے انہی طاغوتی عدالتوں میں وکیل اور جج بن کر خدمات انجام دے رہے ہیں۔یہ واضح تضاد ہے مسلمانوں کے کردار میں کہ ایک طرف غیر اسلامی قوانین کے خاتمے کا مطالبہ کرتے ہیں اور دوسری طرف انہی قوانین کو اپنا کر ان کی ترویج واشاعت کا سبب بھی بن رہے ہیں۔یہ تو وکلاء اور ججوں کی بات ہے جہاں تک مسلمان عوام کی بات ہے تو وہ بھی اس طاغوتی نظام سے اپنے فیصلے کرانے، اس کے پاس اپنے مقدمات لے جانے میں پیش پیش ہیں۔مسلمانوں کا یہ طرز عمل عقیدہ لا إلـه إلا اللّٰه کے لیے بہت ہی نقصان دہ ہے۔

Marfat.com

کچھ مسلمانوں کا یہ نظریہ ہے کہ: ''جب کسی انسان کا عقیدہ یہ ہو کہ حکم صرف اللہ کا ہی ہے مگر وہ فیصلے اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور قانون کے مطابق کرے یا کروائے تو ایسا انسان مسلم تو ہے مگر نافرمان شمار ہوگا''، یہ بات کہہ کر گویا یہ لوگ توحید ربوبیت کا تو اقرار کر رہے ہیں یعنی اللہ کو اس کے افعال میں اکیلا مان کر اس کو ہی حاکم تسلیم کر رہے ہیں مگر توحید الوہیت کو مسلم ہونے کیلئے شرط نہیں مان رہے حالانکہ توحید ربوبیت کے ساتھ توحید الوہیت بھی مسلم ہونے کیلئے شرط ہے۔ توحید الوہیت یہ ہے کہ بندہ اپنے عبادت کے امور صرف ایک اللہ کے لئے خاص کرے ،ان میں سے کوئی بھی عمل غیر اللہ کے لئے نہ ہو، ان عبادتی امور میں تحاکم بھی شامل ہے، یعنی اپنے تنازعات کے فیصلے طاغوتی، بشری، وضعی، خودساختہ قوانین کی بجائے اللہ تعالی کے نازل کردہ قوانین کے مطابق کرائے جائیں۔

اس رسالہ میں ہم واضح کریں گے کہ طاغوت سے فیصلہ کرانا (یعنی غیر اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا) طاغوت پر ایمان ہے اور یہ اللہ کا انکار اور اس کے ساتھ شرک ہے، جیسا کہ مُردوں سے دعائیں مانگنا، غیر اللہ کے لیے ذبح کرنا، نذر و نیاز کرنا، یہ سب برابر ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔ جو لوگ طاغوتی احکام کو مانتے ہیں اور ان کے مطابق فیصلے کرتے یا کراتے ہیں وہ لوگ دراصل انبیاء کے منہج اور طریقے کی مخالفت کر رہے ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ انبیاء کی لائی ہوئی توحید ربوبیت کو تو مانتے ہیں لیکن انہی کی لائی ہوئی توحید الوہیت کو عملاً ترک کر چکے ہیں۔ جبکہ یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ توحید ربوبیت والوہیت دونوں باہم لازم وملزوم ہیں۔ اب جو شخص اللہ کو ربوبیت میں تو اکیلا تسلیم کرتا ہو مگر الوہیت میں نہ کرے تو یہ شخص مسلم نہیں۔ بہت سی آیات ہماری اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو ہم پیش کر رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فصل اول

تحاکم إلى الطاغوت

ہی طاغوت پر ایمان ہے

پہلی دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا﴾ ﴿کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو تم سے پہلے نازل کیا گیا لیکن چاہتے یہ ہیں کہ فیصلہ لے جائیں طاغوت کی طرف (حالانکہ) انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں پھینک دے﴾ [النساء:٦٠]۔

آیت کریمہ سے استدلال کی پہلی وجہ: یہ ایک اصولی بات ہے کہ کسی بھی فعل عبادت کے بعد کسی طاغوت یا بت کا ذکر آئے، پھر اس کے بعد اس کے انکار اور اس سے اجتناب کرنے کا حکم وارد ہو تو یہ عبادت خالصتاً اللہ کے لئے مخصوص ہو جاتی ہے اور پھر اس عبادت کی غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے والا شرک اکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

الشیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ " اپنی کتاب (تیسیر العزیز الحمید کے صفحہ ۴۱۹) پر کہتے ہیں: "کہ مذکورہ آیت میں اس بات کی واضح دلیل ہے کہ طاغوت، جو کہ کتاب اللہ اور سنت کے ماسوا ہے، کی طرف فیصلہ لے جانے کو ترک کرنا فرائض میں داخل ہے اور یہ کہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانے والا نہ مومن ہے اور نہ مسلم"۔

آیت سے استدلال کی دوسری وجہ: یہ ہے کہ بلا شبہ جو شخص طاغوت کی طرف فیصلہ لے گیا،

Marfat.com

اس نے طاغوت کا انکار نہیں کیا اور جس نے طاغوت کا انکار نہیں کیا تو وہ طاغوت پر ایمان لے آیا۔

علامہ محمد جمال الدین القاسمی اپنی تفسیر (محاسن التاویل) میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ ...... ﴾ کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ: ''پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ﴿یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانے کو طاغوت پر ایمان لانا قرار دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاغوت پر ایمان لانا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے بالکل اسی طرح جیسے طاغوت کا انکار کرنا اللہ پر ایمان لانا ہے''۔

شیخ عبدالرحمان بن حسن آل شیخ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ......﴾ کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ: ''تحاکم الی الطاغوت اصل میں اس پر ایمان لانا ہے'' [فتح المجید: ص ۳۴۵]

آیت مذکورہ سے استدلال کی تیسری وجہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِیْدًا ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس صریح نص میں بیان کیا ہے کہ شرک اکبر، ضلال بعید یعنی دور کی گمراہی میں پھنس جانا ہے اور یہ سب سے بڑی گمراہی، خطاء اور خسارہ ہے۔ اس کی تائید اللہ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے ﴿ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِیْدًا ﴾ [النساء:۱۱۶] یعنی جس کسی نے بھی شرک کیا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ ارشاد ربانی ہے ﴿یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ﴾ [الحج:۱۲]۔

سو جس شخص نے غیر اللہ کو پکارا وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا، اس لئے کہ غیر اللہ کو پکارنا شرک اکبر ہے اور جو کوئی اللہ کی شریعت کے سوا کسی اور کو حکم بنائے وہ بھی دور کی گمراہی میں جا پڑا کیونکہ شریعت الٰہیہ کے سوا کسی اور کو حکم بنانا بھی شرک اکبر ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف:۴۰]، اللہ تعالیٰ نے حکم کو بطور مقدمہ مقدم کیا ہے، فرمایا ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ اور حکم کا معنی یہ ہے کہ دیگر تمام احکام اور قانون سازی پر اللہ کا حکم جاری و نافذ ہو اور اس کا تعلق ربوبیت سے ہے، کیونکہ قانون سازی اور احکام کا صادر کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے ان افعال میں سے ہیں کہ جو ربوبیت کے ساتھ خاص ہیں، پس ربوبیت پر ایمان لانا الوہیت کی یکتائی کو لازم قرار دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

افعال میں سے یہ ہے کہ وہ رزق دیتا ہے، نفع اور نقصان اس کے قبضہ میں ہے، پس وہ عبادت جو اللہ کے لئے کی جاتی ہے وہ طلب رزق اور مدد کے لئے دعا کرنا ہے، سو جب کوئی بندہ اللہ پر اس طرح ایمان لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے، مجبور کی فریاد سنتا ہے اور پھر کسی بدوی یا جیلانی سے بھی دعا کرتا اور مدد طلب کرتا ہے تو اس کا ایمان باللہ اور اس کا توحید ربوبیت کا اقرار اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اس نے توحید الوہیت میں شرک کیا، اس نے دعا جیسی عبادت اور مدد کی طلب اللہ کے سوا کسی اور کے لئے کر ڈالی۔

اسی طرح وہ شخص بھی ہے کہ جو اللہ کے واحد ہونے کا اقرار کرتا ہے اور یہ بھی مانتا ہے کہ اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اور وہی ذات تمام احکام کا منبع و مرکز ہے کیونکہ اللہ کی ذات پر ایمان لانے کا لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ ہی کو حاکم مانا جائے اور یہ کہ انسان اس کے حکم اور اس کے قانون کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور پھر جب یہ شخص اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کو چھوڑ کر کسی غیر کو حکم مانتا ہے تو اس نے الوہیت میں شرک کا ارتکاب کیا، ایسی صورت میں اس کا اللہ پر ایمان اور اس کی ربوبیت کا اقرار کہ اللہ حاکم ہے اسے کوئی فائدہ نہ دے گا، اس لئے کہ ایک فعل اللہ تعالیٰ کا ہے اور ایک فعل بندے کا، اللہ کا فعل حکم صادر کرنا اور قانون بنانا ہے اور بندے کا فعل حکم صادر کرنے اور قانون بنانے والے کے پاس فیصلے کیلئے جانا اور اس کے فیصلہ کو تسلیم کرنا ہے۔ جیسا کہ رزق عطاء کرنا اللہ کا فعل ہے اور بندے کا فعل، رزق عطاء کرنے والی ذات سے رزق کی دعا کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو رزق عطاء کرتی ہے لہٰذا طلب رزق کیلئے اسی سے دعاء کرنا لازم ہے اور یہ اس کی عبادت ہے اور اگر یہ دعا اللہ کے سوا کسی اور سے کی جائے، اس عبادت دعا کو کسی غیر کے لئے کیا جائے تو یہ شرک اکبر ہے۔ اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حاکم حقیقی ہے اور اس کے حکم کے مطابق فیصلے کرنا یا کرانا، اس کی عبادت ہے لہٰذا عبادت تحاکم اسی کیلئے ہونی چاہئیے اور جب یہ عبادتِ تحاکم کسی غیر اللہ کے لئے کی جائے تو یہ بھی شرک اکبر ہوگا چنانچہ ایک موحد مسلم عبادت دعاء اور عبادت تحاکم میں کوئی فرق نہیں کرتا اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں واضح طور پر بیان ہوا ہے ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ پہلے ربوبیت کا بیان اور اس کے بعد الوہیت کو اس کے ساتھ ملا دیا گیا ہے جیسے ارشاد ہوتا ہے ﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہ﴾ اور ارشاد ہے ﴿ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَمْلِکُ لَھُمْ رِزْقاً مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَیْئاً وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴾ [النحل: ۷۳]

اور فرمایا کہ: ﴿ وَ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَ یَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ

Marfat.com

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [یونس :۱۸]۔

پس اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے کہ وہی ذات ہے جو رزق عطاء کرتی ہے سو اس سے طلب رزق کی دعا کرنا یہ اسکی عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہی نفع پہنچاتا ہے اور وہی نقصان پہنچاتا ہے پس اس ذات سے پناہ طلب کرنا اور فریاد کرنا یہ عبادت ہے جو اسی کی ذات کے ساتھ خالص ہے، اور اسی طرح اللہ کے افعال میں سے یہ بھی ہے کہ وہی ذات حکم دیتی ہے اور اسی کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا یہ عبادت ہے۔

یہ حقائق اس دور کے بہت سے لوگوں پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ شرک میں مبتلا ہیں۔ الشیخ عبدالرحمن بن السعدیؒ اپنی کتاب ''القول السدید علیٰ کتاب التوحید'' میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کو حکم تسلیم کیا اور اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر اس سے فیصلہ کرایا تو اس نے اسے رب بنالیا اور طاغوت کے پاس اپنا فیصلہ لے جانے والا بن گیا''۔

تیسری دلیل: صحیحین میں ہے کہ نبی ﷺ جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ کہتے تھے:

(اے اللہ تمام تعریف تیرے لئے ہے، تو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کا نور ہے اور تمام تعریف تیرے لئے ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کو تھامنے والا، قائم رکھنے والا ہے اور تمام تعریف تیرے لئے ہے، تو حق ہے، تیرا وعدہ سچا ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تمام نبی حق ہیں، قیامت حق ہے اور محمد ﷺ حق ہے، اے اللہ میں تیرے لئے فرمانبردار ہوا، تجھ پر ایمان لایا، میں نے تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف رجوع کیا، میں تیری مدد سے (دشمنوں سے) لڑائی کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں اپنا معاملہ پیش کرتا ہوں تیری ہی طرف اپنا فیصلہ لاتا ہوں، سو تو مجھے بخش دے جو گناہ میں نے پہلے کئے اور جو بعد میں کئے اور جو کچھ میں نے چھپا کر کئے یا کھلے کئے، تو ہی میرا الٰہ ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں)۔

علامہ ابن قیّم الجوزیہ اس دعا کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا اور اپنی عبودیت کو اللہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا اور پھر اس سے مغفرت کی دعا کی'' [المدارج:۱/۳۴۲]۔

علامہ ابن قیّم الجوزیہ نے اس دعا میں تین امور کا ذکر کیا ہے:

Marfat.com

اول: اللہ کی حمد و ثنا کو وسیلہ بنانا،

دوم: اپنی عبودیت کو وسیلہ بنانا جو نام ہے اللہ پر توکل، اس کی طرف رجوع کرنے اور اس کے حکم ماننے کا

سوم: پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرنا، پس یہ صریح نص ہے اس بات پر کہ اللہ کو حاکم ماننا بھی توکل اور رجوع الی اللہ کی طرح کی ایک عبادت ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فصل دوم

اس فصل میں پچیس علماء اسلام کی تحقیقات نقل کی گئی ہیں کہ جن میں انہوں نے آیات کی وضاحت میں لکھا ہے کہ جو شخص بھی طاغوت کو فیصل مانتا ہے، اس کے پاس فیصلہ لے جاتا ہے، اس کے پاس تحاکم کیلئے جاتا ہے، وہ طاغوت پر ایمان لاتا ہے اور اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے:

(۱) امام ابن حزمؒ، اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (اے محمد ﷺ آپ کے رب کی قسم، یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے کہ جب تک یہ اپنے تمام اختلافات، نزاعات، متنازعہ معاملات میں آپ کو حکم، فیصل نہ مان لیں اور جو فیصلہ آپ کر دیں اس پر اپنے اندر کوئی تنگی محسوس کئے بغیر اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دیں﴾ [النساء: ۶۵] کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ''جس شخص کے پاس بھی عقل و شعور ہے اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہے اور اسے یقین ہے کہ یہ اللہ کا عہد ہے جو اس نے ہر مسلم سے لیا ہے اور اللہ کی وصیت بھی ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ کیا اس کا دل رسول ﷺ کے ہر فیصلہ کو صحیح تسلیم کرتا ہے اور اسی پر مطمئن ہو جاتا ہے یا یہ کہ اس کا دل غیر مطمئن ہے اور فلاں فلاں کے قول کی طرف مائل ہے یا قیاس اور استحسان کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، یا اپنے تنازعات میں رسول ﷺ کی بجائے دوسرے لوگوں کو حکم بناتا اور ان کے فیصلے مانتا ہے۔ تو ایسے شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم اٹھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے کہ ایسا عقیدہ اور عمل کرنے والا شخص کافر ہے اور ارشاد باری تعالیٰ برحق ہے کہ یہ مومن نہیں ہے، اگر یہ مومن نہیں تو پھر کافر ہے، اس کے علاوہ تیسری کوئی قسم ہو ہی نہیں سکتی'' [الاحکام فی اصول الاحکام :۱/۹۷]۔

امام ابن حزم سابقہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے اور اپنی ذات کی قسم اٹھائی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا کہ جب تک وہ اپنے ہر پیش آمدہ معاملات میں نبی ﷺ کو حکم نہ مان لے، پھر ان کے فیصلے کو دل سے تسلیم کرے اور اس پر اپنے دل میں کوئی خلجان، کوئی تنگی بھی محسوس نہ کرے۔ پس یہ وہ ایمان ہے کہ جو ایک نمونہ ہے اور جس کا ایمان ایسا نہیں، اس کا کوئی ایمان نہیں اور ثابت ہوا کہ حکم ماننا اور دل سے تسلیم کرنا دو الگ الگ چیزیں ہیں، چنانچہ نبی ﷺ کو حکم ماننا اور ان کے فیصلے کو دل سے تسلیم

Marfat.com

کرنا ہی ایمان ہے'' [الفصل فی الملل والاھواء و النحل :۳/۲۳۵]۔

امام ابن حزمؒ مزید فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کی تحکیم (آپ ﷺ سے فیصلہ کروانا) کو ایمان قرار دیا ہے اور خبر دی ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا ایمان نہیں۔ مزید یہ کہ وہ آپ کی تحکیم کے بعد پھر اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی اور ہرج محسوس نہ کرے، اس سے یقینی طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان عمل، عقیدے (عہد) اور قول کا نام ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ کو تمام معاملات میں حکم بنانا ایک عمل ہے اور عمل قول کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا اور پھر اپنے دل میں کسی تنگی یا ہرج کو محسوس نہ کرنا یہ ایک عقیدہ وعہد ہے'' [الدرۃ: ص ۳۳۸]

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴾ ﴿اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کی بجائے کسی دوسرے راستہ پر چلے تو ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے کہ جس طرف وہ پھر گیا اور اسے ہم جہنم میں داخل کردیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے ﴾ [النساء:۱۱۵]

کے سلسلہ میں ابو محمد نے کہا کہ: ''یہ آیت اس شخص کی تکفیر کے سلسلے میں صریح نص ہے کہ جو اللہ کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے۔ پس اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اگر کوئی شخص مومنین کے رستے کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرے تو کیا وہ مومنین میں سے نہ ہوگا؟ ہم اللہ کی توفیق سے کہتے ہیں کہ: ہر وہ شخص کہ جو مومنوں کے رستے کو چھوڑ دے وہ کافر نہیں ہوگا، مثلاً: زنا، شراب پینا، ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال کھانا وغیرہ، یہ مومنوں کا طریقہ نہیں ہے اور یہ بھی ہمیں معلوم ہے کہ جس نے خواہشات نفس کے تابع ہو کر ان چیزوں کا ارتکاب کیا اس نے مومنوں کے رستے کو چھوڑ دیا لیکن اس کے باوجود وہ کافر نہیں ہے، لیکن اللہ کا یہ ارشاد کہ ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ ﴿سو قسم ہے تیرے رب کی! یہ مومن ہو ہی نہیں سکتے کہ جب تک یہ آپس کے اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ فیصلہ آپ کردیں اسے دل میں ذرہ بھر بھی تنگی محسوس کئے بغیر سر بہ سر تسلیم نہ کرلیں ﴾ [النساء:۶۵]، یہ آیت اس شخص کے کفر کے حق میں صریح نص ہے کہ جو رسول ﷺ کی تحکیم کو تسلیم نہ کرے، یہ وہ نص ہے کہ جس کی کوئی اور تاویل ہو ہی نہیں سکتی اور نہ کوئی اور صریح نص موجود ہے کہ جو اس کے عمومی حکم کو خاص کردے اور نہ بعض وجوہ ایمان میں اس کی تخصیص کے بارے میں کوئی برھان

Marfat.com

آئی ہے'' [الفصل فی الملل والاهواء والنحل :۳/۲۹۳]۔

(۲) شیخ الاسلام امام ابن تیمیۃ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے معاملات کفار کی جس جنس کی مذمت کی ہے کہ جس میں اہل کتاب اور منافقین مبتلا تھے، وہ یہ کہ ان کی بعض کفریہ چیزوں کو ماننا، ان پر ایمان لانا اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کے پاس تحاکم، فیصلے کیلئے جانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيباً مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ [النسآء:۵۱][مجموع الفتاویٰ :۲۸/۱۹۹]۔

امام ابن تیمیۃ نے ''موالات کفار کی جس جنس'' کے بارے میں بات کی ہے وہ کفر اکبر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ﴾﴿اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست رکھے تو وہ انہیں میں سے ہوگا﴾[المائدہ:۵۱] انہوں نے لوگوں کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے:

پہلی قسم: اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ ہیں، اور

دوسری قسم: ان منافقین کی ہے جو دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں اور زبان سے اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر دو قسم کی باتوں کی خبر دی کہ جو موالات کفار کی جنس سے ہیں: کفار سے دوستی رکھنا، کفر کی بعض چیزوں پر ایمان رکھنا اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر ان کو حَکَم بنانا۔ امام صاحب نے کفار سے تحاکم کرانے کو بھی دوستی کی ایک قسم قرار دیا ہے چنانچہ جس طرح کفار کے کفریہ عقائد کو تسلیم کرنا کفر ہے اسی طرح ان سے تحاکم بھی کفر ہے اور یہ ان کے ساتھ موالات اور اللہ کے ساتھ کفر ہے۔ امام صاحب نے ان آیات سے استدلال کیا ہے کہ: ﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيباً مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ .....﴾ [النسآء:۵۱] ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالاً بَعِيداً﴾[النسآء:۶۰]۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جو لوگ تمام کتب آسمانی پر ایمان کے مدعی ہیں لیکن کتاب وسنت کو چھوڑ کر طواغیت کے پاس تحاکم کیلئے جاتے ہیں، اس آیت میں ان کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح جو لوگ اسلام کے دعویدار ہیں لیکن اپنے فیصلے بے دین فلاسفر کے قوانین کے مطابق کراتے ہیں یا شریعت اسلامیہ سے خارج حکمرانوں کی سیاست کے مطابق فیصلے کراتے ہیں وہ بھی قابل مذمت ہیں'' [مجموع الفتاوی : ۱۲/۳۳۹]۔

اسی طرح آیت: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

Marfat.com

أن يَقُولُوا سَمِعنَا وَأَطَعنَا وَأُولئِكَ هُمُ المُفلِحُونَ﴾ [النور : ۵۱] کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ: ''اس آیت کریمہ میں یہ چیز واضح کردی ہے کہ جو شخص بھی اطاعت رسول اور اس کے حکم سے اعراض کرے وہ منافقین میں سے ہے مؤمنین میں سے نہیں، کیونکہ مومنین تو وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، پس جب محض رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اعراض کرنے اور اللہ کے سوا کسی غیر کی طرف فیصلہ لے جانے کے ارادے سے نفاق ثابت ہو جاتا ہے تو اگر شریعت محمدی میں نقص نکالا جائے اور اس کا مذاق اڑایا جائے تو اس وقت ان لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے'' [الصارم المسلول: ص ۳۸]۔

یہاں نفاق سے مراد نفاق اکبر ہے کہ جو ایسے منافقین کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جیسے شیخ کا قول ہے کہ: ''نقص نکالنے والے اور شریعت پر سب وشتم اور مذاق اڑانے والے''، کیونکہ اگر حکم رسول اور غیر کو فیصل بنانا، اعمال کفر ونفاق اکبر میں سے نہ ہوتا تو ہم اسے سب وشتم اور اس میں کیڑے نکالنے کے مقابلے میں نہ لاتے کیونکہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو گالیاں دینا غیروں کو حکم ماننے کے کفر سے زیادہ شدید ہے اور یہ بات شیخ کے اس قول میں واضح ہے کہ: ''جو شریعت میں کیڑے نکالے اور اسے گالیاں دے''، یعنی یہ دونوں کام کفر باللہ ہیں لیکن شریعت محمدی کو گالیاں دینا اور تضحیک کرنا کفر شدید ہے۔ پھر شیخ کے اس قول پر غور کریں: ''ان کے محض ترک کرنے پر جس کا سبب قوۃ شہوت بھی ہو سکتی ہے''، یہاں ان کے کفر کا سبب محض انکار یا اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کو نہیں دیا جا رہا بلکہ اس کا سبب شریعت کو چھوڑ دینے اور اپنی خواہشات کی پیروی کے سبب سے حکم رسول سے اعراض کرنے اور تحاکم الی غیر اللہ کو قرار دیا جا رہا ہے۔

ارشاد ربانی ﴿وَلَو كَانُوا يُؤمِنُونَ بِاللهِ وَالنَّبِيِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِ مَا اتَّخَذُوهُم أَولِيَاءَ﴾ ﴿اگر یہ لوگ اللہ پر، نبی پر اور جو کچھ نبی پر نازل ہوا ہے پر ایمان لاتے تو کبھی بھی ان کو اپنا ولی، کارساز نہ بناتے﴾ اور ارشاد ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَينَهُم﴾ ﴿تیرے رب کی قسم یہ مومن نہ ہونگے....﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ثبوت میں ان امور کو شرط قرار دیا ہے پس ثابت ہوا کہ ایمان کی شرائط کی معرفت کے بغیر ایمان معتبر نہ ہوگا'' [مجموع الفتاوی: ۱۵۰/۷]۔

شیخؒ مزید فرماتے ہیں: ''اور اسی تناظر میں انصاری کی وہ بات کہ جو شراج الحرہ کے سلسلہ میں زبیرؓ کو نبی ﷺ کے پاس لے گیا تھا اور آپ ﷺ نے فرمایا: زبیر پہلے تم پانی استعمال کرلو پھر پڑوسی کے لئے چھوڑ دینا تو

Marfat.com

یہ فیصلہ سن کر انصاری نے کہا تھا کہ یہ تمہاری پھوپھی کے بیٹے ہیں۔اور اس شخص کا واقعہ کہ جس کے خلاف نبی ﷺ نے فیصلہ دیا تھا اور اس نے کہا کہ میں اس پر راضی نہیں ہوں سو اس منافق کو عمرؓ نے قتل کر دیا کیونکہ وہ نبی ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہوا تھا''۔شیخؒ فرماتے ہیں کہ: ''پس یہ سب کے سب وہ معاملات ہیں کہ جو قتل کے وجوب کا سبب بنتے ہیں اور ان کی وجہ سے انسان کافر، ومنافق اور حلال الدم ہو جاتا ہے'' [الصارم المسلول: ص۲۳۳]۔

آپ غور کریں کہ شیخ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روگردانی کرنے والے پر تکفیر کا حکم صادر کیا ہے جیسا کہ عمرؓ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے حکم رسول کے فیصلہ پر راضی نہ ہونے والے منافق کو قتل کر دیا تھا تو اس شخص کو کیا کہیں گے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے روگردانی بھی کرتا ہے اور اپنے فیصلے طاغوت کے پاس بھی لے جاتا ہے۔

شیخؒ مزید کہتے ہیں کہ: ''قصہ عمرؓ میں ذکر کیا گیا ہے کہ عمرؓ نے اس شخص کو قتل کر دیا جو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر راضی نہ ہوا اور ان کی موافقت میں قرآن نازل ہو گیا تو ایسے شخص کو کیا کہیں گے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر طعنہ زنی کرتا ہے'' [الصارم المسلول: ص۵۲۸]۔

یہاں پر شیخ ابن تیمیہؒ کے اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے حکم پر راضی نہ ہو، وہ کافر ہو گیا تو جو شخص نبی ﷺ کے حکم پر طعنہ وتشنیع کرے تو ایسا شخص بدرجہ اولیٰ کافر ہے اور یہ بات ان کے اقوال میں بڑی وضاحت کے ساتھ ملتی ہے۔

(۳) امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو شخص اپنا تنازعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور شخص کے پاس لے گیا تو وہ اپنا فیصلہ طاغوت کے پاس لے گیا حالانکہ اسے تو یہ حکم تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کرے اور کوئی شخص اس وقت تک طاغوت کا انکار نہیں کر سکتا کہ جب تک وہ اللہ واحد کو اپنا حکم نہ بنا لے''۔

[طریق الھجرتین: ص۴۷]

آپ شیخ کے اس قول پر غور فرمائیں کہ: ''انسان اس وقت تک کفر بالطاغوت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اللہ واحد کو اپنا حکم نہ بنا لے''، الشیخ نے یہ نہیں کہا کہ: ''جب تک وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ حکم اللہ واحد کا ہے''، اور یہ بات شیخ کے ابتدائی کلام سے ہی واضح ہو جاتی ہے، ان کا یہ قول کہ: ''جس نے اپنے مخالف سے تنازعہ کیا''، دو مخالفوں کے درمیان جو تنازعہ ہوتا ہے یہ تنازعہ بالفعل ہوتا ہے، پس شیخ کے قول کہ ''وہ اللہ واحد کو حکم بنا لے'' یعنی وہ

Marfat.com

اپنا تنازعہ اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول اللہ ﷺ پر پیش کرے، پس اگر اس نے ان دونوں کے سوا کسی اور کو حکم بنایا تو اس نے اللہ واحد کو حکم نہ بنایا لہٰذا اس شخص نے طاغوت کا انکار نہ کیا اور جس شخص نے طاغوت کا انکار نہ کیا اس کا ایمان صحیح نہ ہوگا بایں طور کہ کفر با طاغوت توحید کا ایک رکن ہے جسے حاصل کر کے ہی ایک انسان اللہ واحد پر ایمان کے ساتھ مسلم ہو جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيلًا ﴾ ﴿پس اگر تم کسی شئے کے بارے میں تنازعہ میں پڑ جاؤ تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو﴾ [النساء:۵۹] کے ضمن میں شیخ فرماتے ہیں ''یہ اس بارے میں قطعی دلیل ہے کہ لوگ اپنا ہر تنازعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹائیں اور ان دونوں کے سوا کسی غیر کی طرف رخ نہ کریں، سو جس کسی نے ان دونوں کے سوا کسی غیر کی طرف اپنا مقدمہ لوٹایا سو اس نے اللہ کے امر کی کھلی مخالفت کی اور جس کسی نے تنازعہ کے وقت، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے بجائے کسی اور کے پاس مقدمہ لے جانے کی دعوت دی تو اس نے جاہلیت (کفر) کی دعوت دی، انسان ایمان میں داخل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ دو مخالفوں کے ہر تنازعہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف نہ لوٹا دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ﴾ ﴿اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو﴾ یہ وہی چیز ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ شرط نہ پائی جائے تو مشروط کی بھی نفی ہو جاتی ہے اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص تنازعہ کے مواقع پر اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی غیر کو اپنا حکم بناتا ہے تو ایسا شخص ایمان باللہ اور یوم آخرت کے تقاضے سے باہر ہو گیا اور یہ آیت اس سلسلہ میں بہت کافی اور روشن دلیل ہے'' [الرسالة التبوكية لابن قيم الجوزية :ص۱۳۳]۔

امامؒ مزید کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا حال وضاحت سے بیان کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کو چھوڑ کر غیروں کی طرف فیصلہ لے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَ إِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ﴾ ﴿اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ (کتاب) اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کے پاس آنے سے سختی سے رک جاتے ہیں﴾ [النساء:۶۱]، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے اعراض کرنے اور غیر کی طرف التفات کرنے کو منافقت کی نشانی قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو حکم

Marfat.com

بنانے اور اپنے دلوں میں کوئی ہرج محسوس نہ کرنے اور محبت اور چاہت کے ساتھ اسے قبول کرنے کو حقیقت ایمان قرار دیا ہے اور اس سے اعراض کرنے کو حقیقت نفاق قرار دیا ہے'' [مختصر الصواعق المرسلة: ص۲/۵۱۵]۔

شیخؒ اپنے قصیدہ نونیہ میں کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم ذات کی قسم کھائی ہے، ایسی قسم جو ایمان کی حقیقت کو واضح کرتی ہے، یہ کہ ایسا شخص مومن نہیں ہوسکتا کہ جو واضح دلائل والے رسول کو چھوڑ کر کسی غیر کو حکم بنائے، بلکہ کوئی شخص مومن نہیں سوائے اس کے کہ جو دونوں وحیوں (کتاب اللہ اور سنت رسول) کو حکم بنائے سو یہ شخص ہی ایمان والا ہے اور ہاں یہ بھی مومن نہیں ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کو حکم ماننے کے بعد اپنے دل میں کوئی تنگی محسوس کرے اور یہ بھی مومن نہیں یہاں تک کہ وہ دونوں وحیوں کے فیصلے کو دل سے تسلیم کرلے''۔ شیخ کا اشارہ ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ ﴿ تیرے رب کی قسم وہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ آپ کو اپنے متنازعہ معاملات میں فیصل نہ مان لیں پھر وہ آپ کے فیصلہ کے بارے میں اپنے اندر کوئی خلجان بھی محسوس نہ کریں اور خوشدلی سے آپ کے فیصلے کے اوپر راضی اور مطمئن ہو جائیں ﴾ [النساء: ۶۵] کی طرف ہے۔

شیخؒ مزید فرماتے ہیں: ''شیوخ نے کہا ہے کہ ایک مومن کے پاس دو چیزیں فیصل ہوتی ہیں جو کبھی بھی غلط فیصلہ نہیں کرتی، ان میں سے ایک تو اللہ کی کتاب ہے جو سب سے زیادہ انصاف کرنے والی ہے جس میں شفا اور سرگردان و پریشان لوگوں کیلئے ہدایت ہے اور دوسری چیز اس کے رسول ﷺ کا کلام ہے جس میں ایمان والے کے لئے کبھی تبدیلی نہیں آسکتی پس جب کوئی شخص ان دونوں کے حکم کے سوا کسی دوسری طرف بلائے تو کبھی بھی کفر اور نافرمانی کی طرف بلانے والے کی بات کو نہ سننا''۔

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ اور اسکے رسول کو چھوڑ کر، لوگ جس کے پاس فیصلے لے جائیں، جس سے فیصلے کرائیں، جس کو اپنے فیصلوں میں حکم مانیں، وہ اس قوم کا طاغوت ہے'' [اعلام الموقعین :۱/۵۰]

(۴) **حافظ ابن کثیرؒ** فرماتے ہیں: ''پھر **الجوینی** نے الیاسا کے کچھ احکام کا ذکر کیا: ''جس نے زنا کیا قتل کیا جائے گا خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، اور اسی طرح جس نے اغلام بازی کی قتل کیا جائے گا، جس نے عمداً جھوٹ بولا قتل کیا جائے گا، جس نے جادو کیا قتل کیا جائے گا، جس نے جاسوسی کی قتل کیا جائے گا، جس نے دو لڑنے والوں کے درمیان مداخلت کر کے کسی ایک کی مدد کی وہ بھی قتل کیا جائے گا، جس نے ٹھہرے ہوئے

Marfat.com

پانی میں پیشاب کیا وہ بھی قتل کیا جائے گا، جس نے اس میں غوطہ لگایا وہ بھی قتل کیا جائیگا، جس نے قیدی کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کھلایا یا پلایا یا کپڑا پہنایا وہ بھی قتل کیا جائے گا اور جو شخص بھاگ کیا اور واپس نہ آیا وہ بھی قتل کیا جائے گا اور جس شخص نے کسی قیدی کو کھانا کھلایا یا کسی کی طرف کھانے کی کوئی چیز پھینکی وہ بھی قتل کیا جائے گا البتہ ایک دوسرے کے ہاتھ سے چیز لے دے سکتے ہیں اور جس شخص نے کسی کو کوئی چیز کھلائی تو اس میں سے پہلے خود کھانی چاہیے اگر چہ جسے یہ چیز کھلائی گئی ہو امیر ہو قیدی نہ ہو، اور جس نے کھایا لیکن اپنے پاس موجود کسی کو نہیں کھلایا تو اسے بھی قتل کیا جائے گا اور جس نے کسی جانور کو ذبح کیا تو اسے اس کے مثل ذبح کیا جائے گا اور اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا دل نکالا جائے گا''۔ یہ تمام احکام انبیاءؑ پر اترنے والی شریعتوں کے خلاف ہیں پس جو شخص محمد ﷺ خاتم الانبیاء پر اترنے والی محکم شریعت کو چھوڑ دے اور منسوخ شدہ شریعتوں کو حکم بنائے تو اس نے کفر کیا، تو جو شخص الیاسا کے احکام کو تسلیم کرتا ہے اور ان کے مطابق فیصلہ کراتا ہے تو وہ تو باجماع المسلمین کافر ہے'' [البدایة والنهایة :۱۳/۱۳۹]

امامؒ کی یہ بات بڑی واضح ہے، انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اس بات پر مسلمین کا اجماع ہے کہ جو شخص پہلی منسوخ شدہ شریعتوں مثلاً توراۃ کی شریعت سے فیصلہ کرے تو وہ کافر ہو گیا، تو جو شخص انسانوں کی وضع کردہ شریعت کو حکم بنائے تو اس کے کافر ہونے میں کیا شک ہے؟

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حکم اور وعید جن پر اجماع ہوا ہے ان کفر میں داخل کرنے والے احکام اور نظریات کے بارے میں ہے، جن کا تعلق بالخصوص تاتاریوں سے ہے کیونکہ انہوں نے بعض کفریات کو دین میں شامل کر لیا تھا۔ بلاشبہ یہ نظریہ باطل اور جھوٹا ہے اور اس کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تم کس دلیل سے یہ حکم تاتاریوں کے ساتھ خاص کرتے ہو؟ علامہ ابن کثیرؒ کا یہ قول بالکل واضح ہے ''جس شخص نے محکم شرع کو چھوڑ دیا'' اور حرف (مَنْ) جیسا کہ سب جانتے ہیں عموم کا تقاضہ کرتا ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ شریعت عامہ کے متعلق بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''شریعت محمدیہ ﷺ کو چھوڑ کر دوسری شریعتوں کو حکم بنانا''، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''سابقہ منسوخ شرائع الٰہیہ کو حَکَم بنانا کفر ہے تو جو شخص خود وضع کردہ کفریہ شریعت کو حکم بنائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟''

شیخ کے اس قول سے مراد چنگیز خاں کے وضع کردہ قوانین ہیں۔ علامہ ابن کثیرؒ نے تاتار کا بطور مثال ذکر کیا ہے۔ علامہ صاحب اپنی تفسیر میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿افحکم الجاهلية يبغون﴾ کے ضمن میں

Marfat.com

فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے شدید مذمت کی اس شخص کی کہ جو اللہ کی نازل کردہ محکم شریعت، جو سراسر فوائد پر مشتمل اور برائی سے روکنے والی ہے، کو چھوڑ کر انسانوں کی آراء، خواہشات اور اصطلاحات کی طرف جاتا ہے کہ جو خود ان کی وضع کردہ ہیں، جس طرح کہ اہل جاہلیت گمراہی اور جہالت پر مبنی احکام کے ساتھ فیصلے کرتے تھے کہ جو انہوں نے اپنی آراء اور خواہشات سے وضع کر رکھے تھے یا جیسا کہ تاتار اپنے بادشاہ چنگیز خان کے بنائے ہوئے مجموعہ قوانین ''الیاسق'' پر عمل کرتے ہیں کہ جو یہودیت، نصرانیت، اسلام اور دیگر مذاہب کے قوانین کا ملغوبہ ہے۔ اس کے زیادہ تر احکام اس نے اپنے خیالات اور خواہشات کے تحت بنائے، پھر یہ ایک بنیادی شریعت کی حیثیت اختیار کر گئی کہ جسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر ترجیح دی گئی، سو جس کسی نے بھی ایسا کیا وہ کافر ٹھہرا، جس کا قتل کرنا واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئے اور ہر چھوٹے بڑے معاملے میں انہیں حکم تسلیم نہ کرلے''۔

یہاں **امام ابن کثیرؒ** نے دو مثالیں بیان کی ہیں، ان میں سے ایک آپ کا یہ قول ہے کہ: ''جس طرح جاہلیت کے زمانے میں لوگ گمراہی اور جہالت پر مبنی احکام کے ساتھ فیصلے کرتے تھے کہ جو انہوں نے اپنی آراء اور خواہشات سے بنا رکھے تھے''، آپ کا یہ قول مخالفین کے اس خیال کی تردید کرتا ہے کہ یہ حکم تاتار کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ عام حکم ہے اور ہر اس شخص پر صادق آتا ہے جو جاہلیت کے وضع کردہ احکام اور طاغوتی قوانین کو فیصل بناتا ہے۔ دوسری مثال **امام ابن کثیرؒ** نے تاتاریوں اور ان کے الیاسا کی دی ہے، یہ صرف بطور مثال ہے نہ کہ بطور تخصیص، اس لئے انہوں نے اپنے فتوے کا اختتام جن الفاظ میں کیا ہے ان سے تعمیم ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ: ''جس کسی نے بھی ایسا کیا وہ کافر ہو گیا''، اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: ''جس نے ایسا کیا اس نے باجماع مسلمین کفر کیا''، پس یہ نص عام ہے جو عام تاویلات باطلہ کی فتویٰ سازی کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔

ایک اور ان کا اعتراض یہ ہے کہ منسوخ شدہ شریعتوں کو فیصل بنانا تو کفر ہوا کیونکہ ان کا تعلق دین کے ساتھ تھا، لیکن خود ساختہ قوانین تو دین نہیں ہیں؟ اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ بلاشبہ ان کا یہ خیال باطل ہے اور اسکے باطل ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اہل کفر اور شرک کی تمام ملتوں کو دین کہا ہے جیسے الکافرون کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں نظام، احکام اور منہاج کو دین کہا ہے، جیسا کہ سورۂ یوسف میں ارشاد ہے: ﴿كذلك كدنا

Marfat.com

لیوسف ما کان لیأ خذ أخاہ فی دین الملك ﴾ یہاں دین ملک سے مراد بقول علامہ ابن کثیرؒ بادشاہ کا حکم ہے۔ امام القاسمیؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ ملت کفر کے قوانین کو دین کہا جاسکتا ہے''۔

ان کا خیال ہے کہ شریعت منسوخہ کو حکم بنانا اس لئے کفر ہے کیونکہ اس سے فیصلے اعتقاد کی وجہ سے لئے جاتے ہیں، یہ بات بھی جھوٹ ہے، وجہ یہ ہے کہ ہم ان سے پوچھتے ہیں اگر کسی نے شرائع منسوخہ کو حَکَم بنایا لیکن اعتقاداً نہیں بلکہ کسی دنیوی غرض سے تو کیا وہ شخص تمہارے نزدیک کافر نہ ہوگا؟ پس اگر تم کہو کہ نہیں وہ کافر نہیں تو تم نے اجماع کا خلاف کیا اور اگر تمہارا جواب ہاں میں ہے تو شرائع منسوخہ کو حکم بنانے اور شخصی طور پر وضع کردہ قوانین کو حکم بنانے میں کیا فرق ہوا جبکہ ہم جانتے ہیں کہ دونوں قسم کے قوانین کو حکم بنانے کا مقصد دنیوی غرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴾ ﴿یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو محبوب رکھا اور اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا﴾ [النحل:۱۰۷]۔

امام محمد بن عبدالوهابؒ اپنے رسالہ کشف الشبهات میں فرماتے ہیں کہ: ''آیت مذکورہ بالا میں اس بات کی وضاحت وصراحت ہے کہ یہ کفر اور اس کے بدلے ملنے والا عذاب کسی اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض یا کفر سے محبت کے سبب سے نہیں ہوا بلکہ اس کا اصل سبب دنیا کی لذتیں ہیں جنہیں ان لوگوں نے دین پر ترجیح دی''۔

پس شرائع منسوخہ یا انسانوں کے وضعی قوانین کے ذریعہ تحاکم کرانا، فیصلے کرانا ایسا کفر ہے کہ جو ملت اسلام سے خارج کر دیتا ہے، چاہے ایسا اعتقاداً کیا جائے یا بغیر اعتقاد، ہر حالت میں ایسا شخص ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''جس نے انجیل کے کسی حکم کے مطابق کوئی ایسا فیصلہ کیا کہ جس کی تائید میں شریعت اسلام میں کوئی نص نہ ہو تو ایسا شخص کافر و مشرک، خارج از اسلام ہے''۔

[الإحکام فی اصول الأحکام: ۵/۱۷۳]

الشیخ احمد شاکرؒ فرماتے ہیں کہ: ''جس کسی نے جانتے بوجھتے عمداً، اللہ کی نازل کردہ شریعت

Marfat.com

کے سوا کسی اور کو حکم بنایا، منزل من اللہ کے سوا کسی اور چیز سے فیصلہ کیا، کسی اور چیز سے حکم کیا تو وہ کافر ہے اور جو اس پر راضی ہوا اور اس کا اقرار و تائید کی تو وہ بھی کافر ہے خواہ یہ فیصلہ، یہ حکم اہل کتاب کی شریعت سے کیا جائے یا وضعی قوانین ہے، ہر حالت میں یہ فعل کفر اور ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے'' [مسند الامام احمد بتحقیق و تعلیق الشیخ احمد شاکر : ۱۸۳/۱۴]۔

الشیخ صالح بن فوزان، حافظ ابن کثیرؒ کے تاتار کے متعلق خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''تاتاری قانون یا اس طرح کے دیگر قوانین جنکو شریعت اسلامیہ کا بدل بنالیا گیا ہے اور جو آجکل اکثر حکومتوں میں رائج ہیں، جنکی بنا پر شریعت اسلامیہ کو معطل کر دیا گیا ہے اور انہیں شخصی احوال سے تعبیر کرتے ہیں تو اس سلسلہ میں امام ابن کثیر کی بات صحیح ہے کہ واقعتاً ایسے لوگ کافر ہیں اور ان کے کفر کی دلیل قرآن پاک کا ارشاد ﴿ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ﴿پس جو کوئی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں﴾ [المائدہ:۴۴] اور ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ﴾ ﴿تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے ...... ﴾ [النساء: ۶۵] ہیں''۔

[الا رشاد إلی صحیح الا عتقاد : ص۶۴]

ارشاد باری تعالیٰ ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّأَحْسَنُ تَأْوِيْلًا ﴾ ﴿اگر تم کسی معاملہ میں تنازعہ میں پڑ جاؤ.... ﴾ [النساء:۵۹] کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: ''یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو بھی تنازعہ کے موقع پر کتاب و سنت کو حکم نہ بنائے تو ایسا شخص نہ اللہ پر ایمان رکھنے والا ہے اور نہ ہی یوم آخرت پر''۔

(۵) مفتی دیار نجد الشیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخؒ اپنی کتاب ''فتح المجید'' میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ ﴾ ﴿پس جو کوئی طاغوت کا انکار کرے ﴾ [البقرۃ:۲۵۶] کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانا اس پر ایمان لانا ہے''۔

اسی طرح شیخ اسی باب میں فرماتے ہیں: ''اور عمرؓ کے اس منافق کے قتل کرنے کے واقعے میں جو کعب بن اشرف یہودی کے پاس فیصلہ لے جانا چاہتا تھا دلیل ہے اس بات پر کہ جو بھی کفر اور نفاق کا اظہار کرے اسے قتل کر دیا جائے گا'' [فتح المجید باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ الم تر الی الذین یزعمون ﴾]

Marfat.com

(۶) علامہ الشیخ محمد جمال الدین القاسمی ؒ اپنی تفسیر'' محاسن التاویل '' میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ﴾ ..... ﴿یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَ قَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَ یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا﴾ ﴿چاہتے ہیں کہ طاغوت کی طرف فیصلہ لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کا انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں پھینک دے﴾ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''طاغوت کو حکم بنانا اس پر ایمان لانا ہے اور بلاشبہ طاغوت پر ایمان لانا اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے جبکہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا اللہ پر ایمان لانا ہے''۔

(۷) علامہ الشیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ ؒ اپنی کتاب تیسیر العزیز الحمید (ص۴۱۹) میں باب قول اللہ تعالیٰ ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ﴾ کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''اس آیت میں دلیل ہے کہ طاغوت یعنی کتاب وسنت کے سوا کسی اور چیز سے فیصلے نہ کرانا فرائض میں سے ہے اور جو طاغوت سے فیصلہ کرائے، وہ مومن تو کیا مسلم بھی نہیں''۔

(۸) شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن آل شیخ کہتے ہیں: ''جس شخص نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو حکم بنایا، حالانکہ اسے علم بھی تھا، تو یہ شخص کافر ہے''

[الدرر السنیة: کتاب حکم المرتد: ۴۲۶/۱۰]۔

(۹) علامہ الشیخ حمد بن عتیق ؒ کہتے ہیں: ''بہر حال دوسرا مسئلہ وہ چیزیں ہیں جن سے ایک مسلم مرتد ہو جاتا ہے''۔ پھر ان چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: ''چودھویں چیز کتاب اللہ اور سنت رسول کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز کو حکم بنانا ہے میں کہتا ہوں کہ اس کی مثال اہل دیہات ہیں کہ جو اپنے آباؤ اجداد اور اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے لعنتی قوانین وروایات جنکو وہ شرع رفاقہ کا نام دیتے ہیں کو فیصل بناتے ہیں اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول پر مقدم جانتے ہیں اور جو کوئی بھی ایسا کرے وہ کافر ہے''۔

[سبیل النجاة والفکاک من موالاة المرتدین و اهل الاشراک، مجموعة التوحید: ۳۶۱/۱]

(۱۰) علامہ الشیخ حمد بن ناصر ؒ آل معمر کہتے ہیں: ''اس تمام معاملے میں سب سے زیادہ واضح ارشاد باری تعالیٰ ﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا﴾ ﴿اور اگر تم میں کوئی تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور اس

Marfat.com

کے رسول کی طرف لوٹا دو﴾[النساء:۵۹] ہے یہ حکم ربانی اس بات پر کھلی دلیل ہے کہ ہر وہ کام جو لوگوں میں تنازعہ کا موجب بنے اور اس کا دین سے تعلق ہو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا، اصول میں ہو یا فروع میں، اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا لازم ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد﴿ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ﴾یہ شرط ہے اور اگر شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں رہتا، پس ثابت ہوا کہ جس شخص نے تنازعہ کے موقع پر اللہ اور اسکے رسول کے سوا کسی اور کو حکم بنایا تو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے تقاضے سے خارج ہو گیا''۔

[مجموعة الرسائل والفتاویٰ: ص۱۷۳]

(۱۱) **علامہ شیخ سلیمان بن سمحانؒ** کہتے ہیں: ''اسی سلسلے میں یہ بات ہے کہ جب اہل طاغوت سے کہا جاتا ہے کہ: تم اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف لوٹ جاؤ اور طاغوتی احکام کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں کہ: اگر ہم ایسا کریں تو ہم ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے، اگر میں ان خود ساختہ قوانین پر اپنے ساتھی سے اتفاق نہ کروں تو وہ مجھے قتل کر دے گا یا میں اسے قتل کر دوں گا''۔

اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے شیخؒ نے بڑی نفیس بات کی ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''اگر یہ کہا جائے کہ جب تم یہ بات جانتے ہو کہ طاغوت کو حکم بنانا کفر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ کفر قتل سے بھی بڑا گناہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿والفتنة أكبر من القتل﴾[البقرة:۲۱۷]﴿والفتنة أشد من القتل﴾[البقرة:۱۹۱] اور یہاں فتنہ کے معنی کفر کے ہیں پس اگر اہل دیہات اور شہری لوگ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں تو یہ قتل عام کرنا اس سے بہت کم ہے کہ زمین میں کوئی طاغوت نصب کر کے شریعت اسلامیہ کے خلاف اسے فیصل مانا جائے''۔

پھر شیخؒ فرماتے ہیں: ''جب طاغوت سے تحاکم کرانا کفر ہے، تو تمہارے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ تم دنیاوی اغراض کیلئے یہ کفر کرو؟ انسان اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا کہ جب تک اللہ اور اس کا رسول تمام چیزوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جائیں اور اللہ کے رسول اسے اسکی اولاد اور والدین اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں پس اگر تمہاری تمام دنیا بھی چلی جائے تب بھی یہ جائز نہیں کہ اس دنیا کو بچانے کی خاطر طاغوت کو حکم بنالو، اگر تمہیں شدید طور پر مجبور کر کے اختیار دے دیا جائے کہ تم طاغوت کو حکم بنالو یا تمام دنیا کا مال و اسباب خرچ کر ڈالو تو تم پر واجب یہ ہے کہ دنیا خرچ کر ڈالو اور طاغوت کو حکم نہ بناؤ''[الدرر السنية :۱۰/۵۱۰]۔

Marfat.com

جس منافق کو طاغوت کو حَکَم بنانے کی بناء پر قتل کیا گیا تھا، اس کے سلسلے میں شیخؒ فرماتے ہیں: ''طاغوت کو حَکَم بنانے والے شخص کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہیے۔ جب خلیفہ راشد نے ایک شخص کو طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانے کے ارادے کی وجہ سے قتل کردیا تو جو شخص اسلام کو رد کردے اور زمین میں فساد برپا کرے تو ایسا شخص قتل کئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔ مخلوق کی اصلاح اور بھلائی کے لئے ضروری ہے کہ ان کا معبود: اللہ، دین: اسلام اور نبی: محمد ﷺ ہو جائیں اور تحاکم و فیصلوں کیلئے منزل من اللہ شریعت کے پاس جائیں اور جب کبھی ان چیزوں کی نفی ہوگی تو زمین میں فساد اور خرابی بڑھ جائے گی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ألم تر إلى الذين يزعمو ن أنهم آمنوا بما أنزل إليك وما أنزل من قبلك ﴾ ﴿ کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا........ ﴾ اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو دعویٰ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کا کرتا ہے اور حکم، شریعت اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کو مانتا ہے تو یہ شخص جھوٹا، منافق اور صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے''۔

[الدرر السنية:١٠/٥٠٦،٥٠٧]

(١٢) علامہ شیخ عبدالرحمان السعدیؒ اپنی کتاب القول السديد على كتاب التوحيد میں کہتے ہیں: ''جس نے علماء اور امراء کی اطاعت اس طرح سے کی کہ اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حرام اور حرام کئے ہوئے کو حلال کرلیا تو بلاشبہ اس نے ان علماء اور امراء کو اپنا رب بنالیا''۔

شیخؒ مزید کہتے ہیں کہ: ''ہر ایک مسلم پر لازم ہے کہ وہ غیر اللہ کو حَکَم نہ بنائے اور اپنے تنازعے کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے اس طرح تمام دین اللہ کا ہو جائے گا اور ہر وہ شخص کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی غیر کو اپنا حکم بنائے تو گویا اس نے طاغوت کو اپنا حکم بنالیا اگرچہ وہ دعویٰ ایمان کا کرے مگر وہ حقیقت میں جھوٹا ہے، کیونکہ دین کے اصول اور فروعات میں اللہ کو اور اسکے رسول کو حکم بنائے بغیر ایمان صحیح اور مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ جو شخص بھی اللہ اور اسکے رسول کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنا تنازعہ فیصلے کیلئے لے جاتا ہے تو وہ اس کو رب بنا رہا ہے یعنی وہ طاغوت کو حاکم بنا رہا ہے''۔

(١٣) علامہ شیخ محمد بن ابراهيم، (١٤) شيخ عبدالله بن حميد،

(١٥) شيخ عبداللطيف بن ابراهيم، (١٦) شيخ عبدالعزيز الشترى،

(١٧) شيخ عبداللطيف بن محمد، (١٨) شيخ عبدالله بن عقيل،

Marfat.com

(۱۹) شیخ عبدالعزیز بن رشید، (۲۰) شیخ محمد بن عودہ،

(۲۱) شیخ محمد بن مہیزع ،

یہ سب شیوخ رحمہم اللہ اجمعین کہتے ہیں کہ: ''سب سے بڑی برائی اور منکرات کی جڑ اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر خود ایجاد کردہ قوانین بشری (انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین)، نظام بشری (انسانوں کے بنائے ہوئے نظام حیات)، عادات اسلاف، بزرگوں و آباؤ اجداد کے رسم و رواج کے پاس تحاکم کیلئے جانا، ان کے مطابق اپنے تنازعات کے فیصلے کرنا یا کرانا ہے کہ جن میں آج کا انسان مبتلا ہو چکا ہے اور اس پر خوش بھی ہے، بلاشبہ یہ سب سے بڑا نفاق بھی ہے اور کفر، ظلم اور عصیان کی سب سے بڑی علامات میں سے ہے اور جاہلیت (کفر) کے ان احکامات میں سے ہے کہ جنکو قرآن نے باطل کہا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس پر بھی ایمان لائے جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات تحاکم کیلئے طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور کی گمراہی میں مبتلا کردے﴾ [النساء:۶۰]، دوسرا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ﴿اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ کافر ہیں﴾ [المائدۃ:۴۴]، تیسرا ارشاد ہے ﴿اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں﴾ [المائدۃ:۴۷]۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سخت قسم کا انتباہ کیا ہے اور ڈرایا ہے ان تمام لوگوں کو کہ جو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کرتے ہیں اور ان دونوں کے سوا کسی اور کے پاس تحاکم کیلئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے صراحتاً حکم ہے کہ جو اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کسی اور چیز سے حکم کرتا ہے، فیصلے کرتا ہے، وہ کافر، ظالم اور فاسق ہے، منافقین اور اہل جاہلیت کے طور طریق اپنانے والا ہے۔

لہٰذا مسلمین کو ڈرنا چاہیئے اور ہر معاملے میں اللہ کی شریعت کو حاکم سمجھنا چاہیے، اس کی مخالفت سے بچنا چاہیے اور آپس میں ایک دوسرے کو اس کی تواصی کرتے رہنا چاہیئے، جو لوگ اللہ کی شریعت سے اعراض کریں یا اس

Marfat.com

کی تنقیص کریں یا اس کی توہین کریں یا اس کا مذاق اڑائیں یا اسے حقارت سے دیکھیں یا اسے چھوڑ کر کسی اور سے تحاکم کرانے، فیصلہ کرانے کو آسان بات سمجھیں یا اسے معمولی بات سمجھیں تو مسلمین کو چاہیئے کہ ان سے دشمنی و بغض رکھیں تا کہ اللہ کی طرف سے عزت وتکریم کے مستحق ہوں اور اس کے عذاب سے محفوظ رہیں اور اللہ کے اس حکم کو بجا لانے والے شمار ہوں کہ جس میں انہیں ان حکمرانوں سے موالات کا حکم دیا گیا ہے کہ جو اللہ کی شریعت سے راضی ہوں، اس کے مطابق فیصلے کریں اور اسے ہر چیز پر مقدم رکھیں'' [فتاویٰ شیخ محمد بن ابراھیم : ۲۵۶/۱۲]۔

(۲۲) علامہ شیخ محمد امین الشنقیطی فرماتے ہیں: ''تعجب ہے اس شخص پر کہ جو اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو حکم بناتا ہے اور پھر بھی اسلام کا دعوی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّكۡفُرُوۡا بِهٖ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًا بَعِیۡدًا﴾ ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا کہ جو دعوی تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں﴾ [النساء: ۶۰]، اور فرمایا ﴿جو کوئی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہی کافر ہیں﴾ [المائدۃ: ۴۴] [اضواء البیان : ۴۳۹/۳۔۴۴۱]۔

شیخ مزید فرماتے ہیں کہ: ''اس باب میں واضح ترین دلائل یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جو شخص اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر غیر شریعت کو حکم بناتا ہے ایسے لوگوں پر تعجب ہے کہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ مومن ہیں، یہ محض ان کا دعویٰ ہے کیونکہ ان کا ارادہ تو طاغوت کو فیصل بنانے کا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں﴾ [النساء: ۶۰]، ان سماوی نصوص سے جن کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے، صاف واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ شیطان کی وضع کردہ شریعت کی اتباع کرتے ہیں، ان کے کفر و شرک میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا، اس میں وہی شخص شک کر سکتا ہے کہ جس کی بصارت کو غارت کر کے اللہ نے اس کو نور ہدایت دیکھنے سے اندھا کر دیا ہو'' [اضواء البیان : ۸۲/۴۔۸۵]۔

Marfat.com

شیخؒ مزید فرماتے ہیں: ''اللہ کے حکم میں شرک اور اللہ کی عبادت میں شرک، ان سب کا ایک ہی معنی ہے، ان میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں، سو جو کوئی اللہ کے نظام کے علاوہ کسی اور نظام کی اور اللہ کی شریعت کے علاوہ کسی اور شریعت کی پیروی کرتا ہے تو یہ شخص اس جیسا ہی ہے کہ جو بتوں کو پوجتا ہے اور پتھر کے سامنے سجدہ کرتا ہے، سو یہ دونوں اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں'' [شریط صوتی مسجل للشیخ فی تفسیرہ لسورۃ التوبۃ]۔

(۲۳) شیخ عبدالرحمان بن محمد بن قاسمؒ "کتاب التوحید" کے حاشیہ میں ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ [النساء:٦٠] کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''جس نے لا إلـه إلا الله کی شہادت دی پھر اپنے تنازعات میں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے پاس فیصلہ لے گیا تو گویا اس نے اپنی شہادت دینے میں جھوٹ بولا، آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا انکار کر رہا ہے، مذمت کر رہا ہے کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور ان سے پہلے کے انبیاء پر نازل شدہ پر ایمان لائے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی وہ چاہتے یہ ہیں کہ اپنے جھگڑوں، تنازعات، مقدمات کے فیصلے، کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور چیز سے کروائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ﴾ [النساء:٦٠] میں استفہام، انکار کا ہے کہ جس میں شدید قسم کی وعید و تنبیہ ہے اور اللہ نے اس شخص کی مذمت کی ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کسی اور باطل کی طرف اپنا فیصلہ لے جاتا ہے اور یہاں اس سے مراد طاغوت ہی ہے کہ جس کے ساتھ کفر کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ علامہ ابن قیمؒ کے قول میں گذر چکا ہے کہ: جس چیز کی وجہ سے بندہ اپنی حد سے گزر جائے کسی کی عبادت کر کے، اتباع کر کے یا اطاعت کر کے، وہی چیز طاغوت ہے۔ اسی طرح جو شخص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر اپنا تنازعہ کسی اور کے پاس فیصلے کے لیے لے جائے تو درحقیقت وہ اپنا فیصلہ طاغوت کے پاس لے گیا، اس نے اپنا حکم طاغوت کو بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو طاغوت کے انکار کا حکم دیا ہے۔ تحاکم، فیصلے صرف کتاب و سنت سے کرنے کا حکم ہے لہٰذا جو کتاب و سنت کے مطابق فیصلے کرتا ہو، تحاکم صرف اسی سے کرانا ہوگا اور جو کتاب و سنت کو چھوڑ کر کسی اور قانون سے فیصلے کرتا ہے، وہ طاغوت ہے اور جو اس کے پاس تحاکم کیلئے، فیصلے کرانے کیلئے گیا وہ اپنی حد سے تجاوز کر گیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعت سے نکل گیا۔ اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کی تو اس نے طاغوت

Marfat.com

کی عبادت کی..........۔

کفر بالطاغوت توحید کا ایک بنیادی رکن ہے پس جب اس رکن میں خلل پڑا تو آدمی موحد نہ رہا اور جس نے طاغوت کا انکار نہیں کیا وہ اللہ پر بھی ایمان نہیں لایا اور توحید ایمان کی اساس و بنیاد ہے جس کے ذریعے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے اور اگر توحید میں فساد ہو تو اعمال میں بھی فساد واقع ہو جاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمن يَكفُر با لطَّاغُو ت ويُؤ مِن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى﴾''۔

(۲۴) **شیخ احمد شاکر** ؒ فرماتے ہیں کہ: ''جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول محمد ﷺ اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں لیکن ارادہ یہ کرتے ہیں کہ ﴿يُرِيدُونَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوٓا اِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ اُمِرُوٓا اَنْ يَّكْفُرُوا بِهٖ﴾، تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ وہ منافق ہیں کیونکہ جب انہیں اللہ اور رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ اللہ اور اسکے رسول کے پاس آنے سے سختی سے رک جاتے ہیں اور نفاق کفر کی بدترین قسم ہے'' [عمدة التفسير : ۲۱۳/۳]۔

(۲۵) **شیخ حمود بن عبداللہ التویجری** ؒ فرماتے ہیں کہ: ''بہت سے لوگ دین سے منحرف ہو چکے ہیں، کوئی کم اور کوئی زیادہ، بلکہ اکثر تو ارتداد اور دین اسلام سے مکمل خروج تک پہنچ گئے ہیں۔ شریعت محمدی کو چھوڑ کر کسی غیر کو حکم بنانا یہ کھلی گمراہی اور نفاق اکبر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو گمان تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ اور رسول کی طرف آؤ تو آپ دیکھیں گے کہ منافقین آپ کے پاس آنے سے سختی سے رک جاتے ہیں﴾ [النساء: ۶۰، ۶۱]''۔

[الإيضاح والتبيين لما وقع فيه الأكثرون من مشابهة المشركين : ص ۲۸]

ائمہ اسلام کے یہ بعض اقوال توحید کے اس اہم و بنیادی رکن کی تشریح و توضیح کرتے ہیں کہ طاغوت کو حَکَم بنانا، اس پر ایمان لانا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے، علامہ ابن کثیر ؒ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے اور قرآن و سنت میں سے نقل کردہ نصوص اس سلسلے میں کافی و وافی ہیں اس شخص کے لئے کہ جو ہدایت کا متلاشی ہے۔

Marfat.com

فصل سوم

تا تاریوں کے الیاسق کے ساتھ سلف نے کیا سلوک کیا؟

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں، ارشادِ ربانی: ''أفحکم الجاهلیة یبغون ......'' کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ناپسندیدگی کا اظہار فرما رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے محکم، ہر خیر پر مشتمل اور ہر قسم کے شر سے مبرا حکم کو چھوڑ کر، ان آراء، اھوا، خواہشات اور اصطلاحات کی طرف جاتے ہیں کہ جنہیں لوگوں نے وضع کر رکھا ہے کہ جن کی کوئی بنیاد اللہ تعالیٰ کی شریعت میں نہیں، جیسا کہ اہل جاہلیت اپنے گمراہیوں اور جہالتوں کی بنیاد پر فیصلے کرتے تھے کہ جو انہوں نے اپنی آراء واھواء سے وضع کر رکھی تھیں، جیسا کہ تا تاری اپنی ملکی سیاست کے فیصلے، اپنے بادشاہ چنگیز خان کی بنائی ہوئی، ''الیاسق'' کے مطابق کرتے ہیں۔ الیاسق ان احکام کا مجموعہ ہے کہ جو چنگیز خان نے مختلف شریعتوں مثلاً: یہودیت، نصرانیت اور دین اسلام وغیرہ سے اخذ کیے تھے، یہ کتاب اس کی اولاد میں قابل اتباع شریعت بن گئی اور وہ اسے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مقدم رکھتے ہیں، تو جو بھی یہ کام کرے وہ کافر ہے...... ''۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی کتاب البدایة والنهایة (۱۲۸/۱۳) میں کہتے ہیں کہ: ''جس نے خاتم النبیین محمد ﷺ بن عبداللہ پر نازل ہونے والی محکم شریعت کو چھوڑ کر منسوخ شدہ شریعتوں کو حکم بنایا تو اس نے کفر کیا اور جس نے چنگیز خان کی ایجاد کردہ شریعت الیاسا کو حکم بنایا تو ایسا شخص بالاجماع کافر ہو گیا''۔

اسی طرح امام ابن تیمیہؒ وابن قیمؒ کے زمانے میں سلف صالحین نے ان تا تاری طاغوتی قوانین کا انکار و رد کیا، اس سے فیصلے نہیں کروائے، نہ اسے پڑھا اور پڑھوایا، نہ اس کی درس و تدریس کی، نہ اس کی تعلیم حاصل کی، نہ اس پر عمل کیا، غرض یہ کہ اس سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا بلکہ ہر اس شخص کو کافر قرار دیا کہ جو ان قوانین سے فیصلے کروائے یا ان کے پاس تحاکم کیلئے جائے۔ اس دور میں مسلمین نے ان تا تاری قوانین کے ساتھ یہ رویہ رکھا تو بہت جلد ان کا اثر زائل ہو گیا اور وہ نیست و نابود ہو گئے۔

Marfat.com

اگر موجودہ دور کے مسلمین بھی ان غیر اسلامی قوانین کے ساتھ وہی رویہ وسلوک رکھتے کہ جس طرح سے سلف صالحین نے غیر اسلامی قوانین کے ساتھ رکھا تھا تو آج مسلمین کا یہ حال نہ ہوتا کہ وہ آج ہر معاملہ میں غیر اسلامی قوانین کے پابند ومحکوم ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

فصل چہارم

تحاکم الی الطاغوت کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات

پہلا شبہ

اور یہ بدترین شبہ ہے: ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ فعل تحاکم نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو محض اپنی حق رسی کے لئے تگ ودو کرنا ہے یعنی یہ درخواست یا مطالبات ہیں کہ جن کے ذریعے حق حاصل کیا جاتا ہے اور اگر ایسا نہ کیا جائے تو حق ضائع ہو جائے گا۔

اس شبہ کا جواب: ہم کہتے ہیں کہ بعض اوقات انسان ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے کہ اگر یہ کلمہ سمندر کے پانی میں ڈالا جائے تو پورے سمندر کے پانی کو زہریلا کر سکتا ہے، یہ بات انہیں باتوں میں سے ہے جو اللہ کے دین کے خلاف اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کا ایک حیلہ اور مکر ہے۔ یہ بات ہر ذی عقل کے ہاں مسلّم ہے کہ نام تبدیل کرنے سے چیزوں کی حقیقت نہیں بدل جاتی۔

اس سلسلے میں **علامہ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطین**ؒ کہتے ہیں: ''جس کسی نے عبادات میں سے کوئی فعل غیر اللہ کے لئے کیا پس اس نے غیر کی عبادت کی، اسے الٰہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کے خاص حق میں اسے شریک کیا اگر چہ وہ اسے الٰہ نہ کہے، اپنے اس فعل کو عبادت نہ کہے، مگر اس نے عبادات میں سے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کر کے اسے الٰہ مان لیا اور شرک کا مرتکب ہو گیا کیونکہ ہر عقل مند یہ جانتا ہے کہ نام کی تبدیلی سے اشیاء کی حقیقت نہیں تبدیل ہوتی'' [**مجموعۃ التوحید : الرسالۃ السابعۃ**]۔

بلاشبہ یہ امر مسلّم ہے کہ تحاکم، تنازعہ کے وقت اس شخص کے پاس معاملہ پیش کرنے کا نام ہے کہ جسے حکم بنایا گیا ہے اور یہ تگ ودو (انسانی جسم کے) اعضاء کا فعل ہے نہ کہ صرف دل کا، جو شخص یہ کہتا ہے کہ تحاکم تو صرف اسی

Marfat.com

وقت ہوتا ہے جب اس میں نیت کا دخل ہو کہ جس شخص کے پاس وہ جا رہا ہے وہ اللہ سے افضل و اعلیٰ ہے، یہ اسی طرح کی بات ہے جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ کسی شخص کے سامنے سجدہ کرنا اسی وقت سجدہ کہلائے گا کہ جب اسکی نیت بھی سجدہ کی ہو۔

حافظ ابن قیمؒ نے اس قسم کی باتوں کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ''شرک کی اقسام میں سے مرید کا شیخ کو سجدہ کرنا بھی ہے۔ یہ ایسا شرک ہے کہ جس میں پیر اور مرید دونوں مبتلا ہیں۔ تعجب ہے کہ لوگ اسے سجدہ قرار نہیں دیتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف احترام کے طور پر شیخ کے سامنے سر رکھ دینا ہے، پس ایسے لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم جو بھی نام رکھو، سجدہ کی حقیقت یہی ہے کہ کسی کے آگے سر زمین پر رکھ دیا جائے'' [**المدارج :۱/۳۷۴**]۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ خود نبی ﷺ نے مطعم بن عدی کی حمایت (حفاظت) حاصل کی تھی، اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر انسان تھوڑا سا بھی غور کرے تو یہ بات با آسانی سمجھی جا سکتی ہے، جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تحاکم کا معنی اس شخص کے سامنے معاملہ پیش کرنا ہے کہ جس کے پاس نزاع کے وقت فیصلہ لے جایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿ **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ** ﴾ ﴿پس اگر تم کسی چیز کے بارے میں تنازعہ میں پڑ جاؤ۔۔۔۔۔۔۔۔ ﴾ [**النساء:۵۹**] لہٰذا معلوم ہوا کہ تحاکم یہ ہے کہ دو اشخاص کے درمیان تنازعہ پیدا ہو اور وہ یہ تنازعہ کسی فیصلہ کرنے والے کے پاس لے جائیں، بلا شبہ یہ کفر اور شرک اکبر ہے کہ جب یہ مقدمہ کسی طاغوت کے پاس لے جایا جائے، رہی یہ بات کہ ضرورت کے وقت اپنے بچاؤ کے لئے کسی کافر سے اپنی جان بچانے کے لئے مدد حاصل کرنا تو اس کے حرام ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں، خود ابو بکرؓ نے یہ حمایت حاصل کی تھی جب وہ ابن دغنہ کے پڑوس میں داخل ہوئے، اسی طرح ابتداء اسلام میں مشرکین کے خوف اور تکلیف سے بچنے کے لئے نجاشی کی حمایت (حفاظت) حاصل کی گئی تھی۔

کچھ لوگوں نے دور جاہلیت کے واقعہ حلف الفضول کو بھی تحاکم الی الطاغوت سے تعبیر کیا ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ یہ شبہ سرے سے ہی غلط ہے کیونکہ حلف الفضول کے ارکان جھینہ کے کاہنوں اور کعب بن اشرف کی طرح طاغوت نہ تھے کہ جو اللہ کی شریعت کی بجائے خود ساختہ قوانین سے لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے بلکہ وہ تو مشرکوں کا ایک گروہ تھا کہ جو مظلوموں کی مدد کے لئے اکٹھا ہوا تھا اور یہ ایک اچھا کام ہے جس کی خود اسلام تلقین کرتا ہے۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں **حلف المطیبین** کے گروہ میں شامل ہوا، مجھے یہ بات پسند نہیں

Marfat.com

کہ میں اس عہد کو توڑ ڈالوں اگر چہ مجھے اس کے بدلے میں سرخ اونٹنیاں دی جائیں ...."۔

جو لوگ اس اثر سے استدلال کرتے ہیں ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا نبی ﷺ کا یہ ارشاد کعب بن اشرف اور جہینہ کے کاہنوں وغیرہ طواغیت پر منطبق ہوتا ہے کہ جن کے پاس اہل جاہلیت فیصلوں کے لیے جاتے تھے؟ پس اگر تم کہو کہ: نہیں، تو ہم کہیں گے کہ: کیوں نہیں؟ اگر تم کہو کہ: وہ لوگ عدل وانصاف سے فیصلے نہیں کرتے تھے، نہ ظلم کا انسداد کرتے تھے اور رشوت کھاتے تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ: اللہ نے ہمیں کفر بالطاغوت کا جو حکم دیا ہے تو کیا وہ محض اس لئے دیا ہے کہ وہ لوگوں میں انصاف نہیں کرتے اور رشوت وصول کرتے ہیں یا اس لئے کہ جب تک انسان ان کا انکار نہ کرے اور ان کو حکم بنانا ترک نہ کرے تب تک اس کا اسلام ہی صحیح نہیں ہوسکتا۔ یہ پہلا سوال ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ: تم کہتے ہو کہ: ہم ان کو ان امور میں حکم بناتے ہیں کہ جن میں ان سے عدل کی توقع ہے، رہا ظلم تو اس میں ان کو حکم نہیں مانتے، ہم کہتے ہیں کہ اس تفریق کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟

اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں ان کو حَکَم بنانے سے روکا ہے، ان کے پاس اپنے مقدمات وتنازعات لے جانے سے منع کیا ہے، اور ہمیں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ جو ان کے پاس تحاکم کیلئے جاتا ہے وہ ان کا انکار نہیں کررہا، سو مسلم کا کام یہ ہے کہ وہ چوکنا اور ہوشیار رہے اور جلدی میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو ورنہ تو اس کا پچھتاوا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دوسرا شبہ

جن لوگوں کے بارے میں تحاکم الی الطاغوت کی آیات نازل ہوئیں، یہ وہ لوگ تھے کہ جو طواغیت کو اپنا حکم اس لئے بناتے تھے کہ وہ اللہ کے حکم پر راضی نہ تھے جبکہ ہم حکم تو بناتے ہیں لیکن یہ بات نہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر راضی نہیں ہیں۔ اس شبہ کے جواب کے کئی پہلو ہیں :

پہلی وجہ: جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: ﴿يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ﴾ ﴿وہ چاہتے ہیں کہ طاغوت کے پاس اپنے فیصلے لے جائیں﴾ تو اس ارشاد یتحاکم الی الطاغوت میں دل کے ارادے کو شرط قرار نہیں دیا گیا بلکہ شرط صرف یہی ہے کہ یہ لوگ طاغوت کے پاس فیصلے، تحاکم کیلئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو آدمیوں کا حال بیان کیا ہے، ان میں ایک منافق اور دوسرا یہودی ہے، یہ دونوں کعب بن اشرف کے پاس اپنا فیصلہ لے جانا چاہ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں طاغوت سے مراد یہی طاغوت ہے اور یہودی نے کعب کے پاس جانے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کیونکہ کعب بن اشرف ایک رشوت خور تھا پھر یہ دونوں نبی ﷺ کے پاس چلے گئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "یریدون" میں یہودی اور منافق کا وصف بیان کیا گیا ہے، ان کے کفر کے لئے دل کے ارادہ کو شرط قرار نہیں دیا گیا، کیونکہ اس طرح کے کلام کے سیاق میں اگر "یریدون" کا استعمال ہو تو یہ حال کی صفت کرنے کا فائدہ دیتا ہے۔

دوسری وجہ: ان کا یہ کہنا کہ جب وہ طاغوت کے پاس تحاکم کے لئے جاتے ہیں تو ان کا ارادہ تحاکم کا نہیں ہوتا، جو کہ بالکل غلط ہے، اس لئے کہ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں پایا جاتا جو ارادہ کے بغیر کوئی کام انجام دے یا کوئی فعل کرے، اس لئے کہ ہر فعل ارادہ پر مبنی ہوتا ہے بخلاف اس ارادہ کے جو کبھی فعل کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور کبھی بغیر فعل کے ہوتا ہے۔ شائد ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہ طاغوت کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں تو ان کا ارادہ کفر و شرک کا نہیں ہوتا، اگر مسئلہ یہ ہے تو یہ دوسرا معاملہ ہے، جس کا چھٹی وجہ میں بیان ہوگا۔

تیسری وجہ: امام ابو سعودؒ نے اپنی تفسیر میں ارشاد باری تعالیٰ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ

Marfat.com

يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴾ ﴿کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جوگمان تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں ﴾[النسـاء:٦٠] کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے تحاکم الی الطاغوت کے ارادہ کرنے پر اس قدر تعجب، مذمت، وعید اور نفرت کا اظہار کیا ہے تو جب لوگ عملاً طاغوت کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں تو اس وقت اللہ کی ناراضگی کا کیا حال ہوتا ہوگا؟

چوتھی وجہ: امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص کسی ایسی مخصوص ظاہری عبادت کو، کہ جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے، کسی غیر کیلئے کرے تو ایسے شخص کے مشرک اور شرک اکبر کے ارتکاب کی وجہ سے امت مسلمہ سے خارج ہونے میں کوئی شک نہیں ۔خواہ اس نے ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس پر راضی ہو یا نہ ہو، سوائے اس کے کہ جو مجبور کر دیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔

پانچویں وجہ: ان لوگوں نے محکم آیات ترک کر کے متشابہات کو لے لیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی محکم آیات میں وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ ﴿وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ﴾ ﴿حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں﴾[النساء:٦٠]، علامہ الشیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخ ؒ کہتے ہیں: '' وقد أمروا ان یکفرو به یعنی انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کفر کریں، یعنی طاغوت کا انکار کریں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تحاکم الی الطاغوت ایمان کے منافی ہے اور طاغوت کا انکار کئے بغیر ایمان صحیح نہ ہوگا''۔

[تیسیر العزیز الحمید :ص۴۱۹]

جب ہم نے تحاکم الی الطاغوت کی ممانعت میں قرآن کے ایک محکم حکم کو جان لیا تو پھر ہمیں کسی متشابہ بات کو اس کے مقابلے میں نہیں لانا چاہیے، امام محمد بن عبدالوهابؒ کفر بالطاغوت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''کفر بالطاغوت کی تعریف یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے، اسے ترک کیا جائے، اس پر ناراضگی وبغض کا اظہار کیا جائے اور ایمان بالطاغوت والوں کی تکفیر کی جائے اور ان سے عداوت رکھی جائے'' [مجموعة التوحيد، الرسالة الاولىٰ]۔

Marfat.com

پس اگر انسان عبادت لغیر اللہ کے باطل ہونے کا عقیدہ تو رکھے لیکن اسے ترک نہ کرے تو یہ طاغوت کا منکر نہ ہوا، اور اگر اس کے باطل ہونے کا عقیدہ تو رکھے اور اسے ترک بھی کردے لیکن اس سے محبت بھی رکھے اور اس پر ناراض بھی نہ ہو تو تب بھی وہ طاغوت کا منکر نہ ہوا۔

چھٹی وجہ: ارادہ سے مراد اگر نیت اور قول کی پختگی اور عزم کو لیا جائے اور فعل کو ارادہ سے الگ رکھا جائے (یعنی شرکیہ فعل تو کیا جائے مگر ساتھ یہ بھی کہا جائے کہ ہماری نیت شرک یا کفر کی نہیں ہے) تو یہی بات قبروں کی عبادت اور ان کے گرد طواف کرنے والے بھی کہتے ہیں کہ: ہاں ہم طواف تو کرتے ہیں لیکن ہمارا ارادہ شرک کرنے کا نہیں، پس ہر موحد جانتا ہے کہ ان کا قول باطل ہے۔

شیخ الإسلام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: ''جس کسی نے کلمہ کفر کہا یا کفر کا کام کیا تو وہ ایسا کرنے سے کافر ہو گیا، اگر چہ اس کا ارادہ یہ نہ ہو کہ وہ ایسا کرنے سے کافر ہو جائے گا'' [**الصارم المسلول**: ص ۱۷۷، ۱۷۸]

امام طبریؒ، اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ کون زیادہ خسارے والا ہے.............﴾ [**الکھف**: ۱۰۳، ۱۰۴] کے زمرے میں کہتے ہیں: ''یہ سب سے بڑی دلیل ہے ان لوگوں کے قول کے تردید کی کہ جو کہتے ہیں کہ: کسی کا عمل، کفر باللہ تب شمار ہوگا کہ جب اللہ کی واحدنیت کا علم ہو جانے کے بعد وہ کفریہ عمل کا ارادہ وقصد کرے جبکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اعمال کے بربادی کی خبر دی ہے کہ جو اپنے اعمال کو صحیح وصالح سمجھتے ہیں''۔

حافظ ابن حجرؒ، **فتح الباری** میں کہتے ہیں: ''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمین میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو دین سے نکل جاتے ہیں حالانکہ ان کا ارادہ دین سے نکلنے کا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی اور دین کو دین اسلام پر ترجیح دیتے ہیں''۔ علامہؒ مزید کہتے ہیں: ''طبریؒ نے اپنی کتاب التہذیب میں بعض ایسی احادیث بیان کی ہیں کہ جن سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ جب تک اہل قبلہ میں سے کوئی شخص جان بوجھ کر ملت اسلامیہ سے نکلنے کا قصد نہ کرے، تب تک وہ ملت اسلامیہ سے خارج نہ ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ اس عقیدہ کی تردید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ حق بات کریں گے اور قرآن بھی پڑھتے ہوں گے لیکن اسلام سے اس طرح سے نکل جائیں گے کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا''۔

Marfat.com

[فتح الباری:کتاب استتابة المرتدين ،باب ترك قتال الخوارج للتألف : ۱۲/۲۶۷-۲۶۹]

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ: ''بعض اوقات انسان اس وجہ سے مرتد ہوجاتا ہے کہ اس کے ذہن میں اسلام کے بارے میں شبہات پیدا ہوجاتے ہیں'' [الکافی لا بن قدامة :۴/۱۵۸، باب حکم المرتد]۔

امام محمد بن عبدالوهابؒ کہتے ہیں: ''تیسری چیز: یہ جولوگ کررہے ہیں کہ غیراللہ کا قصد کرنا، توجہ کرنا، ان سے دعائیں کرنا، ان کو اپنی حاجات پیش کرنا اور مختلف مشکلات میں ان سے مدد طلب کرنا وغیرہ، کیا یہ ہو بہو وہی چیز نہیں ہے کہ جو نبی ﷺ کی بعثت سے قبل مشرکین عرب لات وعزیٰ وغیرہ کیلئے کیا کرتے تھے؟ اِن کے اور اُن کے عمل میں کیا فرق ہے؟

چوتھی چیز: یہ کہ جو مسلم ایسا کرتا ہے کیا اسکی تکفیر کی جاسکتی ہے؟ اور کیا اسکا ایمان ضائع ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر تجھے اس کا جواب دینا مشکل نظر آئے تو:

اول: قبر میں فرشتوں کے سوال پر غور کر کہ جس کے جواب میں مشرک، کافر یا منافق یہ کہتا ہے کہ: ہاہ ہاہ مجھ کو معلوم نہیں، میں تو لوگوں سے جو کچھ سنتا تھا وہی کچھ کہتا تھا۔

دوم: اگر تم کہو کہ ان میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں تو اس کا ثابت کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔

سوم: اگر تم کہو کہ یہ لوگ یہ اعمال بغیر ارادہ کے کرتے ہیں، تو اس غیر ارادہ کی تفریق کا ثبوت کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہونا چاہیے۔

چہارم: اگر تم کہو کہ اسلام کفر سے انسان کو بچاتا ہے اگر چہ وہ کیسے ہی عمل کیوں نہ کرے تو پھر الإقناع کے باب حکم المرتد کا مطالعہ کرو'' [مجموعة الفتاویٰ والرسائل والأجوبة :ص۸۸]۔

شیخؒ اپنے رسالہ السنية میں کہتے ہیں: ''جیسا کہ حدیث میں خوارج اور ان کے دین سے خارج ہونے کا ذکر ہے اور نبی ﷺ نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، تو جب نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں جن لوگوں نے اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کیا اور پھر وہ اس سے نکل گئے، حالانکہ یہ بڑے عبادت گذار تھے، یہاں تک کہ آپ نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا تو موجودہ دور میں بھی ایسے لوگ ہوسکتے ہیں کہ جو خود کو اسلام اور سنت کی طرف منسوب کرتے ہوں لیکن اسلام سے خارج ہوچکے ہوں'' [تاریخ نجد :ص۳۶۷]۔

امام صنعانیؒ اپنے رسالہ (تطهير الاعتقاد وعن أدران الشرك والإلحاد) میں کہتے

Marfat.com

ہیں: ''پس اگر تو کہے کہ ان کو اس بات کا علم ہی نہ تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے وہ مشرک ہو گئے ہیں تو میں کہونگا کہ فقہاء نے فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو کلمہ کفر کہے گا اسے کافر کہا جائے گا، اگر چہ اس نے اس کے معنی کا ارادہ نہ کیا ہو، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے حقیقت اسلام کو نہیں پہچانا اور نہ ہی یہ لوگ ماہیت توحید سے واقف ہوئے تو یہ لوگ اصلی اور حقیقی کافر ہوئے'' [ص:۱۲]۔

ہم کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے یہاں مسئلہ تکفیر المعین میں غلطی کا ارتکاب کیا ہے، سو انہوں نے گمان کیا کہ جو شخص شرک اکبر کا ارتکاب تاویل کے ساتھ کرے تو نہ اس کی تکفیر کی جائے گی اور نہ اسے اسلام سے خارج کیا جائے گا، اس کیلئے انہوں نے مامون کے واقعہ سے استدلال کیا کہ جب اس نے خلق قرآن کی تاویل کی تو امام احمد بن حنبلؒ نے اس کی تکفیر نہیں کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات بالکل غلط ہے، کیونکہ واضح شرک اور کفر جلی، جیسا کہ عبادت میں شرک، اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء اور کفر خفی جیسا کہ بعض کفریہ خفیہ اقوال کہہ دینا یا اللہ تعالیٰ کی بعض صفات، مثلاً کلام اللہ وغیرہ کی تاویل کر دینا، ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ اس فرق کے بیان کی طرف جھکاؤ کرنے والے لوگوں میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ بھی ہیں، انکے خیالات ان بعض موجودہ رسائل میں موجود ہیں کہ جو تاریخ نجد للشیخ حسین بن غنام میں شامل ہیں، جہاں انہوں نے ذکر کیا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ بھی اس تفریق کے قائل ہیں جو شرک فی العبادات اور بعض کفریہ کلمات کے درمیان موجود ہے۔ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمانؒ اور علامہ اسحاق بن عبدالرحمان بن حسن آل شیخؒ جیسے علماء حق بھی اسکے قائل ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

تیسرا شبہ

یہ ہے کہ ''تحاکم'' اگرچہ شرک تو ہے لیکن یہ شرک اصغر ہے، جو کہ شرک اکبر کی تعریف میں نہیں آتا یہاں تک کہ کوئی اسے جائز قرار دے دے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بجائے کسی غیر کے نام کی قسم کھانا۔

اس کا جواب: ہم کہتے ہیں کہ عبادت تو صرف اور صرف اللہ عزوجل ہی کی ہے، جس طرح رکوع، سجدہ، دعا کرنا، مدد مانگنا، ذبح کرنا، نذر ماننا، طواف کرنا، حکم بنانا، خوف رکھنا، امید کرنا، رجوع کرنا، محبت اور تعظیم وغیرہ، اور ان کی تین قسمیں ہیں ایک کا تعلق اعتقاد سے، دوسرے کا تعلق اقوال سے اور تیسرے کا تعلق افعال سے ہے۔

ظاہری عبادات جن کا تعلق اقوال اور افعال سے ہے جیسے دعا کرنا، مدد طلب کرنا، رکوع وسجدہ کرنا، ذبح، نذر، تحاکم، وغیرہ ان میں سے کوئی بھی چیز غیر اللہ مثلاً کسی بت، یا مردے یا کسی بھی طاغوت کے لئے کرے گا تو وہ شرک اکبر کا مرتکب اور کافر ہو جائے گا، یہ پرواہ کئے بغیر کہ وہ عقیدہ رکھتا ہے یا نہیں، ان کو حلال و جائز تصور کرتا ہے یا نہیں۔

رہی باطنی عبادات جن کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے جیسے خوف، رجاء، محبت، تعظیم وغیرہ تو ایسے شخص پر صرف اس وقت کفر کا حکم لگایا جائے گا کہ جب وہ اپنی زبان سے اس عقیدہ کا اظہار کرے کیونکہ یہ قلبی سرّی عبادات ہیں۔

لیکن جس شخص نے تحاکم (عبادت) کو حلف لغیر اللہ تصور کیا، اس کا قیاس باطل ہے، اس شخص نے توحید اور عبادت کے معنی کو سمجھا ہی نہیں، اس نے تحاکم، جو کہ عبادت ہے، کو حلف لغیر اللہ جو کہ ایک شرکیہ لفظ ہے پر قیاس کیا، تو پھر اس شبہ کے قائلین کہتے ہیں کہ علماء نے حلف باللہ کو عبادت میں کیوں شامل کیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ علماء نے حلف کو اس لئے عبادت قرار دیا ہے کہ حلف اٹھانے والا جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عظیم ہیں اور لائق ہیں کہ اس کے نام کا حلف اٹھایا جائے تو یہ حلف عبادت تعظیم بن جاتا ہے۔ اس لئے علماء نے کہا کہ جس نے لغیر اللہ کے لئے حلف اٹھایا وہ شرک اصغر میں مبتلا ہو گیا اور یہ اس وقت تک ملت اسلامیہ سے خارج

Marfat.com

نہ ہوگا کہ جب تک وہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ جس کی قسم اٹھائی گئی وہ واقعۃً اس حلف کا مستحق ہے۔

وجہ ثانیہ: یہ بات معلوم ہے کہ حلف لغیر اللہ ابتداء میں ممنوع نہ تھا، بعد میں اس کو ممنوع قرار دینے کی نصوص آئیں، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات سے منع کیا ہے کہ تم اپنے باپ دادا کے نام کے ساتھ قسم کھاؤ/ حلف اٹھاؤ'' [البخاری]۔

پس اس پر اس چیز کو کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے جو کہ ابتداء اسلام ہی سے ممنوع تھی اور وہ کفر بالطاغوت ہے۔

اگر اس باطل قیاس کو تسلیم کرلیا جائے یعنی تحاکم الی الطاغوت اور حلف لغیر اللہ دونوں کو ایک ہی درجے پر رکھا جائے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ تحاکم الی الطاغوت کی ممانعت کی آیات کے نزول سے پہلے مسلمین کیلئے یہ جائز تھا کہ وہ طواغیت کے پاس تحاکم کیلئے جائیں؟ کیونکہ تم نے تحاکم کو حلف لغیر اللہ کی مانند قرار دے دیا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

چوتھا شبہ

بعض لوگ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اس قول کو دلیل بناتے ہیں جو ان کے مجموع الفتاویٰ میں شامل ہے، آپ فرماتے ہیں: ''اور یہ لوگ جنہوں نے احبار اور رھبان کو رب بنالیا اس طرح کہ جس چیز کو اللہ نے حرام کیا تھا انہوں نے اسکو حلال کردیا اور جسکو حلال کیا تھا اسکو انہوں نے حرام کردیا تو لوگوں نے اس معاملے میں ان کی پیروی کی، ایسا کرنا دو طرح کا ہے:

اول: یہ کہ ان کو اس بات کا علم ہو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو تبدیل کردیا ہے اور اس تبدیلی پر بھی یہ لوگ ان کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے علماء کو اس بات کا حقدار سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام کریں، باوجود یہ کہ انہیں معلوم ہو کہ ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے دین کی مخالفت کی ہے، تو یہ کفر ہے۔

Marfat.com

دوم: یہ ہے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنانے کا ان کا عقیدہ ثابت ہو جائے، لیکن انہوں نے تو اپنے بڑوں کی، اللہ کی نافرمانی میں اس طرح سے اطاعت کی کہ جیسے ایک مسلم گناہ کو گناہ جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرتا ہے، تو ان جیسے لوگوں کا معاملہ عام گناہگاروں جیسا ہے" [مجموع الفتاوی: ۷/۷۰]۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے امام کے مندرجہ بالا قول سے استدلال کیا ہے انہوں نے امام کے قول کو سمجھا ہی نہیں اور نہ انہوں نے اطاعت شرکیہ اور اطاعت معصیت میں فرق کیا۔

اطاعتِ معصیت یہ ہے کہ انسان، مخلوق کے کسی گناہ کے فعل میں اطاعت کرے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ گناہ حرام ہے، اسے اطاعت معصیت کہا جائے گا، اس کا مرتکب اسلامی ملت سے اس وقت تک خارج نہ ہوگا کہ جب تک وہ اس گناہ کو حلال نہ جانے۔

اطاعتِ شرکیہ یہ ہے کہ انسان کسی فعل شرک میں مخلوق کی اتباع یا اطاعت کرے، مثلاً اسے کہا جائے کہ بت کو سجدہ کرو اور وہ سجدہ کر لے یا اسے کہا جائے کہ فلاں جن کیلئے ذبح کرو اور وہ ذبح کر ڈالے یا اسے کہا جائے کہ شریعت اسلامی کے سوا کسی غیر کے پاس فیصلہ لے جاؤ اور وہ چلا جائے، اس طرح کی اطاعت، اطاعت شرکیہ کہلاتی ہے اور اس کا مرتکب مشرک باللہ شمار ہوگا، اگرچہ وہ اس کے حلال ہونے کا عقیدہ نہ بھی رکھے۔

امام ابن تیمیہؒ کے قول کا مطلب طاعتِ معصیت ہے نہ کہ طاعتِ شرکیہ، یہ پہلی تردید ہے۔

دوسرا جواب: اطاعت اور تحاکم میں بڑا فرق ہے، اطاعت کبھی معصیت میں ہوتی ہے اور کبھی شرک میں جیسا کہ پہلے جواب میں ذکر کیا گیا ہے، لیکن تحاکم خالصتاً عبادت ہے جیسا کہ نذر ماننا، طواف کرنا وغیرہ، تو جو شخص اللہ اور اسکی شریعت کے سوا کسی اور کیلئے یہ کام انجام دے تو یہ شخص مشرک باللہ شمار ہوگا، یہ مسئلہ علماء نے اپنی کتابوں اور مقالات میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔

شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن بن حسن آل شیخ ؒ کہتے ہیں کہ: "جو شخص جانتے بوجھتے، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر، تحاکم کے لیے / فیصلے کے لیے کسی اور کے پاس جاتا ہے تو وہ کافر ہے" [الدرر السنیۃ: ۱۰/۴۲۶]۔

Marfat.com

پانچواں شبہ

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تحکیم، اللہ کے حکم کے مخالف ہو تو یہ تحاکم اِلی غیر اللہ جائز نہیں ہے اور جب یہ حکم کے مخالف نہ ہو، جیسے اپنے مال کے حصول کے لئے انصاف وغیرہ طلب کرنا تو یہ جائز ہوگی۔

بلا شبہ یہ قول بھی دو وجوہات کی بناء پر باطل اور نا جائز ہے:

پہلی وجہ: ہم یہ نہیں دیکھیں گے کہ فیصلہ عدل پر مبنی ہے یا ظلم پر بلکہ ہم وہ قانون دیکھیں گے کہ جس کے مطابق فیصلہ ہوا ہے، جس کی طرف رجوع کیا گیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ جو شخص انصاف کے حصول کی غرض سے کسی بھی غیر شرعی حاکم کے پاس جاتا ہے تو یہ طاغوت ہی کے رستہ پر جاتا ہے اور اسکی تردید اس آیت میں ملتی ہے ﴿ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ جو گمان تو یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس کا انکار کریں ﴾ [النساء: ٦٠]، اس آیت کا پس منظر کعب بن اشرف ہے۔ آیت کریمہ میں کفر کا سبب اسے حکم بنانا اور نزاع میں اس سے فیصلہ لینا ہے، یہاں کفر کا سبب کعب بن اشرف کے غیر عادل ہونے کو نہیں بنایا گیا کہ وہ رشوت لیتا تھا۔

دوسری وجہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ دین کی حفاظت کا مقصد، مال کی حفاظت کے مقصد پر مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق، بندے کے حق پر مقدم ہے لہٰذا ہم بندے کے حق کو نہیں دیکھتے کہ اس کیلئے عدل کا فیصلہ ہوا یا ظلم کا، ہم معبود حقیقی کے حق کو دیکھتے ہیں اور وہ توحید ہے، جس کا تقاضہ کفر بالطاغوت، اس کے پاس تحاکم کے لیے نہ جانا اور لوگوں کو اس سے روکنا، بچانا اور ڈرانا ہے، اگر تم خود طاغوت کو اپنا حکم بناؤ گے تو دوسروں کو اس سے کیسے بچاؤ گے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

چھٹا شبہ

کہتے ہیں کہ شرعی حکومت تو کہیں بھی قائم نہیں ہے کہ جو میرا حق مجھے دلا سکے لہٰذا میں مجبور ہوں کہ اپنا حق حاصل کرنے کیلئے ان کے پاس جاؤں۔

اسکا جواب دو وجوہات سے دیا جاتا ہے:

پہلا جواب: ایسے شخص کو ہم اللہ کے اس ارشاد ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ﴾ ﴿ایسا اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور بلاشبہ اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ہے﴾ [النحل:۱۰۷] کی طرف متوجہ کر کے ڈراتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوھابؒ اپنے رسالہ کشف الشبہات کے آخری مقالہ میں اس آیت کے ضمن میں کہتے ہیں: ''واضح ہوا کہ یہ کفر اور عذاب، اعتقاد یا جہالت یا دین سے بغض رکھنے یا کفر کو پسند کرنے کی وجہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ اس کا اصل سبب دنیا کی لذتوں میں کھو جانا اور انہیں آخرت پر ترجیح دینا ہے''۔

سو کسی مسلم کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو، جائز نہیں ہے کہ وہ دنیا کی کسی لذت کو آخرت پر مقدم رکھے، یہ اقتدار کی حرص ہو یا ریاست کی طلب یا دنیا اور مال ومتاع کو بچانے کی خواہش ہو، اس لئے کہ دین کی حفاظت، حفاظتِ مال پر ہر لحاظ سے مقدم ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''برا ہو دینار و درہم اور روٹی کے غلام کا اگر اسے کچھ دیدیا جائے تو راضی ہو جاتا ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جاتا ہے'' [رواہ البخاری]۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾ ﴿کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے قرابت دار اور مال جو تم نے کمایا ہے اور تجارت جس کے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنکو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں تو پھر انتظار کرو کہ اللہ اپنا کوئی حکم

Marfat.com

لے آئے اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا﴾ [التوبۃ:۲۴]۔

غور کریں کہ کس قدر اللہ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے کہ جنہوں نے دنیاوی اسباب کی وجہ سے جہاد کو چھوڑ دیا تو یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان آٹھ چیزوں کی وجہ سے اگر توحید کو چھوڑ دیا جائے تو وہ زیادہ قابل مذمت ہے یا جہاد کو چھوڑنا؟ جب ان آٹھ امور کی بنیاد پر جہاد چھوڑنے والے کو اللہ نے معذور نہیں سمجھا تو جو شخص ان کی وجہ سے توحید کو چھوڑ دے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ کیا اس کا کوئی عذر قبول ہوگا؟ سوائے اس کے کہ جس کو کسی کلمہ کفر پر مجبور کر دیا جائے جیسا کہ عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کیا گیا تھا، یہ امور رخصت میں سے ہے مگر ایسے موقع پر بھی عزیمت اختیار کرنا افضل ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخؒ، علامہ حجاز محمد بن احمد الحفظیؒ سے نقل کرتے ہیں: ''اے عقل والو خبردار ہو جاؤ، اے غافل لوگو! جلدی جلدی توبہ کرلو، بلاشبہ فتنہ دین کی جڑ تک پہنچ گیا ہے، پس لازم ہے کہ خاندان، کنبہ، شوہر، بیویاں، اموال، تجارت اور مساکن وغیرہ دین کی حفاظت کیلئے اس پر قربان کر دیئے جائیں نہ کہ ان پر دین کو قربان کر دیا جائے، قال تعالیٰ: ﴿قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ.....﴾ [التوبۃ:۲۴]، آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے لازم قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور جہاد ان آٹھ چیزوں سے زیادہ محبوب ہونا چاہیئے اور ان تمام چیزوں سے دین زیادہ قیمتی ہونا چاہیے اور توبہ تمام چیزوں سے زیادہ اہم ہے'' [الدرر السنیۃ:۸/۲۵۹]۔

دوسرا جواب: ان کے جواب کے لئے دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو اللہ کا ارشاد یاد دلاتے ہیں:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ﴿مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ﴾ ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ ﴿میں نے جن اور انس کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے، میں ان سے کسی رزق کا مطالبہ نہیں کرتا اور نہ ہی ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں، اللہ ہی رزّاق اور قوت والا ہے﴾ [الذاریات:۵۶-۵۸]۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسانی تخلیق کی غرض وغایت واضح کی ہے اور وہ عبادت ہے اور ان کی روزی ورزق کی کفالت اللہ کے ذمے ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ بے نیازی سے بھر دونگا، تیری محتاجی دور کر دونگا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا ہاتھ کام میں لگ جائے گا اور

Marfat.com

میں تیری محتاجی دور نہ کروں گا'' [رواہ أحمد]۔

رہی ان کی یہ بات کہ تحاکم الی غیر اللہ کی طرف جانے کے لئے مجبور ہیں یہ بات بالکل باطل اور فضول ہے:

پہلی وجہ : یہ بات کہنے والے نے بات خلط ملط کر دی ہے پس اس نے اضطرار اور اکراہ میں فرق نہیں کیا اور اضطرار کو کفر کیلئے عذر تسلیم کر لیا حالانکہ یہ غلط ہے، اضطرار میں معصیت کا ارتکاب کیا جا سکتا ہے جبکہ کفر کا ارتکاب صرف حالت اکراہ میں کیا جا سکتا ہے نہ کہ حالت اضطرار میں۔

اضطرار : کا معنی یہ ہے کہ حالت مجبوری میں بڑی خرابی کو چھوڑ کر چھوٹی خرابی کو اختیار کر لیا جائے (جیسے بھوک کی وجہ سے ہلاکت کے قریب ہوتی بڑی خرابی سے بچنے کیلئے چھوٹی خرابی یعنی حرام کھا لیا جائے) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ﴿جو شخص مجبور کر دیا جائے لیکن نہ تو وہ عادی ہو اور نہ باغی تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے﴾

[البقرة:۱۷۳]

اکراہ : کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس طرح سے ایذا دینا کہ جو اسکو ہلاکت تک پہنچا دے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ ہم بحالتِ اکراہ میں کلمہ کفر کہہ سکتے ہیں۔ اگر ہم اضطرار اور اکراہ کو اکٹھا کر دیں تو ان میں عموم و خصوص کا تعلق بنتا ہے۔

شیخ احمد بن عتیق کہتے ہیں: ''اگر کہا جائے کہ وہ اکراہ کیا ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر کہنے کی اجازت دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ جس تناظر میں نازل ہوئی اس سے اکراہ کی صورت واضح ہو جاتی ہے۔ امام بغوی لکھتے ہیں کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: ﴿**من كفر بالله من بعد إيمانه إلا من اكره وقلبه مطمئن بالا يمان**﴾ [النحل: ۱۰۶] یہ آیت عمارؓ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب کفار نے ان کو، ان کے والد یاسرؓ اور ان کی والدہ سمیہؓ، صہیب، بلالؓ، خبیبؓ اور سالم کو پکڑا اور ان کو سخت اذیت دی، سمیہؓ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا، ان کے فرج میں برچھی ماری گئی اور ان کو قتل کر دیا گیا، اور ان کے خاوند یاسر کو بھی قتل کر دیا گیا، یہ اسلام کے پہلے دو شہید ہیں۔

Marfat.com

عمارؓ نے ان (مشرکوں) کے مطالبے کے مطابق بحالتِ اکراہ زبان سے کلمہ کفر کہہ دیا۔ان کو بئر میمون میں غوطہ دیا گیا اور پھر کہا کہ تم محمد کا انکار کر دو تو انہوں نے ایسا کہا لیکن یہ کلمہ دل سے نہیں کہا تھا، یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو لوگوں نے کہا کہ عمارؓ نے آپ کا انکار کر دیا، تب آپؐ نے فرمایا: ہرگز نہیں بلکہ عمار کی چوٹی سے لے کر قدموں تک، ایمان ان میں رچ بس گیا ہے، ان کے گوشت اور خون میں ایمان پیوست ہے۔عمارؓ آپؐ کے پاس آئے اور وہ رو رہے تھے، نبی ﷺ نے فرمایا: بات کیا ہے؟ تب عمارؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے شر اور برائی کا ارتکاب کیا، میں نے آپ کی شان کا انکار کیا ہے اور ان کے بتوں کو اچھا کہا ہے۔آپؐ نے فرمایا: تمہارے دل کی کیا کیفیت تھی؟ انہوں نے عرض کیا: دل ایمان پر مطمئن تھا۔نبی ﷺ نے ان کی آنکھیں خود پونچھیں اور فرمایا: اگر دوبارہ تم پر ایسا ہی ظلم کریں تو پھر بھی تم ایسا ہی کہہ دینا کہ جیسے تم نے پہلے کہا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ مکہ سے ہجرت کرنے کیلئے نکلے، رستہ میں ان کو مشرکین مکہ نے پکڑ لیا تو ان مہاجرین نے بحالت اکراہ کلمہ کفر کہا تب یہ آیت نازل ہوئی۔مقاتلؒ کہتے ہیں کہ ایک غلام تھا جسے اس کے مالک نے کفر پر مجبور کیا تھا پھر اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اب جس شخص کو بھی ان افراد کی طرح کی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے، اس کیلئے وہ عمل جائز ہوگا کہ جو ان لوگوں کیلئے جائز ہوا، لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ عمارؓ نے اس وقت کلمہ کفر یہ کہا کہ جب انکے والد اور انکی والدہ کو اذیت ناک طریقے سے قتل کر دیا گیا اور ان پر تشدد کرنے کے بعد انہیں بئر میمون میں غوطے دیئے گئے، چنانچہ جب بعض لوگوں نے عمارؓ کے واقعہ کو بہانہ بنا کر عذر معذرت کو جائز جانا تو امام احمدؒ نے کہا: ''عمارؓ کو تو ان لوگوں نے بے پناہ تشدد کر کے اذیت دی اور تم ہو کہ جن کو صرف یہ کہا جاتا ہے کہ ہم تمہیں ماریں گے''۔

[الدفاع عن اهل السنة والاتباع للشيخ حمد بن عتيق: ص ۲۸]

دوسری وجہ : یہاں ایک سوال ہے ایسی بات کہنے والوں کیلئے کہ مثلاً یہاں کوئی ایسی حکومت ہو کہ جہاں بتوں کو پوجا جاتا اور قبروں کے گرد طواف کیا جاتا ہو اور وہ کسی مسلم سے اس کا سب کچھ چھین لیں اور اس کی واپسی کیلئے یہ شرط لگائیں کہ وہ شخص بتوں کو سجدہ کرے یا قبر کا طواف کرے، تو کیا ایسی حالت میں یہ جائز ہوگا کہ وہ شخص بتوں کا قرب تلاش کرے اور انہیں سجدہ کرے یا طواف کرے تاکہ اسے اس کا چھینا ہوا مال و متاع واپس مل جائے؟ کیا ایسے شخص کو مجبور سمجھ کر اس پر شرک کا حکم نہیں لگایا جائے گا؟ ہم اس سوال کا جواب چاہتے ہیں۔

Marfat.com

تیسری وجہ : اگر ہم یہ تسلیم کرلیں اور کہیں کہ مال کا ضیاع بھی اکراہ میں شامل ہے تو نصوص قرآن و حدیث کو جمع کر کے دیکھتے ہیں تا کہ ہم پر یہ حکم شرعی واضح ہو جائے کہ کب ایک انسان کو بحالتِ اکراہ میں معذور سمجھا جائے گا اور کب نہیں:

پہلی نص : ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ ﴿جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا.....﴾ [النحل:۱۰۶]، یہ آیت عمارؓ بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب مشرکین نے انہیں پکڑ کر سخت اذیتیں دیں، یہاں تک کہ انہوں نے کلمہ کفر کہہ دیا۔

دوسری نص : ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ﴿جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں تو جب فرشتے ان کو فوت کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم زمین میں کمزور تھے، فرشتے کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت برا ٹھکانہ ہے﴾ [النساء:۹۷]۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس آیت کے بارے میں ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ: یہ ان مسلمین کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ بدر میں مشرکین کے ہمراہ ان کی تعداد بڑھانے کیلئے نکلے تھے، ان میں سے بعض قتل کر دیئے گئے اور بعض مسلمین کے ہاتھوں قید ہوئے، سو ان لوگوں کے ساتھ نبی ﷺ نے کفار کا سا معاملہ کیا اور ان میں سے ہر شخص نے خود کو چھڑانے کیلئے فدیہ دیا۔

امام بخاریؒ نے محمد بن عبدالرحمان ابوالاسود سے حدیث نقل کی ہے کہ: اہل مدینہ کے خلاف ایک لشکر تیار کیا گیا تو میں نے بھی اس میں اپنا نام لکھوایا، جب میں عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ سے ملا تو میں نے انہیں اس بارے میں بتایا، انہوں نے مجھے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا، پھر انہوں نے کہا کہ مجھے ابن عباسؓ نے بتایا: مسلمین میں سے کچھ لوگ مشرکین کی تعداد بڑھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے مدمقابل آئے، کچھ ان میں سے تیروں سے قتل ہوئے اور کچھ تلواروں سے تو ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ

Marfat.com

اَنۡفُسِہِمۡ ......﴾۔

ابن ابی حاتمؒ اور ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں السدی سے نقل کیا ہے کہ: ''جب عباسؓ، عقیل اور نوفل قیدی بنائے گئے تو نبی ﷺ نے عباسؓ سے فرمایا: تم اپنا اور اپنے بھتیجے کا فدیہ ادا کرو، عباسؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا ہم آپ کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھتے اور شہادتین کی شہادت نہیں دیتے؟ تب آپؐ نے فرمایا: اے عباس بلاشبہ تم لوگوں نے جنگ کی اور مغلوب ہوئے اور پھر یہ آیت تلاوت کی ﴿اَلَم تکن ارض اللّٰہ واسعة.....﴾۔

امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد باب فداء المشرکین میں انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: ''نبی ﷺ کے پاس بحرین سے مال غنیمت لایا گیا، تو عباسؓ آئے اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے کچھ مال دیں (کیونکہ) میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ ادا کیا تھا، نبی ﷺ نے فرمایا: لے لو، تو آپ نے ان کو کپڑے میں مال ڈال دیا''۔

ان تمام نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کو یہ بات معلوم ہو کہ عنقریب اسے کسی بھی دن فعلِ کفر یا کلمہ کفر پر مجبور کر دیا جائے گا، پھر اس نے فعل کفر یا کلمہ کفر کا ارتکاب کیا اور وہ اس نوبت کے آنے سے قبل اس علاقے سے نکل جانے کی استطاعت رکھتا تھا پھر بھی وہ اس علاقے سے نہیں نکلا تو اسے اکراہ پر مجبور نہ سمجھا جائے گا برعکس اس شخص کے کہ جس پر کفار مسلط ہو گئے اور وہ ان سے نجات حاصل نہ کر سکا اور اسے کلمہ کفر پر مجبور کر دیا گیا، تو یہ معاملہ قابل غور ہے کہ اس فرق کو اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے۔

امام علامہ شیخ سلیمان بن عبداللہ ابن شیخ محمد بن عبدالوہابؒ اپنے رسالہ "حکم موالات أهل الإشراك" میں کہتے ہیں: ''قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ﴿بلاشبہ جن لوگوں کو فرشتے موت دیں گے ....﴾ [النساء: ۹۷] یعنی یہ پوچھا جائے گا کہ تم کس گروہ میں تھے؟ مسلمین کے یا مشرکین کے؟ تو وہ یہ عذر پیش کریں گے کہ اپنی کمزوری کی بناء پر مسلمین میں نہ تھے، تو فرشتے ان کا یہ عذر قبول نہ کریں گے اور کہیں گے ﴿أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ﴿کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے﴾۔

Marfat.com

کوئی عقلمند آدمی اس میں شک نہ کرے کہ اہل شہر میں سے جو لوگ مسلمین کی جماعت سے الگ ہو کر مشرکین کی جماعت میں شامل ہو گئے تو ان کا شمار کفار کے ساتھ ہی کیا گیا جیسا کہ آیت مذکورہ کے شان نزول سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت مکہ کے ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جو اسلام تو لائے تھے لیکن ہجرت سے رک گئے ۔سو جب مشرکین مکہ بدر کے لئے نکلے تو ان مسلمین کو بھی مشرکین کے ساتھ نکلنے پر مجبور کر دیا گیا، یہ لوگ ڈرتے ڈرتے نکلے اور ان کو مسلمین نے (بدر میں) قتل کر دیا، جب مسلمین کو ان کے قتل کا علم ہوا تو پچھتائے کہ ہم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا تب مذکورہ آیت مبارکہ نازل ہوئی ۔ جب ان لوگوں کا عذر قبول نہیں ہوا تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جو اسلام پر تھے پھر انہوں نے اپنی گردنوں سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکا اور مشرکین کی مدد کی، ان کی اطاعت کی، ان کو جگہ دی اور مدد کی اور اہل توحید کو چھوڑ دیا، ان کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلے، ان میں اہل توحید کو گالیاں دی جارہی ہیں، ان پر عیب لگائے جارہے ہیں، انہیں طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جارہا ہے، ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے، اہل توحید کو توحید پر قائم اور ثابت قدم رہنے اور اس کیلئے جدوجہد کرنے وجہ سے بے وقوف سمجھا جارہا ہے اور ان لوگوں نے خوشی ناخوشی اہل توحید کے خلاف مشرکین کی مدد کی سو یہ لوگ جہنم کے زیادہ مستحق ہیں ان لوگوں کی نسبت کہ جنہوں نے کفار کے خوف سے ہجرت نہ کی اور بادلِ ناخواستہ کفار کے لشکر میں شامل ہو گئے ۔

اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ جو مسلمین بدر میں قتل ہوئے کیا ان کیلئے یہ عذر کافی نہیں کہ کفار نے انہیں اپنے ساتھ جانے پر مجبور کر دیا تھا، کیا یہ اکراہ کی صورت نہیں تھی؟ اسکا جواب یہ ہے: کہ ان کے پاس پہلے یہ موقع موجود تھا کہ وہ کفار کے ساتھ ان کے شہر میں رہنے کی بجائے ہجرت کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی، چونکہ انہوں نے اس موقعہ سے فائدہ نہیں اٹھایا لہٰذا اب ان کی مجبوری اور اکراہ کا عذر قابل قبول نہیں'' [مجموعة التوحيد : ۳۰۵/۱]۔

قاضی عیاض ؒ، المدارک (۷۱۹/۲) میں لکھتے ہیں کہ: ''جب کسی مسلم کو کسی جگہ پر یہ اندیشہ ہو کہ یہاں پر کسی بھی وقت اسے شریعت پر عمل کرنے سے روکا جا سکتا ہے اور اس کے باوجود وہ وہاں رہ رہا ہے تو بعد میں اس کا کوئی عذر قبول نہیں ہوگا ۔اسی لئے علماء اور عبادت گذار لوگ ایسی جگہوں سے فوراً ہجرت کر جاتے ہیں کہ کہیں بعد میں انہیں ان کے دین پر عمل کرنے سے نہ روکا جائے یا ان سے خلاف شرع فتوے نہ لئے جائیں یا مسلمین کے خلاف انہیں استعمال نہ کیا جا سکے''۔

چوتھی وجہ : اس کی توجیہ بھی ہم ایک مثال کی صورت میں کر رہے ہیں کہ اگر ہزاروں مسلمین کسی ایسے

Marfat.com

علاقے میں رہ رہے ہوں کہ جہاں کفر کی حکمرانی ہو، ان پر کفار نے غلبہ حاصل کر کے ان کے اموال غصب کر لئے ہوں۔ اصحاب اقتدار نے ان سے کہا کہ تمہارے اموال اس وقت تک واپس نہ ہونگے کہ جب تک تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ یا دین اسلام کو گالی نہ دو یا غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبیحہ نہ پیش کرو، وغیرہ وغیرہ۔ پس یہ لوگ ان کے ساتھ مل گئے اور جو کچھ انہوں نے کہا کرتے چلے گئے اور سالہا سال تک ان میں رہے اور اپنا مال واپس لینے کے لئے اللہ عزوجل کو گالیاں دیں، کیا ان لوگوں کی مجبوری قابل عذر ہوگی؟ یقیناً جواب نفی میں ہوگا۔

تو جو لوگ اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیتے رہے اور ایسے کفریہ افعال کرتے رہے کہ جو اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور جو لوگ اول سے آخر تک طاغوت کو حَکَم بناتے رہے اور ایسے افعال کا ارتکاب کرتے رہے کہ جو انسان کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتے ہیں، کے درمیان کیا فرق ہے؟

اختتام پر ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ اس صورت حال سے نکلنے کا راستہ کونسا ہے تاکہ اس فتنہ سے نجات حاصل کی جا سکے تو ہم اسے درج ذیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں:

پہلا راستہ : ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ﴿بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے﴾ [البقرة:۲۱۸]۔

﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ ﴿اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا تو ہم ضرور انہیں دنیا میں بھلائی دیں گے اور آخرت کا اجر بہت بڑا ہے اگر انہیں اس بات کا علم ہو﴾ [النحل:۴۱]۔

﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِن بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ [النحل:۱۱۰] ﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾ ﴿جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے، تو زمین میں بڑی خوشحال زندگی اور کشائش پائے گا﴾ [النساء:۱۰۰]۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں ''**وسعة**'' سے مراد رزق لیتے ہیں اور دوسروں نے بھی ایسا ہی کہا ہے

Marfat.com

جس میں قتادہؒ بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: ''یعنی گمراہی میں ہدایت ملے گی اور محتاجی سے تونگری ملے گی''۔

پس وہ رستہ جو اس فتنہ سے نکلتا ہے، ہجرت ہے اور ہجرت دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہوتی ہے اور علماء کے نزدیک دارالکفر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کفر کے احکام جاری وساری ہوں۔

حافظ ابن قیمؒ "احکام اهل الذمه" میں کہتے ہیں کہ: ''جمہور علماء کا کہنا ہے کہ دارالاسلام کا مطلب یہ ہے کہ جہاں مسلمین رہتے ہوں اور وہاں اسلامی احکام نافذ ہوں اور جہاں اسلامی احکام جاری نہ ہوں وہ دارالاسلام نہیں ہوسکتا۔ اگر چہ آپ اس کو یہ نام دیتے ہوں اور چاہے وہاں مسلمین رہتے ہوں'' [ص:۱/۱۶۶]۔

علمائے دعوت نجدیه کہتے ہیں کہ: ''کسی ملک یا شہر کو دارالکفر کب کہا جائے گا، اس بارے میں ابن مفلح کہتے ہیں کہ: جس ملک میں اسلامی احکام نافذ و جاری ہوں وہ دارالاسلام ہے اور جس ملک میں کفر کے احکام غالب ہوں وہ دارالکفر ہے اور ان قسموں کے علاوہ کوئی تیسری قسم نہیں ہے''۔

[الدرر السنية: ۷/۳۵۳ کتاب الجهاد]

شیخ سلیمان بن سمحان نجدیؒ کہتے ہیں کہ: جب کفار کسی دارالاسلام پر قبضہ کرلیں اور وہاں کفریہ احکام جاری کردیں تو یہ دارِ کفر بن جاتا ہے تا کہ کفر اس میں اپنا مقصد حاصل کرلے، وہ کہتے ہیں: ''جب دارالاسلام پر کافر قابض اور غالب ہو جائیں اور اعلانیہ کفر کے احکام جاری وساری ہو جائیں اور بے خوف وخطر ان کا نفاذ ہو جائے، شریعت محمدی کے احکام کو پس پشت ڈال دیا جائے اور اس ملک میں اسلام سے کوئی لگاؤ باقی نہ رہے سو ہر محقق کے نزدیک ایسا علاقہ دارِ کفر ہے جیسا کہ النحل پر غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور اس میں رہنے والے ہر شخص کو کافر نہ کہا جائے گا ممکن ہے اس میں کچھ صالح لوگ بھی موجود ہوں''۔

[دیوان عقود الجواهر المنضدة الحسان: للشیخ سلیمان بن سمحان: ص۱۲۶]

شیخ محمد بن ابراهیمؒ سے پوچھا گیا: کیا مسلمین کے ایسے علاقے کہ جہاں غیر شرعی قوانین نافذ ہوں، وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ: ''جس ملک میں غیر شرعی قوانین نافذ ہوں اسے اسلامی ملک نہیں کہا جاسکتا، چنانچہ وہاں اس سے ہجرت کرنا واجب ہے''۔

[فتاویٰ الشیخ محمد بن ابراهیم: ۶/۱۸۸]

دوسرا راستہ : امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کی کتاب الایمان کے باب ''فتنے سے فرار دین میں شامل

Marfat.com

ہے'' میں ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ جب ایک مسلم کا بہترین مال بکریاں ہوں گی کہ جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹی اور بارش کی وادیوں میں لے جائیگا تا کہ فتنوں سے اپنے دین کو بچا سکے''۔

تیسرا رستہ : ایک مسلم موحد کو چاہیے کہ وہ ایسا ملک یا شہر یا بستی تلاش کرے کے جہاں شعائر الکفر اور احکام الکفر غالب نہ ہوں سو وہاں چلا جائے اور اپنے دین اور دنیا کو بچالے۔

چوتھا رستہ : یہ ان گروہوں کے لئے ہے کہ جنہوں نے نہ تو ہجرت کی اور نہ ہی اعتزال کیا، جیسا کہ دار کفر میں موجود بستیاں اور شہر، تو انہیں چاہیئے کہ اپنے طور پر ایک عالم یا قاضی مقرر کرلیں کہ جو ان میں شریعت کے مطابق فیصلے کرے اور آپس میں پختہ عہد کرلیں کہ وہ اپنے تمام تنازعات وغیرہ اسی سے ہی حل کرائیں گے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں: ''امام پر قاضی مقرر کرنا واجب ہے ہر شہر اور بستی میں جہاں کوئی قاضی نہیں ہے''
[روضۃ الطالبین: ۱۰۶/۸]

امام ابن قدامہؒ "المغنی" میں کہتے ہیں کہ: ''اگر امام نے کسی کو قاضی مقرر کرنے کا اختیار دے دیا تو ایسا کرنا جائز ہے لیکن یہ اپنے آپ کو یا اپنے والد یا اولاد کو قاضی مقرر نہیں کرسکتا۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح صدقہ کے معاملے میں صدقہ اس کے سپرد کر دیا جائے تو وہ خود اس میں سے نہیں لے گا اور نہ ہی اپنے والد یا اولاد کو دے سکتا ہے، ہاں اگر وہ مستحق ہوں تو ان کو اجنبی خیال کیا جائے گا'' [المغنی :۴۸۳/۱۱]۔

پس یہ مذکورہ چار طریقے ہیں جن کے ذریعے اس فتنہ اور مصیبت سے بچا جا سکتا ہے۔ ہم اس رسالہ کا اختتام علامہ الشیخ سلیمان بن سمحانؒ کے اس جواب پر کرتے ہیں کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ بحالت مجبوری تحاکم الی الطاغوت کو کیسے حل کیا جائے، تو انہوں نے جوب دیا :

''دوسرا مقام: اگر یہ کہا جائے کہ جب تمہیں علم ہے کہ تحاکم الی الطاغوت کفر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفر کو قتل سے بھی بڑا اقرار دیا ہے ﴿وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرۃ:۲۱۷] اور ارشاد ہے ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [البقرۃ:۱۹۱] یہاں فتنہ سے مراد کفر ہے، اس مسئلہ کی سنگینی یہ ہے کہ اگر تمام اہل شہر اور اہل دیہہ قتل کر دیئے جائیں تو اس سے بڑا فتنہ، جرم یہ ہے کہ زمین میں طاغوت کھڑا کر دیا جائے کہ جو شریعت اسلامیہ کے خلاف فیصلے کرے۔

Marfat.com

تیسرا مقام: ہم کہتے ہیں کہ جب تحاکم الی الطاغوت کفر ہے اور نزاع بھی دنیاوی امور کے لئے ہو، تو یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے کفر کا ارتکاب کیا جائے؟ کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اللہ اور اسکا رسول، اسکو اسکی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجائیں، اگر تمہاری تمام دنیا لٹ جائے تب بھی اسے بچانے کیلئے تحاکم الی الطاغوت جائز نہیں، اگر تمہیں مجبور کردیا جائے کہ اپنی دنیا رکھ لو اور طاغوت کو اختیار کرلو تو تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کو چھوڑ دو اور تحاکم الی الطاغوت کا انکار کردو"۔

[الدرر السنیۃ:١٠/٥١٠]

پس ہر مسلم مرد اور ہر مسلم عورت، مومن اور مومنہ، جو اپنے دین اور توحید کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں، کولازم ہے کہ وہ اپنے تمام معاملات کو شرع محمدیؐ کے علماء کے پاس لے جائیں کہ جو کتاب وسنت کے مطابق ان کے فیصلے کریں اور طواغیت کو اپنا حکم نہ بنائیں، اس لئے کہ ان کو فیصل بنانا ان پر ایمان لانا اور ان کے لئے عبادت کو بجالانا ہے، ہر شخص کو قیامت کے دن ان طواغیت کا متبع ہوکر اٹھنے سے ڈرنا چاہیئے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ جو شخص دنیا میں جس کی عبادت کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہوجائے تو جو کوئی سورج کی پوجا کرتا تھا وہ سورج کے پیچھے لگ جائیگا، اور جو چاند کی عبادت کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے لگ جائے گا اور جو طواغیت کی پوجا کرتا تھا وہ طواغیت کے پیچھے لگ جائے گا'' [رواہ البخاری]۔

اے اللہ ہمیں ایسی حالت میں زندہ رکھنا کہ ہم مسلم ہوں اور ایسی حالت میں موت دینا کہ ہم مسلم ہوں اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملادینا کسی رسوائی اور فتنہ کے بغیر۔

اللہ کے نبی الامین اور ان کے تمام صحابہ پر درود وسلام ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

رسالہ ثانی سے ملحقہ چند فصول

پہلی فصل

متنازعہ معاملہ میں فریقین کا کسی شخص کو فیصل بنانا جبکہ کسی جگہ شرعی قاضی نہ ہو

خطابی ؒ، **سنن أبو داود** کی حدیث"**إمارة السفر**"(جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو اپنے میں سے ایک کو امیر مقرر کرلیں) کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: "اس حدیث میں نبی ﷺ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ ان مسافروں کا سارا معاملہ اجتماعی ہو وہ آپس میں متفق و متحد رہیں، ان کی رائے انہیں متفرق نہ کردے اور نہ ہی ان میں اختلاف پیدا ہو، سو اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب دو آدمی کسی تیسرے کو اپنا امیر مقرر کرلیں اور وہ ان میں حق سے فیصلہ کرے تو اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا" [**معالم السنن**: ۲/۲۶۰]۔

ابو بکر بن المنذر نیشا پوریؒ اپنی کتاب "**الاجماع**" میں کہتے ہیں کہ: "علماء کا اس پر اجماع ہے کہ (باقاعدہ) قاضی کے سوا بھی اگر کسی شخص نے فیصلہ کر دیا تو فیصلہ نافذ ہو جائے گا اگر وہ جائز امور میں سے ہو" (یعنی شرعی لحاظ سے جائز ہو) [**كتاب الإجماع**: ص۷۵]۔

علامہ ابن قدامة، "**المغنی**" میں کہتے ہیں: "جب دو اشخاص نے کسی تیسرے آدمی کو حکم بنالیا اور اس پر راضی ہو گئے اور وہ آدمی فیصلہ کرنے کا اہل بھی ہو تو اس کا کیا ہوا فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہؒ کا اس میں یہی قول ہے۔ امام شافعیؒ کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اگر دونوں فریقین اس شخص کے فیصلے پر راضی ہو گئے تو اس کا حکم نافذ ہو جائیگا، اور ہماری دلیل ابو شریح کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: "الحکم تو اللہ ہے، تم نے اپنی کنیت ابوالحکم کیوں رکھی؟"، ابو شریح نے کہا کہ: میری قوم میں جب اختلاف ہو جاتا ہے تو وہ میرے پاس آتی ہے، میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور دونوں فریقین میرے فیصلے پر راضی ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: "یہ تو بہت احسن بات ہے، تمہارا بڑا بیٹا کون ہے؟"، اس نے کہا: شریح۔ آپؐ نے فرمایا: "تو تم ابو شریح ہو" [**أخرجه النسائی**]۔ نبی ﷺ سے روایت ہے کہ: "جس نے دو اشخاص کے درمیان فیصلہ کیا اور وہ

Marfat.com

دونوں اس پر راضی بھی تھے، پھر بھی اس نے ان کے درمیان عدل نہیں کیا تو وہ ملعون ہے"۔ اگر اس شخص کا فیصلہ قابل نفاذ نہیں تھا تو پھر عدل نہ کرنے پر اس کی مذمت کیوں کی گئی؟ اسی طرح عمرؓ اور أبیؓ، زیدؓ کے پاس تنازعہ لے کر گئے، عمرؓ ایک اعرابی کا تنازعہ شریحؒ کے پاس لے گئے اگرچہ وہ ابھی قاضی نہیں بنے تھے، عثمانؓ اور طلحہؓ، جبیر بن مطعمؓ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے گئے حالانکہ وہ قاضی نہیں تھے" [المغنی: ۴۸۳/۱]۔

امام ماوردیؒ کہتے ہیں: "جب فریقین نے رعایا میں سے اپنے شہر کے کسی شخص کو فیصلہ کیلئے حکم بنالیا تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کردے، چاہے اس شہر میں قاضی ہو یا نہ ہو تو اس کا فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔ اس لئے کہ عمرؓ اور ابی بن کعبؓ نے زید بن ثابتؓ کو حکم بنایا اور اس لئے بھی کہ علیؓ نے امامت کے بارے میں حکم بنایا تو دیگر امور میں تو حکم بنانا بطریق اولی جائز ہوگا، اسی طرح اصحاب شوریٰ نے عبدالرحمان بن عوفؓ کو حکم بنایا"۔

[الحاوی الکبیر: ۳۲۵/۱۶]

قاضی ابو یعلیؒ الحنبلی، "الاحکام السلطانیة" میں کہتے ہیں: "اور جب کوئی شہر قاضی کے وجود سے خالی ہو اور اہل شہر اپنے اوپر کوئی قاضی مقرر کرلیں تو دیکھا جائے گا، اگر امام (خلیفۃ المسلمین) موجود ہے تو اس شخص کی تقلید باطل ہوگی اور اگر امام موجود نہیں تو اسکی تقلید صحیح ہے اور اس کے احکام ان پر لاگو ہو جائیں گے"۔

[الاحکام السلطانیة: ص۷۳]

ابن عابدینؒ الحنفی اپنے حاشیہ میں کہتے ہیں کہ: "اگر کفار کے غلبے کی وجہ سے انکا کوئی والی یا حاکم نہ ہو تو ان مسلمین کے لیے ضروری ہے کہ ایک والی اور امام، جمعہ کے لئے مقرر کرلیں"۔

شیخ مزید کہتے ہیں کہ: "وہ شہر جن پر کفار کے حکام مسلط ہوں تو وہاں کے مسلمین کے لئے جائز ہے کہ وہ جمعہ اور عیدین کا انتظام کریں اور مسلمین کی باہم رضامندی سے اپنا ایک قاضی اور ایک والی مقرر کرلیں"۔

[حاشیه ردالمحتار علی الدر المختار: ۳۰۸/۴، وبعضه فی: ۲۵۳/۳]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

دوسری فصل

اقوام متحدہ کو حکم بنانا اور اسکا ممبر بننا

اللہ تعالیٰ کی شریعت کو چھوڑ کر غیر کو حکم بنانے میں اقوام متحدہ کا ممبر بننا بھی شامل ہے، یہ اس لئے کہ اقوام متحدہ کا ممبر بننے کا مطلب اس کے احکام اور قوانین کی اتباع کرنا ہے کیونکہ اقوام متحدہ کے منشور کے ص۲ پر یہ لکھا ہے کہ:

''ان مقاصد کی تکمیل کیلیئے ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ ہم خود پر درگذر کو لازم کرلیں اور سب مل کر باہمی امن وسلامتی کو یقینی بنائیں، اچھے پڑوسیوں کی طرح رہیں، اپنی تمام قوتیں اس مقصد کیلیئے مجتمع کریں کہ تمام ممالک کی سلامتی اور تحفظ کی کوشش کریں اور ہم اس بات کی ضمانت دیں کہ مسلح قوت صرف مشترکہ مصلحت کیلیئے ہی استعمال ہوگی اور تمام ممالک کے وسائل اقوام متحدہ میں شامل ممالک کی اقتصادی ومعاشرتی ترقی کیلیئے استعمال ہوں گے''۔

بلاشبہ اس منشور کی رو سے جہاد فی سبیل اللہ کی نفی ہوتی ہے کہ جس کا مقصد بندوں کو، بندوں کی بندگی سے نکال کر، بندوں کے رب کی بندگی کی طرف لے جانا ہے، اسی طرح اس منشور سے جزیہ بھی باطل قرار پاتا ہے۔

اسی طرح اقوام متحدہ کے منشور کے صفحہ ۵ کی پہلی فصل میں درج ہے کہ:

اقوام متحدہ کے مقاصد:

۱۔ عالمی امن وسلامتی کی حفاظت کرنا، اس مقصد کو پورا کرنے کیلیئے ایسی مشترکہ تدابیر اختیار کرنا جو ان تمام اسباب کا قلع قمع کردیں کہ جو امن وسلامتی کیلیئے نقصان دہ ہیں اور ایسے تمام افعال کو ختم کرنا کہ جو ظلم وزیادتی کا موجب بنیں اور امن وسلامتی میں خلل انداز ہوں، وسائل امن کے بیج بونا اور ایسے قوانین وضع کرنا کہ جو عالمی تنازعات کا حل نکالیں، جو عدل کے تقاضوں اور عالمی قوانین کے موافق ہوں، اور امن وسلامتی برپا کرنے میں ممد ومعاون ہوں۔

۲۔ اقوام عالم میں دوستی کی فضا پیدا کرنا، اس کے لئے ایسے دوستانہ تعلقات پیدا کرنا کہ جو مختلف قوموں

Marfat.com

کے حقوق کی برابری کے اصول پر پاسداری کریں اور ایسی تدابیر اختیار کرنا کہ جو امن عامہ کی مضبوطی کا سبب بن سکیں

۳۔ حکومتوں اور ملکوں کے باہمی تعاون اور مسائل کے حل میں اقتصادی، اجتماعی، ثقافتی اور انسانی رنگ غالب ہوگا، جس کی بنیاد انسانی حقوق اور لوگوں کی بنیادی آزادی پر ہو اور جنس، زبان، مذہب اور مرد وعورت کے فرق و امتیاز کو ختم کرنے پر ہو۔

اس منشور کے پہلے پیراگراف پر غور کریں ''ایسے ظالمانہ اعمال وغیرہ کا خاتمہ ہو جو امن وسلامتی کے راستہ میں مخل ہوں اور امن وسلامتی کے وسائل کے بیج بونا جن کی بنیاد عدل اور عالمی قانون پر ہو'' اس میں واضح طور پر جہاد کا ابطال پایا جاتا ہے، بلکہ اس سے ہر شخص پر عالمی قانون کی پابندی کرنا لازم آتا ہے اور اسی کا نام تحاکم الی الطاغوت ہے۔

اسی طرح منشور کے دوسرے اور تیسرے پیراگراف پر غور کریں کہ جس میں کہا گیا ہے کہ: ''انسانی حقوق، اور سب کے لئے بنیادی آزادیوں کے احترام کو مضبوط بنانا، جنس زبان مذہب اور مرد وعورت کے درمیان تفریق کئے بغیر حقوق انسانی کے احترام کو مضبوط بنانا''۔

پس یہ لوگ اس میں کوئی فرق ہی نہیں کرتے کہ کون رب العالمین کی عبادت کرتا ہے اور کون بتوں، صلیب، گائے اور پتھروں کا پجاری ہے، ہر ایک کے حقوق یکساں ہیں، پس جو شخص بھی اس تنظیم کا ممبر بنتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ اس باطل منشور کا اقرار کرے اور اسکی پابندی کرے۔

یہ تشریح منشور کی شق نمبر ۴ کے پہلے پیرے میں موجود ہے کہ:

''اقوام متحدہ کی ممبر شپ ان تمام ملکوں کے لئے کھلی ہے جو امن وسلامتی سے محبت کرتے ہیں اور جو اس کے منشور کو اپنے اوپر لاگو کریں اور یقین رکھتے ہوں کہ یہ تنظیم اپنے اصول وضوابط کو لاگو کرنے پر قادر ہے''۔

منشور کی شق نمبر ۶ میں لکھا ہے کہ: ''اقوام متحدہ کے اراکین میں سے کوئی رکن بھی اگر منشور کی کسی بنیادی دفعہ کی خلاف ورزی کرے گا تو سیکورٹی کونسل کی سفارش پر اسے جنرل اسمبلی سے نکالا جا سکتا ہے''۔

ان کفریہ شقوں سے جہاد اور جزیہ کے باطل ہونے کا اقرار ہوتا ہے، ان سے دوستی اور دشمنی کے اسلامی معیار کا انکار ہوتا ہے، ان شقوں نے اسلام کی عالمگیریت کو ختم کر کے اسے عالمی دین سے ایک علاقائی مذہب بنا دیا، ان کی رو سے قتال، کفار کے ساتھ مل کر کفر، شرک، بت پرستی اور اندھی عصبیت کے جھنڈوں تلے کرنا ہوگا، تنازعات

Marfat.com

کے وقت ملکی یا عالمی قوانین کے تحت تحاکم کیا جائے گا۔ چنانچہ یہ منشور موحدین کے خلاف ایک جنگ ہے۔ ان میں سے ہر شق دین اسلام کا رد کرنے والی ہے پس جو کوئی بھی حکومت اقوام متحدہ کی ممبر شپ میں داخل ہوگی تو وہ کفر بواح کا ارتکاب کرے گی، اس لئے کہ اقوام متحدہ کا منشور واضح طور پر کلمہ **لا إله إلا الله** کے کلی طور پر خلاف ہے۔ جس کی چند ایک وجوہات درج ذیل ہیں:

پہلی وجہ: اسکی ممبر شپ حاصل کرنے کے بعد اس کے کفریہ قوانین کی پابندی لازم ہوگی۔

دوسری وجہ: اسکے منشور میں حقوق اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں ایک موحد مسلم اور ایک بت پرست کافر و مشرک میں کوئی فرق نہیں ہے، جس کی وجہ سے جزیہ وصول کرنے کی کلی طور پر نفی ہو جاتی ہے۔

تیسری وجہ: اس میں اللہ کی راہ میں جہاد جیسے فریضے کو ساقط کر دیا گیا ہے۔

چوتھی وجہ: اقوام متحدہ کے قوانین واحکام کفر و شرک میں غلطاں اقوام نے بنائے ہیں، جو کہ اللہ اور اسکے رسول کے خلاف ہیں، ان میں فیصلے اکثریت کی بنیاد پر ہوتے ہیں اور قرار دادیں بھی اکثریت کی بنیاد پر منظور کی جاتی ہیں نہ کہ اللہ اور اسکے رسول کے حکم کے مطابق، جیسا کہ شق نمبر ۱۸ کی دفعہ نمبر ۲ میں مذکور ہے کہ جنرل اسمبلی میں اہم امور کے فیصلے ممبران کے دو تہائی ووٹوں سے انجام پاتے ہیں، عام طور پر یہ امور دنیا کے امن وسلامتی سے متعلق ہوتے ہیں، اسی طرح غیر مستقل ممبران کا انتخاب، اقتصادی اور اجتماعی کمیٹیوں کے ممبران کا انتخاب، ممبران کی معطلی وغیرہ کے مسائل اور سالانہ بجٹ وغیرہ کے معاملات۔

پانچویں وجہ: اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ سیکورٹی کونسل ہے، جو کہ عام طور پر عسکری اور حربی معاملات سے تعلق رکھتا ہے تا کہ اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو نافذ کر سکے، اس کا ڈھانچہ کافر اقوام پر مشتمل ہے، اسی لئے ان کی ہمدردیاں تمام تر کافر اقوام کے ساتھ ہوتی ہیں جن کا وہ عملی مظاہرہ بھی کرتی رہتی ہیں۔ اقوام متحدہ میں عسکری قیادت کے لئے سیکورٹی کونسل کے مستقل ممبران چین، فرانس، روس، برطانیہ اور امریکہ ہیں۔ سیکورٹی کونسل کی یہ قیادت کسی بھی حالت میں تبدیل نہیں کی جاسکتی یعنی قتال ان کے ماتحت رہ کر کیا جائے گا، شق نمبر ۲۳ کی دفعہ اول میں یہ قانون درج ہے:

''ان پانچ مستقل ممبران کے علاوہ جنرل اسمبلی دس غیر مستقل ممبران کا انتخاب کرتی رہتی ہے تا کہ عالمی

Marfat.com

امن وامان قائم رکھنے میں ان کی معاونت حاصل کی جا سکے''۔

منشور کی دفعہ ۴۶ میں لکھا ہے کہ: ''لازمی قانون یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی امن فوج کی مسلح کاروائی کا اختیار صرف سیکیورٹی کونسل کی قائم کردہ کمیٹی کے پاس ہی ہے''۔

اسی طرح منشور کی دفعہ ۴۷ کے پہلے پیرے میں لکھا گیا ہے کہ: ''امن فوج کو جنگی کاروائی کیلئے استعمال کرنے والی کمیٹی سیکیورٹی کونسل کے مشورے، تعاون اور منظوری کے بعد، سیکیورٹی کونسل کے ماتحت اور اسکی قیادت میں کہیں بھی امن قائم کرنے کیلئے کوئی بھی مسلح کاروائی یا اسلحہ کی تلاش یا کسی کو غیر مسلح وغیرہ کرے گی'' (یعنی جہاں کہیں جنگ کی ضرورت پڑے تو جنگ مشرکین کے جھنڈے تلے ہی لڑی جائے گی)۔

دفعہ ۴۸ کے پہلے پیرے میں کہا گیا ہے کہ: ''سیکورٹی کونسل کی تمام قراردادیں، جن کا تعلق دنیا میں امن وامان قائم رکھنے سے ہے، انہیں عملی جامہ پہنانا اقوام متحدہ کے تمام ممبران کی ذمہ داری ہے یا بعض ممبران کی کہ جن کو سیکورٹی کونسل مقرر کرے''۔

چھٹی وجہ: دوستی ودشمنی کے اسلامی معیار (الولاء والبراء) اور مردانہ برتری وفضیلت کا سقوط اور انکار:

جیسا کہ دفعہ ۷۶ (کے جزو ''ج'') میں لکھا ہوا ہے کہ: ''حقوق انسانی کے احترام اور سب انسانوں کی بنیادی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا کہ جو بلاتمیز جنس، زبان، دین اور بلاتفریق مرد وزن ہو، اور اقوام عالم کے آپس کے معاملات ومعاہدات کی پاسداری کرنا''۔

ساتویں وجہ: منشور کی دفعہ ۹۲ میں تحاکم الی الطاغوت کا لوگوں سے عہد لیا گیا ہے، جس کے تحت عالمی انصاف کا محکمہ قائم کیا گیا ہے، یہ اقوام متحدہ کے قضاء رئیسیہ کا ادارہ ہے، جس کا دارومدار اسی منشور پر ہے اور یہ اقوام متحدہ کے منشور سے انحراف کا مجاز نہیں۔

دفعہ ۹۴ کے پہلے پیرے میں لکھا ہوا ہے کہ: ''اقوام متحدہ کا ہر ممبر اس بات کا پابند ہے کہ تنازعات کا فیصلہ اقوام متحدہ کی قائم کردہ عالمی عدالت انصاف سے کرائے اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرے چاہے وہ کسی بھی قضیہ کے متعلق ہوں''۔

یہ تمام قوانین ودفعات دین اسلام اور ملت توحید، جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ بھیجے، کے خلاف، متضاد، متصادم اور متناقض ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

Marfat.com

الطَّاغُوتَ ﴾ ﴿بے شک ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو﴾

[النحل:۳۶]۔

بلاشبہ جن اقوام نے اقوام متحدہ کی ممبرشپ حاصل کی ہے، انہوں نے کفر اکبر کا ارتکاب کیا ہے، اس لئے کہ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے:

(۱) اس میں جہاد کی نفی ہوتی ہے،

(۲) اس میں تحاکم الی الطاغوت کیا جاتا ہے،

(۳) اس میں جزیہ کی نفی ہے،

(۴) اس میں مشرکین سے دوستی اور موحدین کے خلاف ان کی مدد کی جاتی ہے،

(۵) اس میں صلیبی اور بتوں کے نشانات والے جھنڈوں کو بلند کرنا اور لہرانا ہوتا ہے،

(۶) اس میں کفر وشرک کی رسومات اور ان کی شرکیہ تہذیب کی اشاعت ہے،

(۷) اس میں اقوام متحدہ کے منشور و آئین کی پاسداری، اس سے مکمل اتفاق اور اس پر عمل لازم کا عہد کیا جاتا ہے،

(۸) اس میں قراردادوں کی منظوری غالب اکثریت کے ووٹوں سے ہوتی ہے، اللہ رب العالمین کے حکم سے نہیں اور چاہے وہ قراردادیں اللہ تعالیٰ کے امر یا نہی کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں،

(۹) اگر کوئی موحد قوم جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے کفار کے علاقے فتح کر لے تو اقوام متحدہ اس کے خلاف جنگ کرنے کی پابند ہے،

(۱۰) اقوام متحدہ کے خود ساختہ قانون کے مطابق مساویانہ حقوق کے احترام کے تحت مسلم اور کافر کو ایک ہی درجہ میں رکھا گیا ہے،

(۱۱) جو کوئی بھی اس منشور کی مخالفت کرے گا تو پوری اقوام متحدہ اس کے خلاف جنگ کریگی،

لہٰذا اقوام متحدہ کے منشور کی ظاہراً یا باطناً موافقت کرنا اور اس کا ممبر بننا، دین اسلام سے صریحاً ارتداد ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

میراث الانبیاء

الرسالة الثالثة

(رسالہ سوم)

Marfat.com

Marfat.com

الرسالة الثالثة

الحمد لله رب العالمين والصلاة و السلام على المبعوث رحمة للعالمين نبينا محمدو على آله و صحبه أجمعين ، أما بعد:

یہ مختصر سا علمی سلسلہ کتاب وسنت اوراس کی روشنی میں امت کے سلف کی فہم وفراست پر مبنی ہے اوراس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ مجالس قانون سازی کی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں، اسی طرح یہ ان لوگوں کے خیال وفکر کی تردید ہے کہ جوایسی مجالس میں شریک ہونے کا اسلام سے جواز ڈھونڈتے ہیں، ایسے لوگوں کے خیالات کا ماخذ دو کتابیں ہیں، پہلی کتاب: "مشروعية الدخول إلى المجالس التشريعية" (مجالس قانون سازی میں شرکت کا جواز) اوردوسری کتاب " حكم المشاركة في الوزارة والمجالس النيابية " (وزارت اورمجالس نیابیہ میں شامل ہونے کا حکم) ہے۔

عوام النّاس کا یہ حق ہے کہ وہ اس بارے میں حق اورصحیح بات کی معرفت حاصل کریں اور یہ ضروری اس لئے ہے کہ یہ مسئلہ انسان کیلئے اس کے رب کی توحید سے تعلق رکھتا ہےاور یہ بات بالکل واضح ہے کہ توحید ہی اسلام کی بنیاد ہےاوراسی پر انسانی اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے۔

اس مقالہ میں مذکورہ بالا مسئلہ سے متعلق دوطرح سے جواب دیا گیا ہے:

اولاً: رداجمالی: مختصر جواب جوانسانی فطرت کو بھاتا ہے،

ثانیاً: ردتفصیلی: مفصل جواب جواس مسئلے میں وارد ہونے والے شکوک وشبہات کی تردید کرتا ہے۔

أولاً :الردّ الإجمالي

ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے افعال جاری وساری ہیں، مثلاً: اللہ وہ ذات ہے جوانہیں تخلیق کرتا ہے، انہیں رزق دیتا ہے، انہیں (وقت مقررہ پر) مارتا ہےاورانہیں زندہ کریگا، تمام کاموں کی تدبیر وتنظیم

Marfat.com

وہی کرتا ہے، انہیں فائدہ پہنچاتا ہے، انہیں تکلیف دیتا ہے، ان کیلئے احکام صادر کرتا ہے اور وہ ہر چیز کا مالک ہے اسکی ذات پاک ہے۔ کوئی مسلم اس بات میں بھی شک نہیں کرتا کہ احکام صادر کرنا یعنی تحلیل، تحریم اور تشریع، یہ سب اللہ کے افعال میں سے ہیں۔

التحلیل (کسی چیز کو حلال قرار دینا): کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے طیبات، مثلاً: بیویاں، طعام طیب وغیرہ حلال کر دیئے۔

التحریم (کسی چیز کو حرام قرار دینا): کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر خبائث، مثلاً: زنا، شراب وغیرہ حرام کر دیں ہیں۔

التشریع (قانون بنانا): کہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے احکام و شرائع بنائے جیسے: نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حدود اور میراث وغیرہ کے احکام و ہدایات وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تین قسم کے امور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں، اگر فرض کر لیا جائے کہ یہاں کوئی ایسی سلطنت ہو کہ جسے یہ اختیار دے دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دیدے اور حلال کردہ چیزوں کو حرام کر دے، اور اس کے علاوہ ان دنیاوی امور میں بھی جو شرعی اعتبار سے حلّت و حُرمت میں داخل نہیں ہیں (یعنی جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حلت و حرمت کا کوئی فیصلہ نہیں نازل کیا انہیں حلال یا حرام قرار دینے کی شریعت سازی کرنا)، اور ایسی حکومت کو تحلیل و تحریم کا فیصلہ کرنے کی اتھارٹی کہا جائے تو کیا دعوت دین کی مصلحت کی خاطر اس میں حصّہ لینا جائز ہوگا؟ کیا کسی انسان کیلئے یہ جائز ہے کہ ایسی مجلس کیلئے کسی کو نامزد کرے، مقرر کرے؟ اور اس تقرری کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہوگا؟ ایسی مجلس، کہ جو حلال و حرام کا اختیار رکھتی ہے، میں شریک ہونے والے، ان کو نامزد کرنے والے، ان کو ووٹ دینے والے اور اُن کی تائید و حمایت کرنے والوں کیلئے کیا حکم ہوگا؟

اس کا جواب ہر موحد مسلم، کہ جو **لا إلٰه إلا الله** کے مفہوم کو جانتا ہے، پر خوب واضح ہے کہ یہ سب شرک اکبر کے مرتکب ہو گئے اور اس بات کی مخالفت وہی شخص کرے گا کہ جو **لا إلٰه إلا الله** سے کلیۃً جاہل و ناواقف ہے، اس لئے کہ عقیدہ توحید نہ تو صحیح ہو سکتا ہے اور نہ ہی (اللہ کے ہاں) قبول ہو سکتا ہے کہ جب تک ان تین امور کو نہ اپنا لیا

Marfat.com

جائے، یعنی:

(۱)اعتقاد، (۲)قول، اور(۳)عمل

ایمان اور توحید کے قبول ہونے کے سلسلے میں یہی سلف کا عقیدہ ہے پس اگر کسی انسان کی نیت سچی ہے اور اس کا قول بھی ایسا ہی ہے، لیکن اس کا عمل ان دونوں کے خلاف ہے اس طرح کہ اس کے ظاہر سے شرک واضح ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اسکی نیت اور قول اسے کچھ فائدہ نہ دے سکے گا۔

شیخ محمد بن عبدالوھابؒ نے اپنے رسالہ کشف الشبہات کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ:

''اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ توحید لازماً دل، زبان اور عمل سے ہونی چاہیے، ان میں سے اگر کسی چیز کی بھی کمی ہوئی تو یہ آدمی مسلم نہ رہے گا''۔

ایک بہت واضح چیز جو مجالس قانون سازی میں داخل ہونے والوں کا پیچھا کرتی ہے وہ یہ ہے کہ حلال و حرام کرنے والی مجلس اور مجلس قانون ساز میں کیا فرق ہے، عقل، قانون اور عرف عام اس بات کے شاہد ہیں کہ مجلس قانون ساز یعنی پارلیمنٹ کے ممبران کو قانون سازی اور ان کی تفصیلی شرح کا حق حاصل ہے، خواہ ان قوانین کا تعلق اللہ کے مقرر کردہ احکام سے ہو یا ان کے علاوہ دیگر قوانین سے۔ پس اصحاب اقتدار میں سے کوئی ایک ممبر کوئی ایسی تجویز یا قانون دیگر ممبران کے سامنے پیش کرتا ہے کہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ہے تو لامحالہ دیگر ممبران، اکثریت کے فیصلہ کے اصول کے مطابق قانون کا مسودہ پیش کرنے والے کا ساتھ دیں تو یہ قانون سازی اللہ کے حق میں نہ ہوگی بلکہ اللہ کی شریعت کے خلاف ہوگی اور اللہ کی شریعت پر ایک اور شریعت بنائے جانے کے مترادف ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَوَلَم یروا انّا نأتي الا رض ننقصها من اطرافها واللّٰہ یحکم لا معقب لحکمه وهو سریع الحساب﴾ ﴿کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کی طرف توجہ کرتے ہیں، اس کے اطراف سے اسے کم کر دیتے ہیں، اللہ حکم دیتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے﴾ [الرعد:۴۱]۔

یہ مختصر تردید ہے ان لوگوں کی جو ایسی (قانون ساز) مجالس میں شریک ہونے کو محبوب جانتے ہیں، سو ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کلمات کو سمجھے اور ان لوگوں کے ساتھ دلیل کے ساتھ مباحثہ کرے اور ایسے افعال سے براءت کا اعلان کرے کہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں۔

Marfat.com

ثانیاً: الردّ التفصیلی

اولاً: المجالس التشریعیۃ (اسمبلیوں، پارلیمنٹس وغیرہ) میں دخول کی حرمت کے دلائل اور اس بات کا بیان کہ ان میں شمولیت شرک ہے

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ﴿کیا ان کے لیے شرکاء ہیں کہ جو ان کے لئے دین سے شریعت بناتے ہیں (قانون سازی کرتے ہیں) کہ جسکی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی﴾ [الشوریٰ:۲۱]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ زنا، چوری، تہمت لگانا اور شراب نوشی وغیرہ کی سزائیں دین میں مقرر ہیں، اس کے باوجود یہ لوگ (پارلیمنٹیرین) اس سلسلہ میں قانون سازی کرتے رہتے ہیں۔ یہ حق تشریع (یعنی قانون سازی کا حق) استعمال کرنے والے نص قرآنی کی رو سے اللہ کے شریک ہیں، اس سلسلہ میں نیتوں اور باتوں کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ پارلیمنٹ (مجلس قانون سازی) کی کرسیاں، دعوت کے منبروں جیسی ہیں، چنانچہ ان کرسیوں پر بیٹھنے والے شریعت ساز (یعنی قانون ساز) ہیں چاہے وہ اس کیلئے راضی ہوں یا نہ ہوں۔ انہوں نے دستوری دفعات کی پابندی کرتے ہوئے شریعت سازی (یعنی قانون سازی) کرنی ہے، اسی طرح تمام ممالک اس قانون سازی کے عمل کے پابند ہیں سو یہ ذریعہ اور وسیلہ شرکیہ اور غیر شرعی ہے اور ہم مسلمین کا یہ عقیدہ ہے کہ منزل مقصود تک پہنچ جانا کسی ناجائز وسیلہ کے جائز ہونے کا جواز نہیں بن سکتا، اور وسیلہ بھی ایسا کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے حق تشریع میں شرکت کی جارہی ہے یا اللہ تعالیٰ کے حقوق کی نقل یا مشابہت کی جارہی ہے۔

دوسری دلیل: یہ بات معلوم و مشہور ہے کہ مجلس قانون ساز (پارلیمنٹ یا اسمبلی) کے ارکان جب کسی تنازعہ میں پڑ جاتے ہیں تو پھر یہ اپنا تنازعہ طاغوت کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ دستور ہے۔ اسی سے دونوں فریق فیصلہ چاہتے ہیں اور دستور ہی ان کے تمام نزاعی امور میں فیصلہ کرتا ہے اور بلاشبہ یہ ایمان و اسلام کی ضد اور اس کے نواقضات میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

Marfat.com

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا﴾ ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ایمان لائے اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (لیکن) چاہتے یہ ہیں کہ فیصلہ لے جائیں طاغوت کی طرف (حالانکہ) انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا انکار کریں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو دور کی گمراہی میں پھینک دے﴾ [النساء:٦٠]۔

شیخ سلیمان بن عبداللہؒ آل شیخ اپنی کتاب تیسیر العزیز الحمید (کے صفحہ ۴۱۹) پر آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ ....﴾ [النساء:٦٠] کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''اس آیت میں دلیل ہے اس بات کی کہ تحاکم الی الطاغوت جو کتاب وسنت کے علاوہ ہے (یعنی کتاب وسنت کو چھوڑ کر دوسروں سے فیصلے کرانے) کو ترک کر دینا فرائض میں سے ہے چنانچہ ان کی طرف فیصلہ لے جانے والا مومن کیا مسلم بھی نہیں''

علامہ سلفی محمد جمال الدین القاسمیؒ اپنی تفسیر المعروف "محاسن التاویل" میں آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ ......﴾ [النساء:٦٠] کے ضمن میں کہتے ہیں کہ: ''اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طاغوت سے فیصلے کرانا، اس کو حکم بنانا، اس پر ایمان لانا ہے اور طاغوت پر ایمان لانا، اللہ کے ساتھ کفر ہے جیسا کہ طاغوت کے ساتھ کفر کرنا، اللہ پر ایمان لانا ہے''۔

تیسری دلیل: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ﴿اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے اولوا الامر ہیں ان کی اطاعت کرو پس اگر کسی چیز میں تمہارا تنازعہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو ....﴾ [النساء:٥٩]۔

امام ابن قیمؒ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: ''یہ آیت کریمہ اس بارے میں قطعی دلیل ہے کہ جن معاملات میں لوگوں کے درمیان نزاع پیدا ہو جائے اس کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹانا واجب ہے نہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی طرف، جس کسی نے ان دونوں کے سوا کسی غیر کی طرف رجوع کیا، اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور جاہلیت کی دعوت دی۔ کوئی بندہ ایمان میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ

Marfat.com

اپنے تمام متنازع امور کو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف نہ لوٹا دے، اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ان کنتم تؤ منون باللّٰہ والیوم الآخر ﴾ ﴿اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو﴾ یہ وہی چیز ہے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے کہ شرط کی نفی سے مشروط کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے پس یہ کھلی دلالت ہے اس بات پر کہ جس نے تنازعات کے وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کو حکم بنایا تو ایسا شخص ایمان باللہ ورسول کے تقاضہ سے خارج ہو گیا، یہ آیت کریمہ اس معاملہ میں کافی وشافی ہے، جس سے ماننے والوں کی تشفی اور نہ ماننے والوں پر حجت قائم ہو جاتی ہے'' [الرسالۃ التبوکیۃ للامام ابن قیم الجوزیۃ :ص۱۳۲]۔

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کے حوالے سے کہتے ہیں: ''یعنی تمام جھگڑے، تنازعات، اختلافات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دو، انہیں کی طرف اپنے تنازعات کا فیصلہ لے جاؤ ﴿اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ ﴿اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ اور یوم آخرت پر﴾ پس یہ واضح دلالت ہے کہ جو کوئی نزاع کے موقعہ پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو حکم نہ بنائے، ان کی طرف رجوع نہ کرے تو یہ شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں''۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاللّٰہُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِہٖ وَھُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ﴾ ﴿اللہ حکم کرتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی تعاقب کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے﴾ [الرعد:۴۱]۔

پس اگر قانون ساز مجلس کے ممبران میں سے کوئی تجویز پیش کرتا ہے اور اس کا ارادہ اللہ کے احکام میں سے کسی حکم کو نافذ کرنا ہوتا ہے تو اس پر اعتراض کیا جاتا ہے، بحث ومباحثہ ہوتا ہے، اس پر ووٹ ڈالے جاتے ہیں، پھر اس تجویز کو اکثریت کی بناء پر قبول یا رد کر دیا جاتا ہے اور جب ایک مرتبہ یہ تجویز رد کر دی گئی تو پھر ایک سال گذرنے کے بعد ہی اس کو دوبارہ پیش کیا جا سکتا ہے، پس اس سے بڑھکر کونسا کفر ہے کہ رب العالمین، احکم الحاکمین، رب الارباب، ملک الملوک کے احکام کو انسانوں کے سامنے رد وقبول کیلئے پیش کیا جائے۔ بلاشبہ تجویز کنندہ اور رد کرنے والا، دونوں کفر اکبر میں مبتلا ہو گئے۔ اس لئے کہ حکم الٰہی کو قبول کرنے والے نے حکم الٰہی کو قبول یا رد کرنے کا اختیار انسانوں کو دے دیا اور حکم الٰہی کو قبول کرنے یا رد کرنے کے لئے اسے ایک قرارداد کی شکل میں پیش کیا اور شریعت کے بارے میں اختیار کا دروازہ کھول کر اللہ کے ساتھ کفر کیا، اس نے اپنے جیسے بندوں کو یہ اختیار دیا کہ وہ

Marfat.com

اپنے رب کے احکامات کو چیک کریں کہ وہ قابل قبول ہیں یا نہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اللہ عزوجل کے ساتھ کفر ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا پارلیمنٹ کے کسی رکن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ فرض نمازوں کی رکعتوں کی تعداد کو ایک ریزولیوشن کی شکل میں پیش کرے کہ نماز ظہر کی چار رکعتوں کی بجائے تین ہو جائیں یا نماز عصر کی چار کی بجائے پانچ رکعات ہو جائیں، پھر یہ قرارداد اسمبلی کے سامنے پیش کی جائے، اس پر بحث ومباحثہ اور ووٹنگ کی جائے اور آخری فیصلہ اکثریت کا مانا جائے، کیا تمہارے نزدیک یہ کفر ہوگا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس شخص میں کہ جو نماز کے سلسلہ میں اللہ کے احکامات اور اس شخص میں کہ جو حدود وقصاص وغیرہ کے سلسلہ میں اللہ کے احکامات کو انسانوں کے سامنے ردوقبول کیلئے پیش کرے، کیا فرق ہے؟

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى﴾ ﴿پس جو کوئی طاغوت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو بلاشبہ اس نے ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لیا﴾ [البقرۃ:۲۵۶]۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دساتیر، آئین، قوانین اور احکام، جو اللہ کے احکام کے مخالف ہیں، یہ سب طواغیت ہیں کہ جو اللہ کے احکام سے آگے بڑھ رہے ہیں، لوگ اللہ کے احکام کو چھوڑ کر ان کے پاس تحاکم کیلئے جاتے ہیں، اور انہوں نے بتوں کی صورت اختیار کر لی ہے کہ جن کی زمین میں عبادت کی جارہی ہے۔

اے مسلم بھائی تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں چار معبود ہیں کہ جنکی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے: صنم، وثن، الہ اور رب، پس یہ چار قسم کے معبود ہیں، جب یہ چاروں اکٹھے ہو جاتے ہیں تو کسی وجہ سے جدا ہو جاتے ہیں اور جب متفرق ہو جاتے ہیں تو پھر اکٹھے ہو جاتے ہیں، پس جب یہ متفرق ہو جاتے ہیں تو اس مقصد میں یہ سب مشترک ہیں کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کی جاتی ہے اور جب یہ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو معنوی اعتبار سے ان میں سے ہر ایک جدا جدا ہے اور ہر ایک کا ایک معنی ہے (یعنی ایک لحاظ سے اگرچہ یہ الگ الگ ہیں مگر چونکہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کی جارہی ہے لہٰذا اس لحاظ سے یہ سب ایک ہی ہیں)۔

الصنم: جمادات میں سے ہر وہ چیز جو انسان یا حیوان کی شکل پر بنائی گئی ہو اور اسکی عبادت کی جائے، صنم کہلاتا ہے۔

Marfat.com

الوثن: جمادات میں سے ہر وہ چیز کہ جس کی عبادت کی جائے چاہے اُس کی کوئی شکل بنائی گئی ہو یا بغیر شکل کے ہو جیسے: درخت، پتھر، قبر اور دستور وضعی وغیرہ، اور اسکی دلیل نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ: ''اے اللہ! میری قبر کو وثن نہ بنانا کہ جسکی عبادت کی جائے، اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوا اس قوم پر کہ جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا'' [رواه مالك فى الموطا]۔

پس ہر صنم، وثن ہوگا، اس لئے کہ اس میں وہ تمام جمادات داخل ہیں کہ جنکی عبادت کی جاتی ہے اور ہر وثن، صنم نہ ہوگا اس لئے کہ وثن، صنم میں شامل ہے کہ جس کی جمادات میں سے اللہ کے سوا عبادت کی جائے۔

الإله: ہر وہ چیز یا شخص جس کی طرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص عبادت میں سے کوئی عبادت پھیر دی جائے بالخصوص وہ عبادات کہ جن کا تعلق اُس کی الوہیت سے ہے، خواہ یہ زندہ انسان ہو یا متشکل یا غیر متشکل جمادات اور اسکی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ ﴿انہوں نے کہا تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ''ود'' نہ ''سواع''، نہ ''یغوث''، نہ ''یعوق'' اور نہ ''نسر'' کو چھوڑنا﴾ [نوح: ۲۳]۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ﴾ ﴿جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ سے فرمایا: کیا تو نے ان لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو؟ وہ کہیں گے: تیری ذات پاک ہے (میں ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہوں﴾ [المائدة: ۱۱٦]۔

الرّب: ہر وہ شخص یا چیز جسے اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے کسی بھی فعل کا مختار سمجھ لیا جائے بالخصوص وہ افعال کہ جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کیلئے خاص ہیں اور اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ﴿انہوں نے اپنے علماء اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ نہ عبادت کریں مگر ایک الٰہ کی جس کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں، اس کی ذات پاک ہے اس شرک سے جو وہ کرتے ہیں﴾ [التوبة: ۳۱]۔

Marfat.com

الطاغوت: یہ لفظ سابقہ اقسام (صنم، وثن، الٰہ اور ربّ) سب کو شامل ہے لیکن اس سے انبیاء و صالحین مستثنیٰ ہونگے کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی اور وہ خود اس عبادت سے راضی نہ تھے۔

یہ لوگ کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی گئی اور یہ اس عبادت پر راضی نہ تھے، یہ وہ لوگ ہیں کہ جو غیر کی عبادت کرنے پر اعتقاداً، قولاً اور عملاً راضی نہ تھے بلکہ اس سے براءت کا اظہار کرتے تھے۔

پس اے مسلم بھائی! جب تمہیں ان تمام معبودوں کا پتہ چل گیا کہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو تمہیں جاننا چاہیے کہ اصنام اور وثن، سب کے سب طواغیت ہیں اور اسی طرح تمام خودساختہ بشری آئین، دساتیر اور قوانین، جن سے فیصلہ کرایا جاتا ہے، یہ بھی طاغوت اور اوثان میں سے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جس شخص نے طاغوت کے احترام کی قسم کھائی اس نے طاغوت کا انکار نہ کیا، حالانکہ طاغوت کا انکار کرنا توحید کا رکن ہے جس کے بعد انسان مسلم بن جاتا ہے ایمان باللہ وحدہ کے ساتھ۔

علامہ عبدالرحمن بن حسنؒ آل شیخ مذکورہ دلیل کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ: ''اس بات کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ثابت کرتا ہے ﴿وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ﴾ ﴿انہیں حکم دیا گیا تھا کہ طاغوت کا انکار کریں﴾ اس لئے کہ کفر بالطاغوت توحید کا رکن ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ذکر ہے پس جسے یہ رکن حاصل نہیں وہ موحّد بھی نہیں'' [فتح المجید: ص ۳۴۵]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

ثانیاً: المجالس التشریعیۃ (اسمبلیوں، پارلیمنٹس وغیرہ) میں دخول کو جائز قرار دینے والوں کے شبہات

پہلا شبہ

نجاشیؓ کے واقعے سے ان کا استدلال: جس طرح کہ کتاب ''مشروعیۃ الدخول إلی المجالس التشریعیۃ'' کے مؤلف نے (ص:۴۲ پر) کہا کہ: ''اگر اسلام کے لوازمات اور اس کی شرائط میں سے یہ ہوتا کہ کفار کے ساتھ کسی بھی فیصلہ کرنے والی کمیٹی یا اسمبلی میں مشارکت سے دور اور الگ رہنا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات کے بعد اس کیلئے یہ کیوں فرمایا کہ وہ ایک صالح شخص تھا''۔

اس شبہ کا جواب: ہم کہتے ہیں کہ شائد یہ مولف کے قلم کی لغزش ہے یا اس کے پاس کوئی مضبوط دلیل یا عذر نہیں، اس لئے کہ یہ بات حقیقت دین سے جہالت پر دلیل ہے، یقیناً حکم میں کفار کی مشارکت کو ترک کرنا اسلام کے لوازمات میں سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار سے براءت اور اللہ کے سوا جنکی عبادت کی جاتی ہے، سے الگ رہنے کو فرض قرار دیا ہے، متعدد نصوص وارد ہیں کہ جو اللہ کے نازل کردہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے قانون سے حکم کرنے والوں کی تکفیر کرتی ہیں، انہیں ظالم اور فاسق قرار دیتی ہیں، پھر حکم میں کفار کی مشارکت کو چھوڑنا اسلام کی شرائط اور لوازمات میں سے کیوں نہ ہوں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جھوٹا کہا ہے کہ جو دعویٰ تو اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لانے کا کرتا ہے او اس کے ساتھ ساتھ طاغوت کو حکم بھی تسلیم کرتا ہے، ایسی صورت میں ایک مسلم کے لئے یہ بات کیسے جائز ہوسکتی ہے کہ وہ خود کسی قانون ساز اسمبلی کا ممبر بن جائے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ اللہ کے سوا قانون بنانے والے، شرکاء اور ارباب ہیں، بلکہ یہ کسی مسلم کیلئے کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے بجائے کسی اور قانون کے پاس فیصلہ لے جائے؟ حالانکہ اللہ کریم نے واضح طور پر بیان کردیا ہے کہ تحاکم یعنی فیصلہ کرنے کا فعل ایک عبادت ہے اور جس کسی نے اللہ کے حکم کے سوا طاغوتی احکام کو فیصل بنایا وہ مشرک اور کافر ہے، العیاذ باللہ، اگرچہ نہ یہ اس کا عقیدہ ہو اور نہ وہ اسے جائز سمجھتا ہو۔

Marfat.com

اس لئے کہ تحاکم الی الطاغوت بڑے کفریہ کے اعمال میں سے ہے اور کفر اکبر کے مرتکب کی تکفیر کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا فاعل اسے حلال بھی سمجھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کفر اس کو فیصل بنانے کے انکار سے ثابت ہوگا پس جو شخص طاغوت کو فیصل بناتا ہے اس نے اس کا انکار نہ کیا، اس لئے کہ طاغوت کو فیصل بنانے کو ترک کرنا اسکے ساتھ کفر کرنے کی صحت کیلئے لازمی ہے۔

شیخ سلیمان بن عبداللہ آل شیخؒ اپنی کتاب **تیسیر العزیز الحمید** کے صفحہ ۴۱۹ پر کہتے ہیں کہ: ''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کتاب وسنت کو چھوڑ کر طاغوت سے تحاکم کو ترک کرنا، فرائض میں سے ہے اور یہ کہ اس کی طرف فیصلہ لے جانے والا مومن تو کیا مسلم بھی نہیں''۔

شیخ محمد بن عبدالوھابؒ کہتے ہیں کہ: ''کفر بالطاغوت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ کے سوا غیر کی عبادت کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھا جائے، اسے چھوڑا جائے، اس سے نفرت وبغض کیا جائے، اس میں مبتلا لوگوں کی تکفیر کی جائے اور ان سے دشمنی کی جائے'' [**مجموعة التوحید: الرسالة الاولیٰ**]۔

پس جو شخص غیر اللہ کی عبادت کے بطلان کا عقیدہ تو رکھتا ہے لیکن اسے ترک نہیں کرتا تو اس نے طاغوت کا انکار نہ کیا، اور جو شخص اسکے باطل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور اسے ترک بھی کر دیتا ہے لیکن اس سے بغض رکھنے کی بجائے محبت کرتا ہے تو یہ بھی طاغوت کا منکر نہ ہوا۔

شیخ عبداللطیفؒ **بن عبدالرحمن بن حسن آل شیخ** کہتے ہیں کہ: ''جس شخص نے جاننے کے باوجود کتاب وسنت کے سوا کسی طاغوت کو فیصل بنایا تو وہ کافر ہے'' [**الدرر السنیة: ۱۰/۴۲۶**]۔

"**مشروعیة الدخول إلى المجالس التشریعیة**" کے مولف نے اس مسئلہ میں جو چیز ثابت کی ہے، اس بارے میں اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، نہ تو اسے ارادہ کی خوبی کام دے گی اور نہ نیت کی درستگی فائدہ دے گی، اس قسم کی عبارتوں کا انجام ظاہر ہونے لگا ہے اور کانٹوں کے پھل پک چکے ہیں، پس ہمیں معلوم ہے کہ جو اس قضیہ کو ترک کرنے والوں کے قافلہ میں شامل ہے اور ہم اسے بھی جانتے ہیں کہ جو غیر اسلامی قوانین کے سیکھنے سکھانے میں مشغول ہے اور قضاء ووکالت کے پیشہ سے منسلک ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی ہرج بھی محسوس نہیں کرتا۔

اب ہم اللہ کی مدد اور توفیق سے اس شبہے کا جواب دیتے ہیں:

اولاً: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿**قل ھاتوا برھانکم إن کنتم صدقین**﴾ ﴿کہو اگر تم سچے ہو تو

Marfat.com

اپنی دلیل پیش کرو﴾ [البقرۃ:۱۱۱]۔

وہ دعوے جن کے ساتھ کوئی واضح ثبوت نہ ہو محض دعوے ہوتے ہیں۔پس جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نجاشی، طاغوتی قوانین کے مطابق فیصلے کرتا تھا اُسے چاہیئے کہ اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے کوئی صحیح، متصل سند والی خبر پیش کرے، ان صحابہ کرام میں سے کسی کا قول پیش کرے کہ جو نجاشی کے پاس رہے، جنھیں نجاشی کے معاملات کا علم تھا تا کہ معلوم ہو کہ واقعۃً نجاشی کا یہی حال تھا یا یہ کہ اسلام لانے کے بعد بھی نجاشی نے طاغوت کے حکم کے ساتھ فیصلہ کیا تھا، خواہ ایک ہی مرتبہ کیا ہو، یہ پہلی وجہ ہے۔

دوسری وجہ: نجاشی کے واقعہ سے استدلال کرنا محض قیاس ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ قیاس کا مطلب یہ ہے کہ: کسی ایسی فرع کو ملانا کہ جس میں کوئی نص موجود نہ ہو، یعنی قیاس کیلئے ضروری ہے کہ کسی نص میں کوئی مسئلہ بیان ہوا ہو اور اس کی علت میں اشتراک کی بنا پر کوئی مسئلہ غیر منصوصہ اس پر قیاس کرلیا جائے اور ان دونوں مسئلوں میں کوئی فارق بھی نہ ہو اور یہ بھی قیاس کیلئے شرط ہے کہ مقیس یعنی فرع کیلئے کوئی نص بھی نہ ہو جبکہ اس مسئلہ کے بارے میں کئی واضح نصوص موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم، قوانین، شریعت کو معطل کرنا یا اسے قوانین وضعی کی وجہ سے چھوڑ دینا یا ان سے بدل دینا، اللہ کے ساتھ کفر ہے اور طاغوتی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا اس طاغوت پر ایمان لانا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ ﴿کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ایمان لائے اس پر جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا لیکن چاہتے یہ ہیں کہ فیصلہ لے جائیں طاغوت کی طرف (حالانکہ) انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا انکار کریں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو دور کی گمراہی میں پھینک دے﴾ [النساء:٦٠]۔

علامہ شیخ عبدالرحمنؒ بن حسن آل شیخ کہتے ہیں: ''طاغوت سے تحاکم (یعنی فیصلے کرانا، اس پر ایمان لانا ہے'' [فتح المجید : باب قوله تعالیٰ :ألم تر إلى الذين يزعمون........]۔

علامہ شیخ عبدالرحمن السعدیؒ کہتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ

Marfat.com

وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور والیانِ امر کی اطاعت کرو پس اگر کسی چیز میں تمہارا تنازعہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو .... ﴾ [النساء:۵۹] ، یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس کسی نے اپنے نزاعی مسائل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف نہ لوٹائے وہ حقیقتاً مومن نہیں ہے بلکہ وہ مومن بالطاغوت ہے جیسا کہ بعد والی آیت میں مذکور ہے'' [تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان: ۳۹۸/۱]

پس ہمارے لئے یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے کہ نص کی موجودگی میں قیاس سے کام لیں اور اصولی قاعدہ یہ ہے کہ نص کے مقابلے میں قیاس باطل ہوتا ہے۔

ایک اور وجہ: وہ یہ کہ قیاس کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اصل اور فرع کے درمیان فوارق نہ ہوں، اور یہاں نجاشی کے معاملہ میں جو اصول مدنظر رکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اصل تو فعل نجاشی ہے اور فرع قانون ساز مجالس میں داخل ہونا ہے، باوجود اس کے کہ ان مجالس میں شریعت کو معطل کیا جاتا ہے، شریعت کو چھوڑ کر غیر اللہ کو حکم بنایا جاتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ نجاشی بادشاہ تھا جس نے مصلحت وقت کے پیش نظر آپ ؐ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کیا، لہٰذا ہم بھی نجاشی پر قیاس کرتے ہوئے ان اسمبلیوں، پارلیمنٹس میں داخل ہوتے ہیں۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ صحیح قیاس کی شرط یہ ہے کہ اصل اور فرع کی علت اور سبب میں جو فرق ہے اس کی نفی کی جائے یعنی اصل اور فرع کے درمیان فوارق نہ ہوں لیکن یہاں جو قیاس کیا گیا ہے اس میں فوارق موجود ہیں اس لئے یہ قیاس فاسد اور باطل ہے، مثلاً:

پہلا فارق: یہ ہے کہ نجاشی اسلامی احکام کے مکمل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تھا اور آیت مبارکہ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا [المائدۃ:۳] کے نزول سے پہلے ہی اس کی وفات ہو گئی تھی کیونکہ یہ آیت ۱۰ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی اور نجاشی فتح مکہ سے بہت پہلے فوت ہو گیا تھا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت اسلامیہ کے بہت سے احکام ظہور پذیر نہیں ہوئے تھے، مثلاً سورۃ المائدہ کی مثال لیں کہ جس میں بہت سے احکام بتائے گئے ہیں اور اسی سورۃ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ جو شخص شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور یہ سورۃ نجاشی کی موت

Marfat.com

کے بعد نازل ہوئی بلکہ بعض آثار میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نازل ہونے والی آخری صورت ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سورہ قطعی طور پر نجاشی کی وفات کے بعد نازل ہوئی، تو قصہ نجاشی سے اسمبلیوں میں شمولیت کو کیسے جائز قیاس کیا جا سکتا ہے؟

دوسرا فارق: نجاشی کی موت اس سے پہلے ہو چکی تھی کہ جب نبی ﷺ نے (مختلف ممالک کے) بادشاہوں کو لکھا کہ وہ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں اور جزیہ دیں۔ **صحیح مسلم کتاب الجهاد باب کتب النبی ﷺ الیٰ ملوك الكفار يدعوهم الیٰ الله عزّوجل** میں انسؓ سے روایت ہے کہ: ''نبی ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر سرکش بادشاہ کو خطوط لکھے اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دی اور یہ وہ نجاشی نہیں ہے کہ جسکی نماز جنازہ نبی ﷺ نے پڑھائی''۔

امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب **زادالمعاد** (۶۹۰/۳) میں نجاشی کی طرف نبی ﷺ کے نام خط لکھنے کے زمرہ میں لکھا ہے کہ: ''یہ محض راوی کا وہم ہے کہ اس نے معاملہ کو خلط ملط کر دیا اور یہ تمیز نہیں کی کہ وہ نجاشی اور تھا کہ جسکی نماز جنازہ نبی ﷺ نے پڑھائی، جو آپؐ پر ایمان لے آیا تھا اور آپؐ کے صحابہ کی تکریم وتوقیر کی اور یہ نجاشی کوئی اور تھا کہ جس کی طرف آپؐ نے خط لکھا اور دعوت دی، صحیح مسلم میں یہ روایت وضاحت کے ساتھ آئی ہے کہ جس نجاشی کی طرف نبی ﷺ نے خط لکھا یہ وہ نجاشی نہیں تھا کہ جس پر نبی ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی''۔

علامہ حافظ ابن کثیرؒ اپنی کتاب **"البداية والنهاية"** (۲۹۸/۴) میں اس سال کے سلسلہ میں کہ جس میں نبی ﷺ نے بادشاہوں کو پیغام بھیج کر اللہ کی طرف دعوت دی، لکھتے ہیں: ''واقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ واقعہ ۶ ہجری عمرۃ الحدیبیہ کے بعد ذوالحجہ کا ہے اور بیہقی کا کہنا یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ موتہ کے بعد کا ہے واللہ اعلم، ان دونوں میں کوئی بڑا اختلاف نہیں، ممکن ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ سے پہلے اور حدیبیہ کے بعد شروع ہوا ہو جیسا کہ ابوسفیان کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ھرقل نے أبوسفیان سے پوچھا کہ کیا وہ غداری، وعدہ خلافی کرتے ہیں تو اس نے کہا کہ نہیں لیکن اب ہمارا اور ان کا ایک مدت تک معاہدہ ہے، دیکھتے ہیں کہ اب وہ ہمارے ساتھ کیا کرتے ہیں، صحیح بخاری میں ہے کہ یہ وہ وقت تھا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کا أبوسفیان سے معاہدہ تھا''، پھر انہوںؒ نے مذکورہ حدیث بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جس نجاشی کو دعوت دی تھی یہ وہ نہیں ہے کہ جس کی نماز جنازہ نبی ﷺ نے پڑھائی تھی۔

Marfat.com

تیسرا فارق: نجاشی ایک ایسی (آسمانی) شریعت پر تھا کہ جس کے احکام میں زیادہ تحریف نہیں ہوئی تھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ﴾ ﴿وہ کیسے آپ کے حکم کو بنائیں گے جبکہ ان کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم موجود ہے﴾ [المائدۃ:۴۳]، جبکہ موجودہ پارلیمنٹ کے ممبران کی یہ حیثیت وکیفیت نہیں ہے۔

پس اگر ان تین قسم کے فارقوں میں سے کوئی ایک بھی پایا جائے تو قیاس باطل ہو جاتا ہے، لیکن اگر تینوں اکٹھے ہو جائیں تو پھر ایسا قیاس تو بلاشک ناجائز اور باطل ہوگا۔

تیسری وجہ: ہم کہتے ہیں کہ نجاشیؒ ایسی حالت میں اسلام لائے کہ ان کا علاقہ مرکز اسلام سے دور اور علم سے بے بہرہ خطہ تھا، علماء نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس قسم کے حالات میں گھرا ہوا ہو تو اسے معذور سمجھا جائے گا جبکہ عام آدمی کو معذور نہ سمجھا جائے گا، اسی طرح اُس وقت رسل ورسائل کے ایسے ذرائع میسر نہ تھے کہ جو آجکل میسر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت شریعت کے احکام کو دوسرے لوگوں تک پہنچتے پہنچتے سال ہا سال لگ جاتے تھے جبکہ بعض مرتبہ تو پہنچ ہی نہیں پاتے تھے، بلکہ بعض اوقات تو آدمی فوت ہو جاتا اور شریعت کا پیغام حاصل کرنے سے محروم رہتا تھا، مثلاً صحیح بخاری میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز ہی میں نبی ﷺ کو سلام کرتے تھے تو آپؐ ہمیں جواب دیتے تھے پھر جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس لوٹے تو ہم نے آپؐ پر سلام کیا، تو آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ نماز میں انسان اللہ کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ پس اگر ابن مسعودؓ، کبار صحابہؓ اور علماء میں شامل ہونے کے باوجود نماز میں کلام کے منسوخ ہونے سے لاعلم تھے تو کوئی دوسرا شخص تو بطریق اولیٰ لاعلم ہو سکتا ہے خاص کر وہ شخص کہ جو نہ تو عربی جانتا ہو اور نہ ہی اسے صحبت حاصل ہوئی ہو تو اسے تو بطریق اولیٰ معذور سمجھا جائے گا۔

چوتھی وجہ: اس قسم کے متشابہ دلائل سے استدلال کرنا مناسب نہیں جبکہ ہمیں یہ امر کیا گیا ہے کہ محکم احکام کی اتباع کریں اور متشابہ امور کو چھوڑ دیں۔ محکم وہی ہیں کہ جن کا ہم بطور دلائل ذکر کر چکے ہیں، پس ہمیں تعجب ہوتا ہے ان حضرات پر کہ جنہوں نے محکمات کو چھوڑ کر متشابہ امور میں سے ظنی الثبوت دلائل کا سہارا لیا۔

امام طبریؒ اپنی تفسیر میں ابن عباسؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ: ''ارشاد باری تعالیٰ: ﴿هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب﴾ ﴿وہ وہی ذات ہے کہ جس نے تجھ پر

Marfat.com

کتاب نازل کی جس میں آیات محکمات ہیں جو کہ کتاب کی بنیاد ہیں﴾[آلِ عمران:۷]، میں :

محکمات: سے مراد وہ آیات ہیں کہ جو ناسخ (منسوخ کرنے والی)، کسی شے کو حلال یا حرام کرنے والی اور حدود و فرائض مقرر کرنے والی ہیں، جن پر ایمان لایا اور عمل کیا جاتا ہے، اور

متشابہات: سے مراد منسوخ احکام ہیں، جو پہلے گزر چکے ہیں، جنہیں مؤخر کر دیا گیا ہے، مثالیں اور اقسام وغیرہ ہیں کہ جن پر ایمان تو لایا جاتا ہے لیکن عمل نہیں کیا جاتا"۔

پس نجاشی کے واقعے کا حکم بھی منسوخ ہے، اور اس کو منسوخ کرنے والا نبی ﷺ کا وہ پیغام ہے کہ جو انہوں نے بادشاہوں کو بھیجا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ یا تو وہ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کریں یا جزیہ دیں، اور یہ نجاشی کی وفات کے بعد ہوا، مسلم کی روایت کے مطابق جس نجاشی کو مذکورہ بالا پیغام بھیجا گیا، یہ وہ نجاشی نہ تھا کہ جسکی نبی ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

پانچویں وجہ: شریعت کے بغیر حکم کرنے والے حاکم کی کم سے کم حالت یہ ہے کہ وہ ظالم، فاسق اور فاجر ہے، جس پر ان تمام لوگوں کا بوجھ پڑے گا کہ جو اس کی رعیت میں سے اللہ کے حکم کے بغیر حکم کرتے ہیں یہ شخص اپنے فعل کے اعتبار سے اس شخص کی طرح ہے جس نے قبر بنائی او پھر لوگوں کو اس کا طواف کرنے پر آمادہ کیا حالانکہ طواف ایک ایسی عبادت ہے کہ جو محض بیت اللہ کے لئے خاص ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص تحاکم الیٰ شرعیۃ اللہ سے لوگوں کو روکتا ہے اور شریعت طاغوت کی طرف فیصلہ لے جانے پر ابھارتا ہے اور اس عبادت کو کہ جو اللہ کیلئے خاص ہے، اس کو اوثان اور طواغیت کی طرف روا رکھتا ہے، بلاشبہ یہ اپنے اس فعل کے ذریعے فسق، ظلم اور فجور کے اس درجہ تک جا پہنچا ہے کہ اللہ جسے خوب جانتا ہے، یہ اس شخص کا کم سے کم حال ہے تمہارے نزدیک، ہم کہتے ہیں کہ نجاشی کو اس حالت پر کیسے منطبق کیا جاسکتا ہے حالانکہ خود نبی ﷺ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک صالح آدمی ہے۔ بلاشبہ یہ قیاس غیر صحیح بلکہ باطل ہے، کیونکہ نجاشیؒ، توراۃ کی شریعت کا متبع تھا اور طاغوتی شریعت کی اتباع کرنے والا نہ تھا حالانکہ اللہ نے اسکی اور اسکے ساتھیوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصَارٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ

Marfat.com

وَرُھْبَانًا وَاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ﴾ ﴿آپ مومنین کے سب سے بڑے دشمن ان لوگوں کو پائیں گے کہ جو یہودی اور مشرک ہیں اور مودت میں قریب ترین ان لوگوں کو پائیں گے کہ جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں کیونکہ ان میں علماء اور راھب ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے ﴾ [المائدۃ:۸۲]۔

ہمارا یقین ہے نجاشی ان لوگوں میں سے تھا کہ جن لوگوں کا یہ آیت احاطہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوراۃَ فِیھَا ھُدًی وَّ نُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَاالنَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَ کَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَناً قَلِیلاً وَمَن لَمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ ﴾ ﴿ہم نے توراۃ نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے جس کے ساتھ انبیاء جو کہ فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے تھے اور علماء اور مشائخ بھی اس لئے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے پس تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اور میری آیات قلیل قیمت پر نہ بیچو اور جو کوئی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق حکم نہ کرے (فیصلہ نہ کرے) تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں ﴾ [المائدۃ:۴۴]۔

ان دلائل کے بعد صورتحال واضح ہو جاتی ہے اور وہ فرق بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے جو نجاشی اور پارلیمنٹ کے ممبران کے درمیان واقع ہے، قصہ نجاشی کی صورت حال یہ ہے کہ ایک کافر ملک کا بادشاہ تھا جب ایمان کی دعوت سنی تو ایمان لے آیا اور اسلام کا مطیع ہو گیا، حق میں سے جو کچھ اس کے پاس پہنچا، اس کو مانا اور اس پر قائم رہا اور اپنی استطاعت کے مطابق حق کی نصرت کی اور اس کا اعلان کیا، دین اسلام کی خاطر اپنی خدمات پیش کیں، مہاجر مسلمین کی نصرت کی اور دین کے مخالف لوگوں سے براءت کا اظہار کیا لیکن دین کی تکمیل سے قبل فوت ہو گیا، جبکہ دوسری صورت اس سے کلیۃً مختلف ہے، وہ یہ کہ کچھ لوگ زبردستی وہ ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں کہ جس کا حکم یا اجازت اللہ نے نہیں دی بلکہ اس کام کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔ انہوں نے اللہ کی منع کردہ چیزوں کا ارتکاب کیا، اور حرام کردہ وسائل کو اختیار کیا، توحید کا وسیلہ شرک کو بنایا، اور اطاعت کا وسیلہ معصیت کو بنایا اور یہ سب کچھ دین اسلام کی تکمیل کے بعد ہوا جبکہ حجت قائم ہو چکی ہے۔

اب اس صورت کو پہلے والی پر کس طرح سے قیاس کیا جا سکتا ہے جبکہ دونوں کے درمیان مختلف فوارق موجود ہیں اور قاعدہ واصول یہ ہے کہ: قیاس مع الفارق باطل ہے۔ مزید براں یہ کہ نجاشی کے قصے سے استدلال کیسے

Marfat.com

کیا جا سکتا ہے جبکہ اس کے کئی احتمال موجود ہیں اور قاعدہ واصول یہ ہے کہ: جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسرا شبہ

اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بادشاہ مصر کے نظام حکومت کے تحت وزیر بننا قبول کرلیا، لہٰذا اس سے یہ جواز ملتا ہے کہ ہم بھی اس قسم کی مجالس، اسمبلیوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔

ازالہ: اس اعتراض کا متعدد طریقوں سے جواب دیا جاسکتا ہے:

پہلی وجہ: ان لوگوں کا استدلال قیاس پر مبنی ہے، جبکہ قیاس کا تعلق اجتہاد سے ہے اور اجتہاد، نص کے مقابلہ میں باطل ہے۔ امام ابن قیمؒ اپنی کتاب "الصواعق المرسلہ" (کے صفحہ ۱۵۳) پر لکھتے ہیں کہ:

''قیاس جب نص سے ٹکرا جائے، اس کے مقابل آجائے (متعارض ہو جائے) تو ایسا قیاس باطل ہو جاتا ہے اور ابلیسی قیاس کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ باطل کے ساتھ حق کا مقابلہ کرنا ہوا، جسکی سزا یہ ہے کہ ایسے شخص کی عقل، دین، دنیا اور آخرت سب کچھ تباہ ہو جائے کیونکہ جس کسی نے بھی عقل سے وحی کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسکی عقل ماردی، یہاں تک کہا گیا ہے کہ عقل مند ہنستے نہیں''۔

دوسری وجہ: قیاس کرنے کے لئے بھی بعض ضروری شرائط ہوتی ہیں جن میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اصل اور فرع میں کوئی فارق نہ ہو تب جا کر قیاس صحیح ہوگا ورنہ تو قیاس فاسد ہو جائے گا اور اسے قیاس مع الفارق کہا جائے گا۔ واقعہ یوسف علیہ السلام میں جو فوارق پائے جاتے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا فارق: **مجلس کی کیفیت:** یوسف علیہ السلام کا عمل اور ان کی ذمہ داری ایک بشری عمل و ذمہ داری تھی اور اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي فَلَمَّا كَلَّمَهُ

Marfat.com

قَالَ اِنَّكَ الۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِيۡنٌ اَمِيۡنٌ ﴾ ﴿اور بادشاہ نے کہا کہ اس کو میرے پاس لے کر آؤ تا کہ میں اسے اپنا خاص مصاحب بنالوں، سو جب اس نے ان سے بات کی تو کہا کہ آج سے تم ہمارے ہاں عزت دار امین ہو﴾۔

[یوسف:۵۴]

جبکہ موجودہ پارلیمنٹ کے ممبران کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ کے مقابلے میں ارباب اور قانون ساز بنے ہوئے ہیں حالانکہ قانون سازی خالصتاً اللہ کی صفت اور حق ہے لیکن اس کے باوجود موجودہ اسمبلیاں اور پارلیمنٹس اپنے اراکین کو یہ اختیار مطلق دیتی ہیں کہ وہ قوانین وضع کریں حالانکہ یہ اختیار صرف اللہ کیلئے خاص ہے اور یہ اراکین اس قوانین سازی کے حق سے نہ تو دست بردار ہوتے ہیں اور نہ ہی براءت کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ یہ حق انہیں، ان کے بنائے ہوئے آئین نے دیا ہوتا ہے، ان کے آئین و دستور میں لکھا ہوا ہے کہ: ''قانون سازی کا حق دستور کی رو سے امیر اور مجلس ملکی (یعنی پارلیمنٹ و اسمبلی) کو حاصل ہے''، اور اسی طرح دوسری جگہ لکھا ہوا ہے کہ: ''ڈیموکریسی (یعنی جمہوری) حکومت میں قانونی بالادستی کا حق جمہور امت کو حاصل ہے''۔

دوسرا فارق: اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنا: یوسف علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے، دلیل اسکی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿كَذٰلِكَ كِدۡنَا لِيُوۡسُفَ مَا كَانَ لِيَاۡخُذَ اَخَاهُ فِىۡ دِيۡنِ الۡمَلِكِ﴾ ﴿اسی طرح ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی، نہ تھا اسے کہ پکڑتا اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کی رو سے﴾ [یوسف:۷۶]، مفسرین نے لکھا ہے کہ: یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو بادشاہ کے قانون کی بجائے اللہ کے قانون کے مطابق روکا تھا، شریعت ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ تھا کہ چور کو اس شخص کے حوالے کر دیا جائے کہ جسکی چوری ہوئی ہے اور وہ اسے ایک سال تک اپنے پاس رکھ کر چوری کے مساوی رقم وصول کرلے۔

لیکن موجودہ پارلیمنٹ (قانون ساز اسمبلیوں) کے ممبران، اللہ کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ہوتے ہوئے وہ انسانوں کو قانون سازی کا اختیار دے کر کفر کا دروازہ کھول دیتے ہیں، جیسا کہ دستور کی شق میں کہا گیا ہے کہ: ''مجلس کے ممبران اگر آدھے سے زیادہ موجود ہوں اور وہ کسی قانونی قرارداد کو پاس کر دیں تو وہ قانون بن جائے گا''۔

اسی طرح ایک اور شق میں کہا گیا ہے کہ: ''مجلس کے ہر ممبر کو قانونی تجویز پیش کرنے کا حق حاصل ہے اور ہر وہ قانونی تجویز جسے کسی ممبر نے پیش کیا اور پارلیمنٹ نے اسے رد کر دیا تو اسے مجلس کے جاری اجلاس میں دوبارہ

Marfat.com

پیش نہیں کیا جا سکتا''۔

ایک اور شق میں کہا گیا ہے کہ: ''مجلس کا ہر ممبر اپنی رائے اور خیالات پیش کرنے میں آزاد ہے اور کسی بھی صورت میں اس کا مواخذہ نہیں کیا جا سکتا''۔

تیسرا فارق: براءت (بیزاری): یوسف علیہ السلام نے تمام بتوں اور اوثان سے براءت و بیزاری کا اظہار کیا تھا، جس کی دلیل قرآن کا یہ ارشاد ہے ﴿اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ﴾ ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ﴾ ﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ﴿میں نے ایسی قوم کی ملت (دین) کو چھوڑ دیا ہے کہ جو اللہ پر ایمان نہیں لاتی اور آخرت کی منکر ہے، میں نے تو اپنے آباء ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب کی ملت (دین) کو اپنا لیا ہے، ہمارے لئے جائز نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی قسم کا بھی شرک کریں، یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے، اے میرے قیدی ساتھیوں! کیا بہت سے الگ الگ رب بہتر ہیں یا ایک زبردست رب؟ جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ صرف نام ہیں کہ جو تم نے اور تمہارے آباء نے رکھے ہیں، جن کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم صرف اللہ کا ہے، اس نے یہ امر کیا ہے صرف اس کی عبادت کرو، یہی دین قیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے﴾ [یوسف:۳۷]

جبکہ قانون ساز مجلس (اسمبلی، پارلیمنٹ) کے اراکین تو اپنے اوثان، معبودات، طواغیت اور اپنے دستور و آئین کے احترام، تحفظ اور پابندی کی قسم و حلف اٹھاتے ہیں، جیسا کہ دستور میں لکھا گیا ہے کہ:

> ''کسی بھی شخص کے رکن مجلس (رکن اسمبلی، رکن پارلیمنٹ) بننے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ ایک کھلے اجلاس میں، مجلس (اسمبلی، پارلیمنٹ) کے سامنے یہ قسم کھائے، حلف اٹھائے کہ: میں اللہ کی قسم کھا کر یہ عہد کرتا ہوں کہ ملک اور حکومت کا وفادار مخلص رہوں گا، ملکی آئین، دستور اور قوانین کا احترام اور پابندی

Marfat.com

کروں گا، قوم کی آزادی، فلاح و بہبود اور اموال کی
حفاظت صدق و امانت داری سے کروں گا''۔

چوتھا فارق: یوسف علیہ السلام ایک معجزہ کے ذریعہ اقتدار پر متمکن ہوئے، جسکی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے ﴿یُوسُفُ اَیُّهَا الصِّدِّیقُ اَفْتِنَا فِی سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَأْکُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَاُخَرَ یَابِسَاتٍ لَعَلِّی اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُونَ﴾ ﴿قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْبُلِهِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْکُلُوْنَ﴾ ﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْکُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾ ﴿ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ﴾ ﴿اے یوسف! ہمارے دوست ہمیں تعبیر بتانا کہ سات گائیں موٹی ہیں اور ان کو سات پتلی دبلی کھا جاتیں ہیں اور سات خوشے سبز ہیں اور ....﴾ [یوسف:۴۶تا۴۹]، پھر اللہ نے ارشاد فرمایا ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ﴾ ﴿قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ﴾ ﴿وَکَذٰلِكَ مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَاءُ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ﴿بادشاہ نے کہا کہ اسے (یوسفؑ) میرے پاس لے آؤ......﴾ [یوسف:۵۴تا۵۶]

جہاں تک مجلس (اسمبلی، پارلیمنٹ) کے ممبران کا تعلق ہے تو وہ بذریعہ انتخاب اقتدار تک پہنچتے ہیں کہ جو مختلف جماعتوں کے ممبران اور گروہوں کے درمیان ہوتا ہے اور یہ جاہلیت کا طریقہ ہے جس میں بہت سی شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں۔

پانچواں فارق: تقرری کا طریقہ: یوسف علیہ السلام کی وزارت پر تقرری صرف ایک شخص کے حکم پر ہوئی۔ اور اسکی دلیل ارشاد تعالیٰ ہے ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ فَلَمَّا کَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ﴾ ﴿بادشاہ نے کہا کہ اسے میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اسے﴾ [یوسف:۵۴]

جبکہ مجلس قانون ساز (اسمبلی، پارلیمنٹ) میں کسی بھی حکم کے نافذ و قرار پانے کیلئے نصف سے زائد عقلمندوں کی اکثریت کا متفق ہونا لازمی ہے۔

پس اے میرے مسلم بھائی اگر! اصل اور فرع میں ایک بھی فارق موجود ہو تو قیاس باطل جاتا ہے جبکہ

Marfat.com

یہاں تو پانچ فارق موجود ہیں چنانچہ یہ قیاس بالکل ہی باطل اور فاسد ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسرا شبہ

کہتے ہیں کہ ہم مجالس تشریعیۃ (اسمبلیوں، پارلیمنٹس وغیرہ) میں مصلحت کی خاطر اور دفع فساد کی خاطر داخل ہوتے ہیں تاکہ اہل باطل کا مقابلہ کرسکیں۔

جواب: ہم ان کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ تمہارا مقصد نیک ہے لیکن یہ مقصد حاصل کرنے کا تمہارا وسیلہ، ذریعہ غیر شرعی ہے اور یہ ہم مسلمین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ کسی مقصد کا حصول، کسی غلط وسیلے، ذریعے کو صحیح نہیں کرسکتا، اور تمہارا وسیلہ شرکیہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے بالمقابل ہے اور اسکی صفات میں شرک ہے۔

اس میں کسی بھی موحد مسلم کو کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ اللہ کے ساتھ شرک اور کفر بہت بڑا مفسدہ اور خرابی ہے، اس سے بڑا مفسدہ اور خرابی کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ﴿**إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَآءُ وَمَن يُشْرِك بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْماً عَظِيماً**﴾ ﴿بلاشبہ اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کیلئے جو چاہے معاف کردے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے بہت بڑا گناہ کیا﴾ [**النسآء:۴۸**]۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ: ﴿**وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ**﴾ ﴿اور بلاشبہ آپ کی طرف وحی کی گئی اور ان کی طرف بھی جو آپ سے پہلے تھے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے بھی تمام اعمال ضائع کردیئے جائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے﴾ [**الزمر:۶۵**]

Marfat.com

اسی طرح فرمایا کہ: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ بے شک ان لوگوں نے کفر کیا کہ جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے تو کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، بے شک جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اسکا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں [المائدۃ :۷۲]

(۱) شرک میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان اللہ کے مقابلے میں خود کو قانون ساز بنا لے، قانون ساز کی کرسی پر بیٹھ کر قانون سازی شروع کر دے۔

(۲) یہ بھی شرک ہے کہ انسان اپنا فیصل، طاغوت کو بنا لے، اپنے تنازعات تحاکم کیلئے طاغوت کے پاس لے جائے، کیونکہ تحاکم ان افعال عبادت میں سے ہے کہ جو صرف اللہ عزوجل کیلئے کی جاتی ہے اور جو انسان یہ عبادت کسی طاغوت کے لیے کرے تو اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔

(۳) یہ بات بھی کفر ہے کہ انسان طاغوت کے احترام کیلئے حلف اٹھائے۔ حالانکہ اسے تو طاغوت کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔

(۴) یہ بھی کفر ہے کہ انسان اللہ کے احکام کی چھانٹی کرے کہ کون سا حکم قابل عمل و قابل نفاذ ہے اور کونسا نہیں، اللہ کے احکام کو ووٹوں اور رائے شماری کی نذر کر دے اور لوگوں کو اللہ کے یا طاغوت کے قوانین نافذ کرنے کا اختیار دیدے اور اس طرح سے اللہ کی شریعت کو اپنانے یا نہ اپنانے کا اختیار دے کر کفر باللہ کا دروازہ کھول دے۔

پس یہ چار ایسے امور میں ہیں کہ جن میں سے ہر ایک انسان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے جو لوگ ان امور کی جرأت کرتے ہیں انہیں متنبہ ہو جانا چاہیئے کہ اللہ کے ساتھ کفر و شرک سب سے بڑی برائی اور خرابی ہے اور کوئی اچھا مقصد کسی غلط ذریعے کو اچھا نہیں بنا سکتا، جبکہ یہاں ذریعہ کفریہ، شرکیہ اپنایا جا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

چوتھا شبہ

قسم کھانے اور حلف اٹھانے کا معاملہ: ان کا کہنا ہے کہ اس مجلس میں داخل ہونے کیلئے جب ہم ان قوانین ودساتیر وآئین کے احترام کی قسم کھاتے ہیں، حلف اٹھاتے ہیں تو ہم ان میں سے حق کو مستثنیٰ کر لیتے ہیں یعنی ہماری نیت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سے جو حق اور صحیح ہے ہم اس کے احترام کی قسم کھاتے اور حلف اٹھاتے ہیں۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اگر انہوں نے توحید کو پہچانا ہوتا کہ توحید کیا ہے اور ملت ابراہیمی کیا ہے تو اس طرح کی بات بالکل نہ کرتے اور اللہ کے دین میں اس قسم کی لغو بات داخل کر کے نہ خود گمراہ ہوتے اور نہ دوسروں کو گمراہ کرتے۔

اس شبہ کا ہم متعدد طریقوں سے جواب دیتے ہیں:

پہلی وجہ: ہم کہتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دین کی معرفت عطا کی ہے، وہ جانتا ہے کہ توحید کا دارومدار نفی اور اثبات پر ہے، بلاشبہ جب حق کے ساتھ شرک یا باطل مخلوط ہو جائے تو ضروری ہو جاتا ہے کہ سب سے پہلے شرک اور کفر کی آلائش کو دور کیا جائے، پھر اس سے حق کو مستثنیٰ کیا جائے اور اسے ثابت کیا جائے، جیسا کہ امام الموحدین ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ۝ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ﴾ ﴿اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان تمام چیزوں سے بری ہوں کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو، سوائے اس ذات کے کہ جس نے مجھے تخلیق کیا، پس وہ یقیناً مجھے ہدایت دے گا﴾ [الزخرف:۲۶ تا ۲۷]۔

ابراہیم علیہ السلام نے پہلے تو ان کے معبودوں سے براءت کا اعلان کیا، پھر اس سے حق کو مستثنیٰ کیا اور وہ اللہ یکتا کی عبادت ہے، یہ ہے ملت ابراہیمی کہ جس نے اس سے منہ موڑا، اس سے اعراض کیا تو اس نے اپنے آپ کو بیوقوف بنایا۔

دوسری وجہ: یہ بھی معلوم ہے کہ جو شخص اکراہ یا حقیقت سے لاعلمی کے سوا طاغوت کے احترام کی قسم کھاتا ہے تو گویا اس نے طاغوت کا انکار نہ کیا جیسا کہ کفر بالطاغوت کیلئے ضروی ہے کہ وہ دل، زبان اور عمل کیساتھ ہو

Marfat.com

امام محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں کہ: ''اللہ تم پر رحم کرے! جان لو کہ اللہ کا دین اعتقاد، محبت اور بغض کے ساتھ دل میں جاگزیں ہو جانا چاہیئے۔ زبان پر اس کا اقرار اور کفر کا انکار ہو اور ارکانِ اسلام کی ادائیگی جوارح پر ہو اور جن افعال سے کفر لازم آتا ہے اعضاء اس کے ادا کرنے سے باز رہیں، پس ان تین چیزوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل پڑا تو ایسا شخص کافر اور مرتد ہو گیا'' [**الدرر السنية : كتاب حكم المرتد ۸/۸۷**]۔

شیخ کا یہ قول بہت واضح اور صریح ہے اس شخص کے رد میں کہ جو زبان سے کفر کی بات کرے یا کافرانہ عمل کرے، پس جو شخص یہ کہے کہ میں قسم تو کھاتا ہوں لیکن میری نیت حق کو مستثنیٰ کرنے کی ہوتی ہے تو اس شخص کی بات باطل اور مردود ہے، اس لئے کہ اس نے ایسے طاغوتی قوانین کے احترام کی قسم کھائی کہ جنکی اللہ کے سوا پوجا کی جاتی ہے حالانکہ یہ شخص نہ تو ان کی حقیقت سے بے خبر ہے اور نہ ہی اسے کوئی ایسی مجبوری لاحق ہے کہ جسکی بناء پر اسے قتل کیئے جانے یا سخت اذیت کا خطرہ لاحق ہو۔

الشیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے رسالہ **كشف الشبهات** میں کہتے ہیں کہ: ''ہر طبقہ کے علماء مرتد کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذاقاً یا دل لگی کے طور پر بھی کوئی ایسا کلمہ زبان سے نکال دے کہ جو کفر کا مظہر ہو تو یہ شخص کافر ہو جائیگا خواہ دل میں اسکی نیت نہ ہو''۔

اپنے رسالہ کے آخر میں شیخ فرماتے ہیں: ''بعض منافقین کہ جنہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ مل کر غزوہ روم میں شرکت کی، صرف ایک کلمہ کی بناء پر کافر ہو گئے کہ جو انہوں نے از راہ مذاق کہا تھا تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جو شخص کسی دنیاوی غرض یا مال کے نقصان یا کسی کو خوش کرنے کے لیے کوئی کلمہ کفر کہہ دیتا ہے تو اس کا جرم مذاقاً کلمہ کفر کہنے والے سے بہت بڑا ہے''۔

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطین کہتے ہیں کہ: ''جب کوئی مسلم اس کلمہ کی عظمت کو جان لے، اس کے قیود و شرائط سے واقف ہو جائے تو پھر ضروری ہے کہ اس کے دل میں اس کا اعتقاد، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل ظاہر ہو، اگر ان تینوں میں سے کسی ایک میں بھی خلل پڑے تو آدمی مسلم نہیں رہتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں واضح کر دیا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص مسلم ہو اور ارکان اسلام کا عملاً پابند بھی ہو، پھر اس سے کوئی ایسا قول یا فعل یا اعتقاد ظاہر ہو جائے کہ جو اس کے کلمہ کو ناقض کرنے والا ہو تو اسکا ایمان اسے کوئی فائدہ نہ دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے غزوہ تبوک میں شامل ہونے والوں کے متعلق فرمایا ﴿**لا تعتذروا قد كفرتم بعد**

Marfat.com

اِيمَانِكُم ﴾ ﴿عذر مت پیش کرو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کا ارتکاب کیا ہے﴾ [التوبۃ:٦٦] اور دوسروں کے متعلق فرمایا کہ: ﴿يَحلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَد قَالُوا كَلِمَةَ الكُفرِ وَكَفَرُوا بَعدَ اِسلَامِهِم ﴾ ﴿یہ قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کیا حالانکہ یہ کلمہ کفر کہہ کر اسلام لانے کے بعد کفر کر چکے ہیں ﴾ [التوبۃ:٧٤][مجموعۃ التوحید : الرسالۃ الثامنۃ : ص١٨٢]۔

امام ابن تیمیۃ فرماتے ہیں کہ: ''جس نے کوئی ایسا قول کہا یا عمل کیا کہ جو کفر کے زمرے میں آتا ہے تو ایسا شخص کافر ہوگیا اگر چہ اس نے کافر ہونے کا قصد نہ کیا ہو، کیونکہ کافر بننے کا ارادہ کوئی بھی نہیں کرتا الا ماشاء اللہ'' [الصارم المسلول :ص١٧٧]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پانچواں شبہ

یہ لوگ، جو مجلس قانون ساز (اسمبلی، پارلیمنٹ وغیرہ) میں قانون سازی کیلئے بیٹھتے ہیں، کہتے ہیں کہ وہ شارع یعنی قانون ساز نہیں ہیں، اسی طرح وہ یہ بات بھی کہتے ہیں کہ ان کی نیت میں یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ کے مقابلے میں شارع یعنی قانون ساز بن جائیں بلکہ وہ جو کچھ بھی کر رہے ہیں ان کی نیت اصلاح اور خیر کی ہے۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول کہ ہم قانون ساز نہیں، باطل ہے کیونکہ عقل، واقعات، دستور اور عرف عام یہ کہتا ہے کہ جو شخص بھی پارلیمنٹ کی کرسی پر براجمان ہو، وہ شارع ہے، قانون ساز ہے اور پارلیمنٹ کا ممبر ہے، خواہ وہ اس کیلئے راضی ہو یا نہ ہو، یہ پہلا جواب ہے۔

دوسرا جواب: یہ لوگ عوام الناس کو بیوقوف بنانے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں، ان کے اس قول کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی اپنے آپ کو منصب قضاء پر بٹھائے اور پھر کہے کہ میں قاضی نہیں ہوں یا کوئی شخص امارت کا عہدہ قبول کر لے اور پھر کہے کہ میں امیر نہیں ہوں یا کوئی شخص صدارت کا عہدہ قبول کر کے کہے کہ میں

Marfat.com

صدر نہیں ہوں، لہٰذا ان کا قانون ساز ہونے سے انکار کرنا باطل ہے، اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ ہم اللہ کے مقابلے میں قانون ساز نہیں یہ بھی جھوٹ ہے اور اسکی کئی ایک وجوہات ہیں:

پہلی وجہ: ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا عمل غیر شرعی ہو تو اسکی نیت اسے کب فائدہ دے سکتی ہے، دین کا متفقہ اصول ہے کہ ایک بدعتی شخص جو غیر شرعی عمل کے ذریعہ اللہ کا تقرب تلاش کرتا ہے، جس عمل کی اس کے پاس نہ تو کوئی دلیل ہے اور نہ کوئی حجت تو اس کا عمل باطل ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''**من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد**'' جس کسی نے ہمارے دین میں کوئی ایسا نیا کام نکالا کہ جو اس میں نہیں تھا تو وہ مردود ہے [**متفق عليه**]۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: ''**من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد**'' جس کسی نے کوئی ایسا کام کیا کہ جس میں ہماری اجازت شامل نہیں تو وہ مردود ہے [**متفق عليه**]۔

اور یہ اس شخص کے بارے میں ہے کہ جو دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرتا ہے کہ جسکی کتاب وسنت میں کوئی دلیل نہیں تو ایسے شخص کا عمل مردود ہے، اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہے لہٰذا اسکی صالح نیت کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ پس وہ شخص کہ جو شرک کا ارتکاب کرتا ہے، اپنے آپ کو خالق مشرع کا درجہ دے دیتا ہے، قانون سازی کی کرسی پر بیٹھتا ہے اور قانون سازی کے اس منصب پر براجمان ہو جاتا ہے کہ جو اللہ عز وجل کے سوا کسی کا حق نہیں تو کیا ایسے شخص کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے عمل پر ہی فتویٰ لگے گا۔

دوسری وجہ: یہ لوگ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ جو شخص قانون سازی کی کرسی پر اس نیت سے بیٹھے کہ وہ قانون ساز ہے تو ایسا شخص شارع یعنی قانون ساز ہوگا لیکن جو شخص یہ فعل تو کرے لیکن اس کی نیت قانون سازی کی نہ ہو تو ایسا شخص مشرع، قانون ساز نہیں بلکہ مصلح شمار ہوگا۔ یہ لوگ بزعم خود ان دو اشخاص میں یہ فرق کرتے ہیں کہ جو شخص نیت کے ساتھ قانون سازی کا عمل کرے تو وہ قانون ساز ہے اور جو بلا نیت قانون سازی کا عمل کرے تو وہ قانون ساز نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کا یہ قول اور فرق باطل ہے اور حق اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو اور زبان سے یہ کہہ بھی دے کہ میں مشرع یعنی قانون ساز ہوں مگر وہ حقیقتاً اس وقت قانون ساز بنے گا کہ جب وہ قانون سازی کے منصب پر فائز ہو کر قانون سازی شروع کر دے، اسی طرح اگر کوئی شخص نہ

Marfat.com

یہ نیت کرے اور نہ زبان سے کہے لیکن منتخب ہو کر مجلس قانون ساز (اسمبلی یا پارلیمنٹ) میں بیٹھ کر عملاً قانون سازی کے عمل میں شریک ہو جائے تو بلاشک ایسا شخص مشرع یعنی قانون ساز ہے، ایسی صورت میں اسکی نیت یا اعتقاد کا نہیں بلکہ اس کے فعل کا اعتبار کیا جائے گا اور اسی پر فتوی لگے گا۔

تیسری وجہ: جس شخص کو یہ علم ہو کہ شرک اعتقاد، قول اور فعل کی بنیاد پر ہوتا ہے تو وہ اس قسم کی بات کہہ ہی نہیں سکتا۔ **شیخ محمد بن عبدالوھابؒ** فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کے دین کا تعلق دل سے ہے، اس طرح کہ اس میں عقیدہ، محبت اور بغض ہو، اس کا تعلق زبان سے ہے، اس طرح کہ زبان حق کا اقرار کرے اور کفر کا ساتھ ترک کر دے، اس کا تعلق اعضاء اور جوارح سے ہے، اس طرح کہ ارکان اسلام عملاً بجالائے اور ایسے افعال چھوڑ دے کہ جن کے کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے، پس ان تین امور میں سے کوئی ایک بھی کم ہوا تو انسان کافر اور مرتد ہو جاتا ہے'' [الدرالسنية : كتاب حكم المرتد ٨/٨٧]۔

علامہ عبداللہ بن عبدالرحمن ابا بطینؒ کہتے ہیں کہ: ''جب ایک مسلم اس کلمہ کی قدر و منزلت پہچان لے، اس کے قیود و شرائط کو سمجھ لے تو پھر ضروری ہے کہ دل سے اعتقاد، زبان سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرے، اگر ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی کم ہو تو انسان مسلم نہیں رہتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص مسلم ہو اور ارکان اسلام کا پابند بھی ہو پھر اس سے کوئی ایسا قول، فعل یا اعتقاد سرزد ہو جائے کہ جو اس کلمہ کے منافی ہو تو اس کا اسلام اسے کوئی فائدہ نہیں دے گا''۔

[مجموعة التوحيد:الرسالة الثامنه]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

چھٹا شبہ

وہ کہتے ہیں کہ توحید ربوبیت اعتقاد اور اقرار کا نام ہے اور یہ لوگ جو ووٹ کے ذریعے منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں آتے ہیں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا نہ کوئی قانون ساز ہے اور نہ ہی کوئی خالق، اس کے باوجود تم ان لوگوں کو مشرکین بالربوبیت کیوں کہتے ہو؟

متعدد وجوہات سے اس کا جواب دیا جاتا ہے:

پہلی وجہ: ہم کہتے ہیں کہ بلاشبہ توحید ربوبیت میں اصل چیز اعتقاد اور اقرار ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں اور اس کے ان تمام افعال پر ایمان لائیں کہ جو اس کی ربوبیت کے لئے خاص ہیں اور اسے ان تمام افعال میں یکتا و منفرد مانیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ واحد کے سوا نہ کوئی خالق ہے، نہ رازق اور نہ کوئی قانون ساز۔ یہ وہ صفات ہیں کہ جن سے کسی شخص کو جاہل نہیں رہنا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ پر ایمان بھی رکھتا ہے، اور اسکے افعال ربوبیت میں اسکی واحدانیت کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ اعتقاد اور اقرار اسکو فائدہ نہ دے گا، کیونکہ جب بھی اس نے غیر اللہ کیلئے کوئی ایسا فعل کیا کہ جو فعل، اللہ کیلئے خاص ہے تو وہ عملی اعتبار سے مشرک ہو گیا۔

امام شوکانی ؒ لکھتے ہیں کہ: ''شرک کا یہ مطلب نہیں کہ بعض مسمیات پر بعض اسماء کا اطلاق کر دیا جائے بلکہ شرک یہ ہے کہ غیر اللہ کے لیے کوئی ایسا فعل کیا جائے کہ جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، اب چاہے اس فعل کا یا جس کے لیے وہ فعل کیا جا رہا ہے اس کا، کوئی بھی نام رکھ دیا جائے، اس سلسلہ میں فقط نام کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا'' [**الدرالنضید :ضمن الرسائل السلفية :** ص ۱۸]۔

شیخ عبداللہ بن عبد الرحمن ابابطین ؒ لکھتے ہیں کہ: ''اگر کوئی شخص مسلم ہو اور ارکان اسلام کا عامل بھی ہو پھر اس سے کوئی ایسا قول، فعل یا اعتقاد سرزد ہو جائے کہ جو اس کلمہ کے منافی ہو تو اس کا اسلام سے وں فائدہ نہیں دے گا'' [**مجموعة التوحيد:الرسالة الثامنه**]۔

دوسری وجہ: یہ بات مکرر طریقہ سے گذر چکی ہے کہ توحید دل، زبان اور عمل کا نام ہے اور یہ صرف

Marfat.com

توحید الوھیت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس میں توحید ربوبیت بھی داخل ہے، اور توحید ربوبیت کا اس میں داخل ہونا بطریق اولیٰ ہے، اس لئے کہ اللہ کی ربوبیت میں شرک، اللہ کی الوہیت میں شرک سے زیادہ شدید ہے۔

شرک فی الربوبیت کی تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: اعتقاد میں شرک: یعنی انسان دل میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ بھی کوئی ہے کہ جسے قانون سازی کا حق حاصل ہے۔

دوسری قسم: قول میں شرک: یعنی انسان زبان سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو بھی قانون سازی کا حق حاصل ہے۔

تیسری قسم: عمل میں شرک: یعنی کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے عمل سے کسی ایسے منصب پر فائز کردے یا ایسا اختیار دے دے کہ اسے علی الاطلاق قانون سازی کا حق حاصل ہو جائے کہ جو صرف اللہ عزوجل کا حق ہے۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو قانون سازی کا اختیار دیدیا کہ: مخلوق کو عملی طور پر حق تشریع دے دینا اور وہ بھی علی الاطلاق، اگر شرک نہیں تو پھر تمہارے نزدیک اس مسئلہ میں شرک فی الربوبیت کی عملی شکل کیا ہے؟

آخر میں ہم کہتے ہیں کہ قانون سازی کی ان مجالس میں شریک ہونا شرک اکبر ہے اور جو کوئی بھی اپنے آپ کو ان مجالس کیلئے تیار کرے اور قانون ساز کا مقام حاصل کرے وہ شرک اکبر میں مبتلا ہو گیا بلکہ وہ طاغوت ہے کہ جس نے اپنی ذات کو اللہ عزوجل کی خصوصی صفات میں سے ایک صفت کا حامل بنا لیا، اسی طرح جس شخص نے اسے ووٹ دیکر اس منصب پر پہنچایا وہ بھی شرک میں مبتلا ہو گیا خواہ اسکی نیت نیک تھی یا فاسد۔

ہم لوگوں کا یہ مغالطہ بھی دور کر دینا چاہتے ہیں کہ جس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ: ”وہ ان مجالس (پارلیمنٹ)

Marfat.com

میں داخل تو ہوئے ہیں لیکن نہ تو وہ اپنے بنیادی عقائد کے منکر ہیں اور نہ ہی ان پر کفر کا حکم لگایا جاسکتا ہے کیونکہ وہ تاویل کرتے ہیں کہ وہ ان مجالس میں مجبوراً داخل ہوئے ہیں، کیونکہ اگر یہ لوگ ان مجالس میں نہ جائیں تو پھر ان میں کفر والحاد کے حامل لوگ داخل ہو جائیں گے کہ جو علاقوں میں فساد بپا کریں گے''۔ یقیناً یہ کہنا فحش غلطی ہے، کیونکہ ہم رسالہ دوم میں واضح کر چکے ہیں کہ مشرک کو کسی تاویل کی وجہ سے معذور نہیں سمجھا جاسکتا، اب آپ کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں تیسرا راستہ کوئی نہیں:

اول: یہ کہ جو لوگ اسمبلیوں میں جانے کے سلسلہ میں اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتے ہیں، اور ان کا عذر آپ کے نزدیک معتبر ہے تو آپ بھی انہی جیسے ہیں۔

دوم: یہ کہ اگر ان کی مجبوری کا عذر آپ کے نزدیک معتبر نہیں تو ثابت ہوا کہ عذر زائل یعنی کالعدم ہو گیا لہٰذا اس وصف کے ساتھ وہ مشرک ٹھہرے۔

پھر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان کے پاس کچھ شبہات و دلائل ہیں کہ جن سے ان کا استدلال ان کے کافر ہونے میں مانع ہیں تو اس کا مفصل اور مدلل جواب رسالہ دوئم میں دیا جاچکا ہے اور جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ بعض دفعہ ایک مسلم بغیر ارادہ اور قصد کے بھی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ہم یہ شبہ بھی رد کر دینا چاہتے ہیں کہ یہ جو خیال ہے کہ صحیح اجتہاد پر دو اور خطاء پر ایک اجر ہے یعنی مجتہد کیلئے اجتہاد صحیح پر اجر ہے اور غلطی کی صورت میں اس کی خطاء معاف ہے، لیکن یہ بات اس مجتہد کیلئے نہیں کہ جو شرک میں مبتلا ہے، مجتہدِ مشرک کیلئے معافی اور اجر کہاں سے آئیگا؟

علامہ شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن ابابطینؒ کہتے ہیں کہ: ''شیخ تقی الدین نے کہا کہ: اس شخص کی مغفرت کی امید تو کی جاسکتی ہے کہ جس نے پیش آمدہ نئے مسائل میں اجتہاد کیا یا وہ لاعلم تھا لیکن یہ اس شخص کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ جس نے شرک اکبر یا کفر ظاہر کا ارتکاب کیا'' [الدرر السنية :۱۲/۸۰]۔

شیخ بعض مخالفین کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہ جو تمہارا قول ہے کہ: شیخ تقی الدین اور ابن قیم کہتے ہیں کہ: جس نے ان امور میں سے کسی ایک کا ارتکاب کیا تو اس پر کافر مشرک ہونے کا اطلاق نہیں کیا جائے گا کہ جب تک اس پر امام یا اس کے نائب کی طرف سے حجت قائم نہ ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے فاعل کے پاس اجتہاد یا تقلید یا کوئی اور عذر ہو۔ (**شیخ ابابطین** کہتے ہیں کہ) یہ بات جو تم تقی الدین اور ابن قیم کی طرف سے نقل کرتے ہو، اس کی اصل ان کے کلام میں کہیں نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سلسلہ میں تم نے اس ورقہ پر اعتماد

Marfat.com

کیا ہے کہ جوداود بن جرجیس بغدادی (الضال المضل) نے وضع کیا ہے اوراس کا دعویٰ تھا کہ اس نے یہ عبارت، شیخ تقی الدین کی ''اقتضاء الصراط المستقیم'' سے نقل کی ہے۔ وہ یہ ورقہ لوگوں کو پڑھ کر سناتا تھا اور کہتا تھا کہ: اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ جولوگ قبروں کے پاس شرک کرتے ہیں، جیسا کہ بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں، توان کے امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ: ''تاویل کرنے والا مجتہد، مقلد اور جاہل معذور ہیں اور جو کچھ وہ کررہے ہیں وہ معاف ہے''۔

جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے اسے بلایا اوراس کی غلطی اس پر واضح کی کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ کلام اس مقام، اس مسئلہ کیلئے نہیں ہے، تم نے اسے غلط جگہ پر استعمال کیا بلکہ شیخ نے یہ بات ان امور بدعیہ کے بارے میں کہی ہے کہ جوشرک نہیں، مثلاً: نبی ﷺ کی قبر کے پاس دعاء کی کوشش واہتمام کرنا اور دیگر بعض امور بدعات، اسی طرح بعض اوقات ایک شخص کسی عمل کو صالح سمجھ کر کرتا ہے اور اسے اس کی مخالفت کا علم نہیں ہوتا تو اسے اس کی اچھی نیت وارادہ کی وجہ سے ثواب ملے گا اور عدم علم ولاعلمی کی وجہ سے معاف کردیا جائے گا''۔

[الدرر السنیة :۱۰/۳۸۷]

مزید فرماتے ہیں کہ: ''تمام مذاہب کے علماء نے ایسے بہت سے اقوال، افعال اور اعتقادات کا ذکر کیا ہے کہ جن کے مرتکب کی تکفیر کی جاسکتی ہے اور انہوں نے اس کے لئے کوئی ایسی قید یا شرط نہیں لگائی کہ اگر اس نے یہ کام جان بوجھ کر کئے ہوں۔ کفر کا ارتکاب کرنے والا چاہے تاویل کرنے والا ہو یا مجتہد ہو یا خطاء پر ہو یا مقلد ہو یا جاھل ہو، بہرحال ہے تو کتاب وسنت کا مخالف'' [الدرر السنیة :ص۱۲/۷۲]۔

علامہ شیخ عبدالرحمن بن حسن آل شیخؒ کہتے ہیں کہ: ''علماء استقامت کے راستے پر چلے اور انہوں نے حکم مرتد کے بارے میں مفصل باب لکھے، کسی نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ جب کوئی شخص کلمہ کفر کہے یا فعل کفر کرے اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ شہادتین کے خلاف کررہا ہے تو ایسے شخص کو لاعلمی یا جہالت کی بناء پر کافر نہ کہا جائے گا'' [الدرر السنیة :۱۱/۴۷۹]۔

پس اس بات پر اجماع ہے کہ اصولِ دین میں خطاء کرنے والا گنہگار، نافرمان اور فاسق ہے، اختلاف اسکی تکفیر کرنے میں ہے، لیکن اگر کوئی شخص واضح کفریہ امور کا مرتکب ہو کہ جیسے شرک فی العبادت اور اللہ اور اسکے رسول کا مذاق اڑانا، تو ایسے شخص کی تکفیر پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔ یہاں اس شخص کی غلطی بھی واضح ہوگئی کہ جو کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں مجتہد مخطی اجر کا مستحق ہے اور اسکی خطاء بھی معاف ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ اگر اجتہاد،

Marfat.com

حکم مسئلہ یعنی ان مجالس (اسمبلیوں، پارلیمنٹس) میں داخل ہونے والوں کی ''شروط تکفیر'' میں ہو، لیکن اگر اجتہاد شروط کو چھوڑ کر رکاوٹوں کے بارے میں ہو یعنی ان مجالس میں ان کا مجبوراً داخل ہونا ان کی تکفیر سے روکتا ہے تو اس کے خلاف کافی کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔

ہم اللہ سے اس کے اسماء حسنیٰ اور اس کی صفات عالیہ کے ساتھ سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تمام ظاہری اور باطنی فتنوں سے محفوظ فرمائے، ہماری اور ان کی حق کی طرف رہنمائی فرمائے اور عقیدہ، قول اور عمل کی درستگی عطاء فرمائے، کفر اور گمراہی میں پڑنے سے بچائے، بلاشبہ وہ اس پر قادر ہے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

شریعت سازی کی چند مثالیں

پہلی مثال

کویت کی قانون ساز اسمبلی نے یہ قانون منظور کیا ہے کہ: جس شخص نے اللہ یا اس کے رسول ﷺ کو گالی دی یا دین اسلام کا مذاق اڑایا، تو اسے دس سال تک قید میں رکھنے کی سزا دی جائے گی اور دس ہزار کویتی دینار کا جرمانہ کیا جائے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ یا اس کے نبی ﷺ کو گالی دے، اس لئے کہ وہ مرتد ہے۔

صحیح حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''جو اپنے دین سے پھر گیا اسے قتل کردو''، ایک اور روایت ہے کہ: ''جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کردو''۔ پس اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ یا اس کے رسول کو گالی دے، اسے قتل کر ڈالو کیونکہ وہ کافر اور مرتد ہے لیکن کویتی دستور ایک ایسی تشریع (قانون سازی) کرتا ہے کہ جو اللہ کی شریعت اور نبی ﷺ کی سنت کے خلاف ہے اور وہ قید و جرمانے کی سزا ہے۔

یہ وہ کچھ ہے کہ جو صحیفہ السیاسہ نے اپنے عدد (۱۰۴۵۹) کی اشاعت تاریخ ۷ رمضان ۱۴۱۸ ہجری بمطابق ۵ جنوری ۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔ یہ تجویز اور قانون پیش کرنیوالے ولید الطبطبائی، خالد العدوۃ، عایض علوش، جمعاف العازمی وغیرہ ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ بھی ہیں کہ جو احیاء التراث الاسلامی اور جمعیۃ الاصلاح سے منسوب ہیں اور کچھ اپنے طور پر بذات خود یہ کام کر رہے ہیں۔

اس پر ہمارا تبصرہ اور خیال یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسی قاعدہ کو اپنایا ہے کہ جس کے مطابق کسی مقصد کی اچھائی، غلط وسیلے کو درست قرار دیتی ہے۔ وہ اس سلسلہ میں کہتے ہیں کہ: چونکہ ہمارا مقصد طیب وصالح ہے لہٰذا اس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا کہ ہم اپنے مقصد وہدف کے حصول کے لئے جو بھی طریقہ، سبیل، راستہ، وسیلہ یا ذریعہ اختیار کریں، چاہے وہ ذریعہ شرعی ہو یا غیر شرعی، شرکیہ ہو یا کفریہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم مسلمین کے نزدیک اصول یہ ہے کہ کسی مقصد کی اچھائی ہر وسیلے کو درست قرار

Marfat.com

نہیں دے سکتی اور ایسی حالت میں تو قطعاً نہیں کہ جب وسیلہ و ذریعہ کفریہ یا شرکیہ بھی ہو۔ یہ کھلا شرک ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ یا اللہ کے مقابلے میں اپنے آپ کو قانون ساز بنا لے یا اللہ کے ساتھ یا اس کے مقابلے میں قانون سازی کرنے لگے، اللہ کے نزدیک ایسے تمام قانون ساز، شرکاء وارباب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿اَم لَهُم شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَم يَأذَن بِهِ اللهُ وَلَو لَا كَلِمَةُ الفَصلِ لَقُضِيَ بَينَهُم وَاِنَّ الظّٰلِمِينَ لَهُم عَذَابٌ اَلِيمٌ﴾ ﴿کیا ان کیلئے شرکاء ہیں کہ جو ان کیلئے دین سے شریعت بناتے ہیں، جس کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی اور اگر ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا بلاشبہ ظالموں کیلئے دردناک عذاب ہے﴾ [الشوریٰ:۲۱]

اور فرمایا کہ ﴿اِتَّخَذُوا اَحبَارَهُم وَرُهبَانَهُم اَربَابًا مِّن دُونِ اللهِ وَالمَسِيحَ ابنَ مَريَمَ وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِيَعبُدُوا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبحَانَهُ عَمَّا يُشرِكُونَ﴾ ﴿انہوں نے اپنے درویشوں اور علماء کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی جبکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کریں کہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اسکی ذات پاک ہے اس شرک سے جو یہ کر رہے ہیں﴾ [التوبہ:۳۱]۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ: ''جس شخص نے انبیاء کی شریعت کو تبدیل کیا اور نئی شریعت ایجاد کی، پس اسکی شریعت باطل ہے اور اسکی اتباع جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أم لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ----﴾ [الشوري :۲۱] لہٰذا یہود و نصاریٰ اس لئے کافر ٹھہرے کہ انہوں نے منسوخ شدہ شریعت کی اتباع کی'' [مجوع الفتاویٰ:۳۶۵/۳۵]۔

شیخ اپنے رسالہ "**التسعينية**" میں لکھتے ہیں کہ: حرام یا حلال قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہے، اگر کوئی شخص کسی فعل کے اختیار یا ترک پر مؤاخذہ کرے اور اپنے اس عمل کو دین (نظام، منہاج، قانون، دستور یا آئین) قرار دے اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کوئی امر نہ ہو تو اس نے اللہ کیلئے نِدّ (شریک) اور اس کے رسول کیلئے نظیر قرار دے دیا جیسا کہ مشرکین نے اللہ کیلئے نِدّ (شریک) بنائے اور جیسا کہ مرتدین، مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آئے اور یہ اس میں سے ہے کہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ﴿ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين -----﴾ [الشورى :۲۱] [الفتاوى الكبرى :۳۳۹/۶]۔

علامہ الشیخ حمد بن عتیق کہتے ہیں کہ: ''اس ملک کے لوگوں نے احکام میں ایسے قوانین

Marfat.com

وضع کئے اوران کا نفاذ کیا کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف ہیں اور بلاشبہ میں جانتا ہوں کہ ان کا یہ عمل، ان میں سے ہر ایک کو اسلام سے نکالنے کے لئے بہت کافی ہے''۔

[هداية الطريق :ص١٨٦، الدرر السنية : ٤٧١/١٢]

علامه شيخ عبدالله بن حميدؒ کہتے ہیں کہ: ''جو کوئی لوگوں کے لئے ایسے قوانین وضع کرے کہ جو اللہ کے حکم کے متعارض ہوں تو ایسا شخص ملت سے خارج اور کافر ہو گیا''۔

[نقلاً عن كتاب الإيمان ومبطلا ته فى العقيد ة الإ سلامية لمحمد بن حافظ الشريدة :ص١٤٤]

مزید فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام بندوں کے لیے شدید تحذیر وعید ہے کہ جو اس کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر کسی اور کے پاس تحاکم کے لیے جائیں، فیصلے لے جائیں اور اللہ عزوجل کی طرف سے ان لوگوں کے لیے صریح حکم ہے کہ جو اس کی شریعت (قانون) کو چھوڑ کر کسی اور قانون سے فیصلہ کریں کہ وہ کافر، ظالم اور فاسق ہیں، منافقین اور اہل جاہلیت کے نقش قدم اور طور طریقوں پر چلنے والے ہیں''۔

[فتاوى الشيخ محمد بن ابراهيم :٢٥٦/١٢]

علامه الشيخ محمد بن حامد الفقیؒ کہتے ہیں کہ: ''سلف کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ طاغوت ہر وہ چیز ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سے کوئی عبادت کی جائے اور جو انسان کو اللہ کی عبادت سے روکے، اخلاص دین، اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے باز رکھے، خواہ یہ جنوں یا انسانوں میں سے شیاطین ہوں یا درخت، پتھر وغیرہ ہوں، بلاشبہ اسمیں ہر وہ حکم بھی داخل ہے کہ جو اسلام کے مقابلہ میں اجنبی (غیر شرعی) قوانین سے ہو کہ جو انسان نے خود بنائے ہیں، تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کے خون، آبرو اور اموال کے فیصلے کریں اور ان کے ذریعہ اللہ کی شریعت کو معطل کر دیں کہ جس میں حدود کا قیام، سود، زنا، شراب وغیرہ کی حرمت وغیرہ ہے، وہ ان قوانین کے ذریعے اپنی مرضی سے حلال وحرام کا تعین کرتے ہیں، یہ قوانین بذات خود طواغیت ہیں، ان کے بنانے والے اور رائج کرنے والے بھی طواغیت ہیں، (اسی طرح) ہر وہ کتاب جسے انسانی عقل نے مرتب کیا تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو اس حق سے دور کر دیا جائے کہ جسے رسول اللہ ﷺ لائے تھے، ارادةً یا غیر ارادی طور پر، تو اس کا لکھنے والا بھی طاغوت ہوگا'' [فتح المجيد فى شرح كتاب التوحيد :ص٢٦٩ تا ٣٢٨]۔

شیخ عبدالرّزاق عفیفیؒ کہتے ہیں کہ: ''جو شخص اپنے آپ کو اسلام سے منسوب کرتا اور اسکے احکام

Marfat.com

کو جانتا ہو، پھر بھی لوگوں کیلئے ایسے احکام وضع اور منظم کرے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور اس سے فیصلے کرائے اور اسے یہ علم بھی ہو کہ یہ اسلام کے احکام کے خلاف ہے تو وہ کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اور یہی حکم اس شخص کا ہے کہ جو کسی کمیٹی کو اس کام کے لئے تشکیل دے اور وہ شخص کہ جو لوگوں کو اس نظم اور قوانین سے فیصلہ کرانے کا حکم دے اور اسے علم بھی ہو کہ یہ شریعت اسلامیہ کی مخالفت ہے"۔

[شبهات حول السنة- و رسالة الحكم بغير ما انزل الله : ص۶۳]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دوسری مثال

جلسوں، سیمینار، محافل اور تقریبات کے مانع قانون کی ترمیم اور رد:

صحیفۃ الوطن تاریخ ۵-۱۰-۱۹۹۷: پہلے یہ قانون تھا کہ اگر کسی جلسہ یا محفل میں کوئی خلاف شرع تقریر یا گفتگو کی گئی تو ایسے جلسہ کے شرکاء کو گرفتار کرلیا جائے گا اور منتظمین پر جرمانہ کیا جائے گا، مگر اب اس قانون میں ترمیم کر کے اسے ختم کر دیا گیا ہے اور اور ہر قسم کے جلسوں ومحافل کی اجازت دے دی گئی ہے۔

علامہ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ کہتے ہیں کہ: "تم نے دیکھا کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا ہے؟ حقائق وذمہ داریوں سے کسی طرح اعراض وچشم پوشی کی گئی ہے یہاں تک کہ شرک اور اس کے ذرائع ووسائل اس شخص سے ظاہر ہوئے ہیں کہ جو اسلام کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے اور اس کا گمان ہے کہ وہ اسلام والوں میں سے ہے، اور اس کے کچھ اسباب ہیں:

ان میں سے ایک تو اس حقیقت سے جہالت اور لاعلمی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور وہ یہ کہ اصول توحید اور اسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کس چیز کو پسند کرتا ہے اور اس چیز سے عدم معرفت وناواقفیت کہ توحید

Marfat.com

کے منافی اور متضاد کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرنے کے بارے میں اس چیز کا لحاظ نہ کرنا کہ یہ دشمن کس مقام و مرتبے کا ہے۔

انہی میں سے بعض چیزیں کافر بنانے والی، ہلاکت خیز، گناہ عظیم اور منافات اصل اسلام میں سے ہیں، مثلاً: اللہ کے دشمنوں کی مدد کرنا، ان چیزوں میں ان کے ساتھ تعاون کرنا کہ جو ان کے دین و مسلک سے ظاہر ہوتی ہیں اور انہیں میں شرک اور بے حد تباہ کرنے والی چیزیں بھی ہیں، اسی طرح دشمنوں کی ہمنوائی اور ان کی تعریف وستائش کرنا، ان کا مطیع وفرمانبردار ہونا، ان کے نظم میں داخل ہونا، ان سے جہاد کرنے کی بجائے ان کے ساتھ بھائی چارہ اور دوستی بڑھانا، ان کی محافل ومجالس میں شریک ہوکر ان کی کثرت کا سبب بننا اور ان کے ساتھ سکونت اختیار کرنا، وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان کا اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو رد کرنے والی ایسی مجالس میں شریک ہونا ہے کہ جو فرنگی اور نصاریٰ کے قوانین کی پابند ہوتی ہیں، جن میں اسلام اور مسلمین کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے، جس شخص کے دل میں ذرا سی بھی اللہ کی غیرت اور عظمت ہے وہ ان قباحتوں اور ان کے دلدادگان سے نفرت کریگا پس جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے ڈرنا چاہیے اور اپنے ایمان و توحید کی حفاظت کرنی چاہیئے''۔

[الدرر السنية : كتاب مختصرات الردود :ص۸۰، الطبعة القديمة ۱۳۹۹ھ]

الشیخ نے اس سلسلے میں بعض اشعار بھی کہے ہیں: ''پس ان لوگوں کی خبریں پڑھیئے کہ انھوں نے کفر بھری امت سے کیا کیا دیکھا، جنہوں نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈالا اور اللہ کے باغی قانون سے بدل ڈالا، اور اس حکومت کی دوستی کو دل سے لگایا کہ جنہوں نے اپنی ذہنی پراگندگی سے قانون وضع کئے اور ایسے قوانین بنائے کہ جو وحی الٰہی کے خلاف ہیں اور اس طرح ایمان کو کفر سے بدل ڈالا۔ ان کے قانون میں اغلام بازی اور عورتوں کے ساتھ بدکاری کو جائز کیا گیا، کفر سے پھوٹنے والی ان نہروں کو دیکھو کہ جو اللہ کی شریعت سے ٹکراتی ہیں''۔

[مجموعة الرسائل والمسائل النجدية:۳/۲۶۳ تا ۲۶۷]

علامہ الشیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخؒ کہتے ہیں کہ: ''تیسرا مسئلہ کفار کے ممالک کی طرف سفر کرنا ہے تو جو لوگ کفار کے ممالک میں ان کی شرائط کے مطابق رہنا حرام سمجھتے ہیں تو وہ ان ممالک کی طرف سفر بھی حرام سمجھتے ہیں، البتہ یہ شخص اس کی طرح نہیں کہ جو مشرکین کے واضح کفریہ قوانین اور

Marfat.com

فیصلوں کے مطابق رہتا ہے، شرعی احکام کارڈ اس کے سامنے ہوتا ہے اور یہ پھر بھی وہاں خوشی واطمینان سے رہ رہا ہے

[الدرر السنیۃ: ۴۱۹/۱۲]

شیخ اپنے اشعار میں کہتے ہیں کہ: ''ایسے لوگوں پر غضب کیوں نہ نازل ہو کہ جہاں اللہ کے شہروں میں شریعت کے نشانات مٹا دیئے گئے، جنہوں نے اذان کو تالیوں سے بدل ڈالا اور وحی الٰہی کو کفریہ قوانین سے بدل دیا''

[الدرر السنیۃ: ۴۶۱/۱۲]

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تیسری مثال

لڑائی جھگڑا، شراب، زنا، اغلام بازی وغیرہ کے بارے میں قوانین۔

صحیفۃ الوطن کی اشاعت ۱/۱/۱۹۹۹ء: میں خبر تھی کہ قانون سازوں نے ۲۸۰ قوانین میں غور و فکر اور تحقیق کی، بہت سے ملکی قوانین میں ترمیم کی اور ایسے شرعی قوانین پر غور و فکر کیا کہ جنہیں ملکی قوانین کے ذریعے قابل عمل وقابل نفاذ بنایا جا سکتا ہے، ان میں لڑائی، شراب، زنا اور لواطت وغیرہ سے متعلق قوانین بھی ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں (ممبران پارلیمنٹ) کو مطلقاً قانون سازی کا حق دیدیا گیا ہے جو کہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ میرے بھائی (قانون کے) اس ورقہ کو دیکھو کہ اس میں کس قدر کفر بواح اور شرک صریح ہے، ان کے سامنے اللہ کے احکام اور اسکی شریعت پیش کی جاتی ہے کہ یہ اس پر ووٹنگ (رائے شماری) کریں، اس پر اپنی رائے دیں کہ اس میں سے کس کو نافذ کریں اور کس کو نہ کریں یا ان میں ترمیم کر کے اس قابل بنا دیں کہ وہ لوگوں پر نافذ کئے جا سکیں یا ان میں سے ایسے قوانین اخذ کئے جائیں کہ وہ قابل قبول اور قابل نفاذ ہوں، اور پھر یہ ان کی پسند کے شرعی احکام اس لئے نافذ نہیں ہوں گے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں بلکہ اس لئے نافذ ہوں گے کہ ممبران اسمبلی

Marfat.com

نے ان کی تائید کردی ہے یعنی اللہ عزوجل کے احکامات کو اس کے بندوں پر نافذ کرنے کے لئے ان کی تائید کا محتاج کردیا گیا ہے اور اس سے بڑا کفر اور کیا ہوگا؟ پھر یہ ایسے ایسے احکام وضع کرتے ہیں کہ جنکی بناء اللہ کی شریعت اور اسکی اتباع پر نہیں ہوتی بلکہ ان کی بناء ان قوانین سازوں پر ہوتی ہے، یہ اللہ کی شریعت کے مقابلے میں (خودساختہ) شریعت پر عمل کرتے ہیں اور یہ قانون سازی اللہ کے مقابلے میں ہوتی ہے، یہ بات مسلّم ہے کہ اللہ کے مقابلے میں قانون سازی کرنا، اللہ کے احکام کے ساتھ قانون سازی کرنے سے زیادہ شدید اور قبیح ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ﴿اَوَلَم یَرَوا اَنَّا نَأتِی الاَرضَ نَنقُصُهَا مِن اَطرَافِهَا وَاللّٰہُ یَحکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکمِهٖ وَهُوَ سَرِیعُ الحِسَابِ﴾ ﴿کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کے کناروں سے اسے کم کرتے ہیں اللہ حکم کرتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے﴾ [الرعد:۴۱]

اور ارشاد ہوتا ہے کہ: ﴿وَلِلّٰهِ غَیبُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ وَاِلَیهِ یُرجَعُ الاَمرُ کُلُّهٗ فَاعبُدهُ وَتَوَکَّل عَلَیهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ﴾ ﴿اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب اور اسی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو تمہارا رب اس سے غافل نہیں﴾ [هود:۱۲۳]۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

کویت سے شائع ہونے والے مجلّة الفرقان (شمارہ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ۔اگست ۱۹۹۶ء) میں دستور ساز اسمبلی کو مجلس شوریٰ قرار دیا گیا ہے اور قرآن کی آیت **وامرھم شوری بینھم** سے اسکی تائید کی گئی ہے۔کویت میں شورائی نظام کی ابتداء پہلے حکمران صباح بن جابر کے دور سے شروع ہوئی، پھر ۱۹۱۶ء میں صدارتی اور پارلیمانی نظاموں کے بین بین ایک دیمقراطی (ڈیموکریسی، جمہوری) نظام وضع کیا گیا کہ جس کا جھکاؤ پارلیمانی نظام کی طرف زیادہ تھا۔اسی مجلّہ یعنی الفرقان میں ۶۲ء کے دستور بنانے والوں کی مدح وتعریف میں کہا گیا ہے کہ ان کے معاملات باہم مشورے سے طے پاتے ہیں اوران کے استدلال کا ماخذ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (**وامرھم شوریٰ بینھم**) ہے۔

اس پر تبصرہ کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ مجلس قانون ساز (اسمبلی، پارلیمنٹ) کے ممبران کے سلسلے میں یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ لوگ جس طرح چاہتے ہیں قوانین سازی کرتے ہیں، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے اوراس کے بدلے میں مناصب اور عہدوں وغیرہ کی شکل میں تھوڑی سی قیمت وصول کرتے ہیں، یہ عین اس کے مطابق فیصلے کرتے ہیں کہ جسے ۶۲ء کا دستور کہا جاتا ہے، جس کے تحت یہ معاشرہ کے لئے قوانین اور اصول وضوابط وضع کرتے ہیں، ایسے قوانین کہ جو دیمقراطی (جمہوریت) سے ملتے جلتے ہوں۔دیمقراطی ایک یونانی لفظ ہے کہ جو دو کلمات سے مرکب ہے۔''دیموس'' جس کا معنی ''قوم'' ہے اور ''کراتوس'' جس کا معنی ''حکم'' ہے، یعنی پورے مجموعے کا لفظی معنی ہے: ''قوم کا حکم، قوم کا قانون، قوم کی شریعت یا قوم کی حکومت''۔دیمقراطی (ڈیموکریسی، جمہوریت) کی سب سے بڑی خصوصیت یہی شمار کی جاتی ہے کہ یہ قوم کا حکم، قانون یا حکومت ہے اور اسی بنا پر وہ اسی کی تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھکتے، مگر اے میرے موحد بھائی! یہی تو کفر وشرک کی سب سے خاص خصوصیت ہے، یہی تو باطل کی نشانی ہے اور یہی تو دین اسلام وملت توحید کی شدید مناقض، معارض اور منافی ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں کہ: ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ﴿انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا تھا حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ صرف ایک الٰہ کی عبادت کریں کہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ کرر ہے ہیں﴾ [التوبة :۳۱]۔

Marfat.com

﴿اَم لَهُم شُرَكاءُ شَرَعُوا لَهُم مِنَ الدِّينِ مَا لَم يَأذَن بِهِ اللّٰهُ وَلَو لَا كَلِمَةُ الفَصلِ لَقُضِيَ بَينَهُم وَاِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُم عَذَابٌ اَلِيمٌ﴾ کیا ان کیلئے ایسے شرکاء ہیں کہ جوان کے لئے دین سے شریعت (قانون) بناتے ہیں کہ جس کی اللہ نے انہیں اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ کا وقت مقرر نہ ہوتا توان کے درمیان ابھی فیصلہ کردیا جاتا، بے شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے﴾ [الشوری :۲۱]۔

۶۲ کے کویتی دستور کی شق نمبر۲ میں لکھا گیا ہے کہ: ''تشریع (شریعت سازی، قانون سازی) کیلئے ایک بڑا مصدر شریعت اسلامی ہے''۔

ہر وہ شخص کہ جو عربی کا فہم رکھتا ہے، سیاق کلام سے اس پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے ان کے ہاں قانون سازی کیلئے صرف شریعت اسلامی ہی ایک واحد مصدر نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامی کے علاوہ کچھ اور بھی چھوٹے بڑے مآخذ ومصادر ہیں کہ جن میں سے شریعت اسلامی ایک بڑا مصدر ہے، یعنی دستور کی یہ دفعہ اس بات کا اعتراف نہیں کرتی کہ ''اللہ کے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں'' بلکہ اس کا دستوری معنی یہ ہوا کہ: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رئیسی (بڑے) معبودوں میں سے ایک الٰہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ کچھ اور رئیسی اور فروعی (بڑے اور چھوٹے) الٰہ بھی ہیں''۔

یہ شرک الوہیت اور شرک ربوبیت کے انواع میں سے ایک نوع ہے، یعنی شریعت اسلامی کے ساتھ دیگر مصادر وماخذ بھی تسلیم کرلئے گئے ہیں چاہے وہ رئیسی ہوں یا فروعی حالانکہ ہر مسلم کیلئے قوانین کا ماخذ صرف ایک یعنی اللہ عزوجل کا دین ہے۔ میرے بھائی، اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت بخشے، مال، آبرو اور خون کے بارے میں فیصلہ تو صرف اللہ واحد کا ہونا چاہیے اور جو اس کے خلاف کرے تو وہ حالت کفر میں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَينَهُم ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي اَنفُسِهِم حَرَجاً مِمَّا قَضَيتَ وَيُسَلِّمُوا تَسلِيماً﴾﴿ آپ کے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے کہ جب تک اپنے تمام اختلافات میں آپ کو حکم نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ کردیں اس کے متعلق اپنے دل میں کسی قسم کی خلش محسوس نہ کریں بلکہ برضا ورغبت مکمل طور پر اسے تسلیم کرلیں﴾ [النساء: ۶۵]۔

آپ اس آیت میں لفظ "حَرَجاً" پر غور کریں کہ یہ لفظ نفی کے سیاق میں نکرہ استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ اس کی رو سے حرج کی تمام اقسام چھوٹی ہوں یا بڑی سب کی سب ایمان کے منافی ٹھہرتی ہیں، پس جب اللہ اور اس

Marfat.com

کے رسول کے فیصلہ پر تحرج پایا جائے تو ایمان اور اسلام کی نفی ہو جاتی ہے تو اگر کوئی شخص اللہ واحد کے حق تشریع میں حرج محسوس کرے تو (اسے آپ کیا کہیں گے)؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ﴿ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين﴾، اس آیت کے لفظ ''شرکاء'' پر غور کریں یعنی؟ یہ لوگ اللہ کی ربوبیت میں شریک ہیں۔

اس کویتی دستور میں ایک جگہ مذکور ہے کہ: ''اگر قانون ساز یہ سمجھتا ہو کہ کسی معاملے میں یا تمام امور میں شرعی حکم کو مکمل طور پر لاگو نہیں کیا جا سکتا تو قانون ساز کی بات پر توجہ دینی چاہیئے''۔

یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ شریعت کے احکام کو کسی دن یا کسی موقعہ پر اپنایا جائے اور کسی دن نہیں، تو یہ نہ تو ایمان و اسلام ہوا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اسکے احکام کی تابعداری ہوئی بلکہ یہ تو طاغوتی قانون ساز کے ارادوں، رائے اور خواہشات کی اطاعت و تابعداری ہوئی۔

شق نمبر ۵۱ میں کہا گیا ہے کہ: ''قانون کا نفاذ امیر اور قومی اسمبلی دستور کے مطابق کریں گے''۔

شق نمبر ۶ میں کہا گیا ہے کہ: ''کویت میں نظام حکومت دیمقراطی (ڈیموکریسی، جمہوری) ہے جس میں قیادت کا مرکز و مآخذ قوم ہے اور قیادت اس دستور کے مطابق اپنے فرائض سر انجام دے گی''۔

شق نمبر ۷۹ میں کہا گیا ہے کہ: ''کوئی قانون اس وقت تک جاری نہ ہوگا کہ جب تک قومی اسمبلی اسکی اجازت نہ دیدے اور امیر کویت اس کی توثیق و تصدیق نہ کر دے''۔

شق نمبر ۳۲ میں کہا گیا ہے کہ: ''کسی کو مجرم قرار دینا یا سزا دینا ملکی قانون کے مطابق ہوگا۔ کسی کا بھی مؤاخذہ صرف ان افعال پر ہوگا کہ جو قانون کی کسی نص سے جرم قرار پاتے ہوں''۔

شق نمبر ۷۵ میں کہا گیا ہے کہ: ''امیر کو اختیار ہے کہ وہ سزا میں تخفیف کر دے یا معاف کر دے مگر یہ سب قانون کے دائرے کے اندر ہوگا''۔

شق نمبر ۱۸۰ میں کہا گیا ہے کہ: ''ان تمام قوانین، احکامات، اوامر، آرڈیننس، سرکلر، وغیرہ پر عمل کیا جائے گا کہ جو اس دستو... کے مطابق اور اس کے مقرر کردہ نظام کے موافق ہوں اس شرط کے ساتھ کہ وہ دستور کی کسی نص کے خلاف/متعارض نہ ہوں''۔

شق نمبر ۱۰۹ میں کہا گیا ہے کہ: ''قومی اسمبلی کے ہر ممبر کو حق حاصل ہے کہ وہ قوانین تجویز کرے۔ ہر وہ قانونی تجویز کہ جسے قومی اسمبلی کے کسی ممبر نے تجویز کیا اور قومی اسمبلی نے اسے رد کر دیا تو اس قانون کو نظر ثانی کیلئے

Marfat.com

اسمبلی کے جاری اجلاس میں دوبارہ پیش نہیں کیا جا سکتا''۔

شق نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا ہے کہ: ''قومی اسمبلی کا ہر ممبر اس معاملے میں آزاد ہے کہ وہ اپنی رائے، نظریہ یا افکار، اسمبلی یا کسی کمیٹی میں پیش کرے اور کسی بھی حالت میں اس کا مواخذہ نہیں کیا جائے گا''۔

شق نمبر ۲۹ میں کہا گیا ہے کہ: ''انسانی احترام میں تمام لوگ مساوی ہیں، حقوق اور تمام ذمہ داریوں میں سب برابر ہیں، جنس، نسب، زبان اور دین کے لحاظ سے ان میں کوئی تمیز نہ برتی جائے گی''۔

شق نمبر ۹۱ میں کہا گیا ہے کہ: ''قومی اسمبلی کا ممبر یا کسی کمیٹی کا رکن بننے سے قبل اسے مجلس کے سامنے اعلانیہ طور پر یہ قسم اٹھانی ہوگی کہ: میں اللہ عظمت والے کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے ملک اور امیر کیلئے مخلص رہونگا، یہ کہ میں ملکی دستور (آئین) اور قوانین کا احترام کرونگا، میں قومی آزادی، اس کے مفاد اور مال کا دفاع کرونگا، اور اپنا کام امانت داری اور سچائی کے ساتھ انجام دونگا''۔

شق نمبر ۶۸ میں کہا گیا ہے کہ: ''حرب ھجومیہ حرام سمجھی جائے گی (یعنی کسی پر بھی حملہ نہیں کیا جائے گا) جبکہ دفاعی جنگ کے لیے بھی امیر اعلان کرے گا یا تحریری حکم جاری کرے گا''۔

یہ ایک ایسے ملک کے دستور کے کفریہ قوانین کے چند نمونے تھے کہ جو ایمان و اسلام کے بڑے دعویداروں میں ایک ہے تو اس سے بقیہ نام نہاد اسلامی ممالک کے دساتیر و آئین کا اندازہ کر لیجئے [جیسا کہ پاکستان کے قیام کی ابتداء ہی سے یہاں پر برطانیہ کے قوانین جاری وساری و نافذ ہیں]۔

ان شقوں اور ان قوانین میں ان چیزوں کو حرام کر دیا گیا ہے کہ جن کو کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، مثلاً: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، وغیرہ اور بہت سے امور جن کو اللہ نے حرام کیا ہے، یہ قوانین حلال کرتے ہیں مثلاً: ربا (سود)، زنا، وغیرہ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ: ''حلال اور حرام کرنا یہ صرف اللہ اور اسکے رسول کا حق ہے، تو جس شخص نے بھی کسی انسان کو کسی فعل کے کرنے یا کسی فعل کے ترک کرنے پر کوئی ایسی سزا دی کہ جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا تو اس نے دین (قانون) بنا لیا اور اس طرح اس نے اللہ کیلئے ند (شریک) اور اس کے رسول کیلئے نظیر بنا لیا اور یوں وہ ان مشرکین کی طرح ہو گیا کہ جنہوں نے اللہ کیلئے ند (شریک) بنائے تھے یا مرتدین کی طرح ہو گیا کہ جو مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آئے تھے، اور وہ ان میں سے ہو گیا کہ جن کے بارے میں

Marfat.com

کہا گیا کہ﴿أم لهم شرکاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله﴾

[الفتاوی الکبری : ۳۳۹/۶]

امام ابن حزمؒ، آیت: ﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ [التوبة :۳۷]، کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ: ''اس زبان کے اعتبار سے کہ جس میں قرآن نازل ہوا کسی شئی میں زیادہ کرنا اللہ کے سوا کسی کا بھی حق نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ "النسئی" کفر ہے اور یہ ان اعمال میں سے ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دیتے ہیں پس جس شخص نے بھی یہ جانتے ہوئے کہ یہ چیز اللہ نے حرام کی ہے اور پھر اس کو حلال ٹھہرا دیا تو وہ اپنے اس عمل کی وجہ سے کافر ہو گیا''۔

[الفصل :۲۴۵/۳]

معلوم ہوا کہ کسی چیز کو حلال جاننا، کبھی عمل کے بغیر محض اعتقاد کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد اور عمل کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی محض عمل کیساتھ ہوتا ہے لہٰذا کسی چیز کے حلال یا حرام کرنے کی وجہ سے کفر میں واقع ہونے کیلئے اعتقاد کی قید نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کا اضافہ ہوتا ہے، یعنی اعتقاد ہو یا نہ ہو اگر عملاً اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کر لیا تو یہ بھی کفر ہے۔ اسی طرح جتنے بھی حرام کام ہیں مثلاً: زنا، شراب نوشی، سود خوری وغیرہ، اگر انہیں حلال سمجھا گیا تو یہ کفر ہے اور اگر حلال سمجھے بغیر صرف ان کا ارتکاب کیا گیا تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

شراب پینے والے اور اسکی اجازت دینے والے، سود کا کاروبار کرنے والے اور اسے جائز قرار دینے والے میں فرق ہے، اول الذکر گناہ کبیرہ کا مرتکب جبکہ ثانی الذکر کافر ہے، اسی طرح زنا کے مرتکب اور زنا کی حد میں تبدیلی کرنے والے میں فرق ہے۔ ایسے قوانین بنانا کہ جن سے حلال حرام اور حرام حلال ہو جائے، کفر یہ عمل ہے، یہ دیگر گناہوں کی طرح نہیں کہ جن میں اعتقاد کا بھی اعتبار کیا جائے۔

بہت بڑا فرق ہے اس بات میں کہ کوئی شخص ایک وقتی لذت کیلئے گنہگار ہو جائے اور اس بات میں کہ کوئی شخص، لوگوں کو سود خوری کی اجازت دے، اس کیلئے قانون بنائے اور اپنی کمپنیوں وغیرہ کی حمایت کرے۔ بڑا فرق ہے اس بات میں کہ کوئی شخص خود شراب پیئے اور اس بات میں کہ کوئی شخص لوگوں کو شراب نوشی، شراب کی خرید وفروخت اور شراب خانے قائم کرنے کی اجازت دے، اس کی حمایت کرے اور خمر (شراب) کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی حدود و قانون کو اپنی شریعت سازی (قانون سازی) سے بدل ڈالے اور ساقط کر دے۔

اور بڑا فرق ہے، زنا میں واقع ہو کر گناہ گار ہو جانے والے اور اس شخص کے درمیان کہ جو حد زنا میں تبدیلی کر کے بدکار لوگوں کو اس کی اجازت دینے کے قوانین بناتا ہے اور اس عمل کو خاوند کے حق میں محض ایک جرم قرار دیتا ہے لیکن، اگر خاوند راضی ہو جائے تو نہ یہ جرم ہوگا اور نہ کوئی سزا ہوگی بلکہ یہ ان کے نزدیک جائز و مباح ہو جائے گا۔

پس تشریع، حرام کو حلال کرنا اور حلال کو حرام کرنا عملی کفر ہے اور یہ دیگر گناہوں کی طرح نہیں ہے کہ جس میں حلال کا اعتقاد ہونا شرط ہو، البتہ اس میں اعتقاد کا شامل ہونا کفر مرکب یا کفر میں اضافہ کا موجب بن جاتا ہے۔ ایسے مواقع پر کفر کیلئے کسی قید یا شرط کا ہونا ضروری نہیں، پس مشرکین کہ جنہوں نے حرمت والے مہینوں کی حرمت کو پامال کیا، ان کی جگہ دوسرے اوقات مقرر کر دیئے، اسی طرح یہود نے حد زنا کو بدل ڈالا یا اس کی اصطلاح بدل کر، اپنی طرف سے تجویز کردہ کسی اور قانون سے اسے بدل ڈالا حالانکہ انہوں نے زنا کو حلال نہیں کیا اور نہ ہی وہ دل سے اس کو حلال جانتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق ہر اس عمل، ہر اس قانون سازی، ہر اس اجماع پر کیا جائے گا کہ جو اللہ کے کسی حکم کو بدلنے پر کیا جائے، اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور حرام کردہ کو حلال کرنے پر کیا جائے یا اللہ کے حکم کے مقابلے میں کسی غیر کا حکم نافذ کرنے پر کیا جائے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایسے اعمال کرنے والے چاہے دل میں یہ عقیدہ رکھیں یا نہ رکھیں کہ اللہ نے جو مہینے حرمت والے مقرر کئے ہیں وہی حق ہیں یا یہ کہ اللہ نے زنا کی جو حد نازل کی ہے وہی حق ہے، ایسے مواقع پر دلی اعتقاد کے ذکر کی کوئی اہمیت نہیں، ان کے ظاہری عمل کی بنیاد پر ہی ان پر کفر کا فتوی لگے گا البتہ ایسے اعمال کے ساتھ دلی اعتقاد کا ہونا ان کے کفر میں اضافے ہی کا موجب بنے گا [إمتاع النظر فی کشف شبھات مرجئة العصر : ص۵۴، لأبی محمد المقدسی]۔

اس کے دلائل میں سے وہ روایت بھی ہے کہ براء بن عازب کہتے ہیں: میں اپنے ماموں ابو بردہؓ سے ملا، ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا، انہوں نے کہا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں اور اس کا مال ضبط کر لوں۔

[أخرجه أحمد :۲۹۵/۴، والنسائی :۱۰۹/۶،۱۱۰، فی النکاح : باب نکاح ما نکح الآ باء، والترمذی : ۱۳۶۲، فی الأحکام: باب ماجاء فیمن تزوج امراة أبیه ، وأبوداود: ۴۴۵۶،۴۴۵۷، فی الحدود :

Marfat.com

باب الرجل یزنی بحریمه ، وسنده صحیح ، وقال الهیثمی (المجمع : ۲۶۹/۶) : رواه أحمد ورجاله رجال الصحیح غیر أبی الجهم وهو ثقة]۔

امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ: ''اس شخص کا مال ضبط کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ فاسق نہیں، کافر تھا، کیونکہ اس نے اللہ کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھا'' [مجموع الفتاوی]۔

علامہ شیخ حمد بن عتیق لکھتے ہیں کہ: ''ابو بردہؓ اور معاویہ بن قرہ کے دادا کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص سوتیلی ماں یا کسی دوسری ذی محرم عورت سے شادی کرے تو اسے قتل کر کے اس کا مال بحق بیت المال ضبط کرلیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے حرام کردہ کو حلال سمجھنے والا کافر ہے، اسے قتل کیا جائے گا اور اس میں اس کے انشراح صدر کی شرط نہیں لگائی جائے گی، اس پر اکثر کا اجماع ہے جس میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی ہیں'' [الدفاع عن اهل السنة والإتباع :ص۲۶]۔

یہاں پر اہل علم نے اس فرق کو واضح کیا ہے کہ ایک تو وہ شخص ہے کہ جو نعوذ باللہ اپنی محارم میں سے کسی محرم سے زنا کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص کہ جو اپنی محارم میں سے کسی محرم سے شادی اور نکاح کرتا ہے، سو یہ پہلا شخص گناہگار اور کبیرہ کا مرتکب ہے لیکن ملت اسلامی سے خارج نہیں جبکہ دوسرا شخص کافر ہے اور اسکی دلیل مذکورہ حدیث ہے، جیسا کہ تمام روایات میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا کہ ماں سے نکاح کرنے والے کی گردن مار دو اور اس سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ وہ اس کے حلال یا جائز ہونے کا اعتقاد بھی رکھتا ہے یا نہیں، پس چونکہ اس نے عملاً ایک حرام کام کو حلال کرڈالا لہٰذا اس پر حد جاری کردی گئی۔

﴿ الذین یاکلون الربا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس [البقرہ :۲۷۵]، پر حافظ ابن کثیر کے قول:'' .... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے گواہوں اور کاتب پر لعنت کی ہے''، تو اس پر گواہی دینے اور لکھنے کی کیا ضرورت پڑی کہ خواہ مخواہ اللہ کی لعنت کا حقدار ٹھہرے لیکن یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ بظاہر حیلہ کر کے اس کو عقد شرعی کی صورت دے دیں لیکن ایسی صورت میں بھی اعتبار معنی کا ہوگا نہ کہ ظاہری صورت کا ....'' کے ضمن میں شیخ احمد شاکر کہتے ہیں کہ: ''اس قسم کے حیلے دارالاسلام میں اسلام اور مسلمین کی گرفت سے بچنے کے لیے، اپنے عصیان اور فسق و فجور کو عمل صحیح ثابت کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں جبکہ آج کل اسلام کی طرف انتساب کرنے

Marfat.com

والے اور ''مملکت اسلامیہ'' نام رکھنے والے ممالک میں غیر اسلامی، وثنی، نصرانی اور ملحدانہ ممالک سے حاصل کردہ قوانین نافذ ہیں تو ایسے ممالک میں ان حیلوں کے ذریعے اپنے کفریہ، شرکیہ، یا غیر شرعی عمل کو عمل صحیح ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ جبکہ اکثر جگہوں پر تو سودی لین دین کھلم کھلا ہو رہا ہے'' [عمدۃ التفسیر : ۱۹۲/۲]۔

شیخ عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین ؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے بغیر حکم دے تو ایسے شخص کے کافر ہونے کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں اور اس شخص کے بارے میں کہ جو اس مسئلہ میں استحلال اور اعتقاد کو شرط قرار دیتا ہے تو اسکے جواب میں آپ نے فرمایا کہ: ''جو لوگ اعتقاد کی شرط لگاتے ہیں انہوں نے غلطی کی ہے اس لئے کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک عمل کرتا ہے جبکہ نہ اسے اس عمل پر مجبور کیا گیا اور نہ اسے قتل کی دھمکی دی گئی بلکہ وہ اس عمل کو اپنی رضا، خوشی اور شرح صدر کے ساتھ کرتا ہے تو ہم اس پر حکم لگائیں گے کہ اس نے اس کام کو حلال، بہتر اور دوسرے حکم سے اچھا جانا ہے لہٰذا ہم اسکے ظاہر عمل پر ہی حکم لگائیں گے اور اگر وہ اعلانیہ یا خفیہ طور پر یہ کہے بھی کہ میں یہ کام تو کرتا ہوں لیکن میں اسے حلال نہیں سمجھتا اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کام ناجائز ہے لیکن اس قول کے ساتھ وہ اپنے اس عمل کی طرف مائل بھی ہو اور اسے افضل بھی سمجھے اور اعلانیہ وجھراً اس پر عمل بھی کرے تو ہم اسے اس بات میں سچا نہیں جانیں گے کہ وہ اس کا عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ ہم کہیں گے کہ تم اس کے مطابق فیصلے کرتے ہو، تمہارا دل اس پر مطمئن ہے اور ظاہراً تمہارا عمل بھی اسی پر ہے لہٰذا تمہاری یہ بات قبول نہیں کی جائے گی کہ تم اسے حلال نہیں جانتے، ہم تو تمہارے ظاہر پر ہی حکم لگائیں گے کہ تم اسے حلال جانتے ہو، رہا دل کا معاملہ تو ہم اس کی تفتیش نہیں کریں گے کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ''مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور نہ یہ کہ میں ان کے پیٹ چاک کر کے دیکھوں'' [متفق علیہ] یعنی ہم کسی بھی شخص پر اس کے ظاہر کے مطابق ہی حکم لگائیں گے، پس جس شخص سے خیر ظاہر ہوگی تو اس کی تحسین وتائید کی جائے گی اور جس شخص سے برائی ظاہر ہوگی تو اس کے ساتھ اس کے شر کے مطابق معاملہ کیا جائے گا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ اس عمل کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان کیلئے یہی حکم لگایا جائے گا کہ یہ اسے حلال سمجھتے ہیں، ان کے سینے اس کیلئے کھلے ہوئے ہیں اور یہ اپنے اعمال پر مطمئن ہیں پس ان کے ظاہر کے مطابق ان پر حکم لگایا جائیگا، رہ گیا باطن تو ان کی اس بات کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس کے حلال ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ ظاہری طور پر ان کا عمل کرنا ہی اس کو حلال جاننا ہے'' [شریط صوتی مسجل للشیخ بعنوان : اقوال العلماء فیمن بدّل الشرع]

Marfat.com

شیخ محمد بن حامد الفقی ؒ ،انواع الطواغیت کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ: غیر اسلامی قوانین کے مطابق فیصلے کرنا، حکومت کرنا، اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق خون، مال، زنا، ربا (سود)، خمر (شراب نوشی) وغیرہ کے فیصلے کرنا، ربا، زنا اور خمر وغیرہ کی حلّت کے قوانین نافذ کرنا یا ان قوانین کو نافذ کرنے والوں کی حمایت کرنا، یہ سب اللہ کی شریعت و دین کا ابطال اور اس کا معطل و ساقط کرنا ہے، یہ قوانین وضعی بذات خود طواغیت ہیں اور ان کو بنانے والے اور رائج و نافذ کرنے والے بھی طواغیت ہیں ۔ نیز ہر وہ کتاب کہ جسے کوئی انسانی عقل وضع کرے کہ جس کے ذریعے قصداً یا غیر قصداً اس حق سے روکا یا منحرف یا متنفر یا بدظن کیا جائے کہ جسے لے کر رسول اللہ ﷺ آئے تھے تو وہ بھی طاغوت ہے''۔

[تعلیق علی کتاب فتح المجید فی شرح کتاب التوحید: باب ماجاء فی السحر : ص۲۶۹-۳۴۸]

ہماری اس تبیین سے ہر انسانی شریعت سازی (قانون سازی)، کفریہ قوانین اور ان پر مبنی دساتیر و آئین کی حقیقت آپ پر واضح ہو چکی ہوگی۔ ہماری اس تبیین سے مجلس قانون ساز (آسمبلی، پارلیمنٹ) میں قوم کے نمائندوں کی حقیقت کا بھی آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ لوگ شریعت ساز (قانون ساز) ہیں، یہی لوگ شرکاء، ارباب اور طواغیت ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے حق تشریع میں منازعت کی اور اپنے آپ کو مقام تشریع پر بٹھا دیا ہے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان میں سے کون مفسد اور کون مصلح ہے، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اللہ کے حق پر حملہ کر کے اپنی حد سے تجاوز کر گیا لہٰذا ہر ایک موحد مسلم کو چاہیئے کہ وہ ان کا کفر (انکار) کرے اور ان سے براءت و بیزاری کا اظہار کرے اور جن لوگوں نے انہیں اس مقام پر پہنچایا، فائز کیا، اختیار دیا اور ان کی حمایت و تائید کرتے ہیں وہ مشرک ہیں کیونکہ انہوں نے شرك فى الربوبية اور شرك فى الألوهية کا ارتکاب کیا ہے، چاہے ان کے فعل کی بنا فاسد ہو یا صالح۔ جو لوگ اس مسئلہ میں ہمارے مخالف ہیں، ہم انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اپنا مدعا ثابت کرنے کی دعوت دیتے ہیں یا پھر انہیں دعوت مباہلہ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَنَا وَأَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ○ إِنَّ هَـٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَـٰهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ﴾ [آل عمران: ۶۱ تا ۶۳]۔

Marfat.com

دعوت مباہلہ دینا ممنوع نہیں، اکثر ائمہ اسلام نے اس کی دعوت دی ہے جیسا کہ امام محمد بن عبدالوھابؒ کہتے ہیں کہ: ''یہ انہیں حیلے بہانوں کے مثل ہے جیسا کہ اصحاب السبت کا حیلہ تھا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے، اور جو شخص میری مخالفت کرتا ہے میں اسے چار امور میں سے کسی ایک کی دعوت دیتا ہوں: اللہ کی کتاب کی طرف، سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف، اہل علم کے اجماع کی طرف، پس اگر یہ ان سے انکار کرتے ہیں تو میں انہیں مباہلہ کی دعوت دیتا ہوں، جس طرح بعض مسائل الفرائض میں ابن عباسؓ نے دعوت مباہلہ دی تھی، اور جیسا کہ سفیانؒ اور اوزاعیؒ نے رفع الیدین کے مسئلہ میں دعوت مباہلہ دی تھی اور اسی طرح دوسرے اہل علم نے بھی'' [الدرر السنية : كتاب العقائد :ص۵۵]۔

ہم نے اس رسالہ میں جو کچھ لکھا ہے صرف نصیحت و خیر خواہی کی نیت سے لکھا ہے۔ پس جو کوئی نصیحت و خیر خوائی چاہتا ہو تو نصیحت و خیر خوائی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اللہ اس شخص پر رحم فرمائے کہ جس نے نصیحت و خیر خواہی کی بات کہی اور بہت کچھ خیر پائی یا جو شر کی بات کہنے سے خاموش رہا اور سلامتی پائی، یا اللہ ہمیں ہر حالت میں دین اسلام پر قائم رکھنا اور ہماری حفاظت کرنا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ر ب العالمين

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com